

قرآن میں ذکر ہونے والے مختلف بتوں کے تایفین پس نظر کی تحقیق

# پانچ بُت

ایک تحقیقی جائزہ

فیضان نظر

محقق الحصر محدث علیہ السلام

حضرت علامہ مولانا محمد عباس ضوی سعید

از قلم

قاری محمد ارشاد منو اشرف حسین



قرآن میں ذکر نہیں دار مخالف تبوں کے تاریخ میں پس منظر کی تھیں

# پانچ بُت

ایک تحقیقی جائزہ

فیصلن نظر

عَلَى الْمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

حضرت علام مولانا محمد عباس رضوی حنفی

از قلم

قادی محمد ارشاد نور اشرف حشی

شبیر برادرز

نبیو شرپ، ایوب ایار لاہور

نون: 042-37246006



دارالعلم انعامکش نشر کپتان

055-6409777

0309-8522335

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

# پانچ بیت

ناشر دارالعلم انعام کتبخانہ

کن اشاعت نمبر 2009، ازواللہ عزیز 1430ھ

طبع	اشیاق اے مشائق پر نئلا ہور
کپنڈر	دارالعلم انعام کتبخانہ
سرور	لے ایف ایس ایم و فائیو ڈی 0345-4653373
تعداد	2200
قیمت	1/- روپے



055-6409777  
0300-6522335

### ضروری اطلاعات

قرآنی کرام اور سنت اعلیٰ رسالت مطابق اس کتاب کے سخن کی تجھیں ہوئیں اُنہیں کیا ہے؟ احمد بن حنبل اپنے  
میں کوئی خلل ہا نہیں تو ادا دو اور گاہ ضرور کرن چکر کر دو۔ درست کر لی جائے۔ دو اور تھہ بے حد ضرور کر لے۔

# الشیعہ

اپنے استاذ حرم محدث کبیر، مناظر اسلام، مظراں اسلام، مسلم عرب دعویٰ

حضرت علامہ مولانا فتحی محمد عباس رضوی خطیب مظلہ العالی

(دریچ آفیسر مکمل اوقاف و تئی)

جن کی محبوس اور شفقتوں کے سائے میں احقر کو خود رکایت کا ذائقہ نصیب ہوا



اور اپنے والدہ گرامی

حضرت علامہ مولانا قاری محمد اشرف حشمتی خطیب مظلہ العالی

(خطیب جامع مسجد حضوری)

جن کی دعائیں اور کاوشیں ہر وقت احقر کے ساتھ ہوتی ہیں

کے نام

محمد ارشد مسعود

20-10-2009

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

کمری و محترم جناب مولانا قاری محمد ارشد مسعود اشرف جنتی صاحب  
 ناظم اعلیٰ و بانی : دارالعلوم اسلامک سنتر (گورنوار) پاکستان  
**السلام علیکم و رحمة الله و برکاتہ**

جناب عالیٰ! ہمارے یہاں چند سائل کافی حد تک زیر بحث و گمراہ ہوتا ہیں اور ان  
 کے بارے میں مختلف قسم کی آراء کا اٹھا کر کیا جاتا ہے اور بعض لوگ اپنے خیالات کو اس انداز میں  
 بیان کرتے ہیں گویا کہ دوسرے شخص پر اپنا خیال ٹھوٹس کر دیں گے۔  
 ہم وہ سائل آپ کی طرف لکھ رہے ہیں براو کرم ان کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی  
 میں مُفضل جوابات عنایت فرمائیں۔

### سوال نمبر (۱)

قرآن مجید کی سورہ نوح کی ایک آیت مبارکہ، جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم  
 کے پانچ بھوں کا ذکر ہے، اُس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ پانچوں بُت حضرت نوح علیہ  
 السلام کی قوم کے نیک انسان تھے، ان کی نیکی کی وجہ سے لوگ ان کی تعلیم و تقویٰ کرتے تھے، بعد  
 میں ان کی پرستش ہونے لگی، اس پر بخاری شریف کی ایک حدیث بھی دلیل کے طور پر بیان کی  
 جاتی ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے یا حضرت آدم علیہ  
 السلام کے بیٹے کے بیٹے تھے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ آنچ کل کے مسلمانوں میں جو یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ اولیاء و صالحین کی تعلیم  
 کرتے ہیں جب کہ یہی پہلے لوگوں کا اولیاء و صالحین کی تعلیم کرتا ہے پرستی کی ابتداء کا باعث ہا  
 تھا اور اس وقت بھی لوگ اولیاء و صالحین کی تعلیم میں اُسی طرف بڑھ رہے ہیں۔

﴿٢﴾

لہذا اس سے لوگوں کو منع کرنا ضروری ہے۔ اگر اس سے منع نہ کیا گیا اور روکا نہ گی تو شرک طام ہو جائے گا اور لوگوں کے بیان خالق ہو جائیں گے۔

### سوال نمبر (۲)

قرآن مجید کی سورہ اعراف کی ایک آیت مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں واضح فرمادیا کہ وہ جن کی یہ لوگ پوچا کرتے ہیں یہ تہاری طرح کے بندے ہیں۔

لہذا امعلوم ہوا کہ کفار و مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے تھے جن کی پرہیزگاری اور تقویٰ کی وجہ سے تھیم کی جاتی تھی اور وہی تھیم بعد میں ان کی عبادت کا باعث تھی۔

### سوال نمبر (۳)

قرآن مجید کی سورہ نحل کی ایک آیت مبارکہ بیان کی جاتی ہے اور اس آیت کے الفاظ ﴿أَنْوَاثُ غَيْرِ أَخْيَاءٍ﴾ کو خاص طور پر لیا جاتا ہے۔

ای کو دلیل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿أَنْوَاثُ غَيْرِ أَخْيَاءٍ﴾ مردہ ہیں زندہ نہیں۔

لہذا امعلوم ہوا کہ اس سے مراد مرنے والے انسان ہیں کیونکہ ان پر موت واقع ہوئی اور اب وہ زندہ نہیں ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ جن کی شرک لوگ عبادت کرتے تھے وہ صالحین ہی تھے کہ جن پر موت واقع ہوئی اور اس آیت کی تفسیر میں ابوالآلی مودودی کی تفسیر "تفہیم القرآن" کے حوالے بہت کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

### سوال نمبر (۲)

صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ سے کچھ اس مفہوم کی روایات بیان کی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر اس لئے لعنت کی کہ انہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو بجہہ گاہ بنایا تھا اور ان کی تعظیم کی وجہ سے ان کی عبادت کرنے لگے تھے۔

اسی طرح آج مسلمان بھی درگاہوں پر حاضر ہو کر بھی کچھ کرتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ایک حدیث مبارکہ اس مفہوم کی بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ڈعا کی تھی کہ:

”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے۔“

اس روایت کو زیارت قبور انبیاء، اور اولیاء سے رونکنے کے لئے دلیل بنایا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی لئے فرمایا تھا کہ:

”اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ آپ ﷺ کی قبر کو عبادت گاہ بنالیں گے تو آپ کی قبر مبارک جمیرہ شریف سے باہر بنائی جاتی۔“

### سوال نمبر (۵)

ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ شروع میں قبروں کی زیارت سے اسی لئے منع کیا گیا تھا کہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور خوف تھا کہ کہیں قبروں پر جا کر وہ شرک نہ کرنے لگیں۔

اور ”کتاب التوحید“ کی شرح کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ قبریں شرک کا بہت بڑا ذریعہ تھیں اور ہیں۔

یوں کہ اب بھی لوگوں کے ایمانوں میں کمزوری پائی جاتی ہے اس لئے اب بھی اس بات کا خدش

ہے تو اب بھی قبروں کی زیارت سے منع کرنا چاہئے اور زیارت قبور کے لئے نہیں جانا چاہئے۔

"Erasing The Accusation of Shirk" جگہ ہم نے ایک ہلکا

.By Abu Ammar .

میں پڑھا ہے کہ صالحین کے بت نہیں بنائے گئے تھے اور نہ ہی صالحین یا اصحاب قبور کی عبادت نہیں کی گئی ہے۔

والسلام

اشرف حسین چودھری، گزار احمد چودھری برٹش (uk)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل التفقه في الدين دليل الخيرية، لماله من الدلالة على  
الشريعة المرضية، والسير على الملة الحنفية.

احمدہ حق حمده بکرۃ وعشیۃ، والصلوۃ والسلام علی سیدنا  
محمد خیر البریۃ، وعلی آلہ العترة المرضیۃ، وصحابتہ اولی الہمہ العلیۃ،  
الذین تفتحت لہم قلوب البشریۃ، لبصیرتہم فی السیرۃ الدعویۃ، ومعرفتہم  
باشریعة الاسلامیۃ۔ اما بعد :

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ فقیر آپ کے سوالوں کے بارے میں آپ کی ترتیب کے  
ساتھ ہر ایک سوال کے متعلق، جو اللہ تعالیٰ نے اس احقر العباد کو علم عطا فرمایا ہے، چند باتیں تحریر  
کرتا ہے۔

**اولاً :**

مندرجہ ذیل تحریر میں جو بھی بھلائی پائی جائے گی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی کی و  
خطا واقع ہو گی وہ بندہ ناجیز کی طرف سے ہو گی۔

علماء رہانی سے اتسا ہے کہ اس کی شاخذی فرماتے ہوئے فقیر پر احسان فرمائیں  
کا موقع عطا فرمائیں۔

**ثانیاً :**

یہ بات ذہن نشین رہے کہ بندہ ناجیز کوئی مفتی نہیں ہے کہ ان سوالات کے متعلق کوئی فتوی دے  
بلکہ ذکر وہ بالسوالات کے بارے میں فقیر اپنی رائے کا اظہار کرے گا اس علم کی روشنی میں جو علم و  
خبر رب نے اس فقیر کو عطا کیا ہے۔

ہو سکا ہے کہ کمال مطہری اور حضرات ان ولادات کے جوابات میں نقیر کے ساتھ موافقت فرمائیں اور  
کچھ اختلاف بھی فرمائیں۔

نقیر ام مطہری کی ہر اس بات کو تعلیم کرتے ہوئے عارضوں نبیل کرے گا جو ولادت و برائیں  
کی روشنی میں اس تحریر کے خلاف ہو گی، کیونکہ بھی طالبان حق کا شیدہ ہے۔

قاری محمد ارشد سعور

## بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ عز و جل نے فرمایا:

**هُوَ قَالُوا لَا تَدْرِنَ الْهُكْمُ وَلَا تَدْرِنَ** اور یوں لے ہرگز نہ چھوڑتا اپنے خداوں کو اور ہر  
**وَذَا وَلَا سُوَاغًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعْوَقَ وَ** گز نہ چھوڑتا اور، سوائی، یغوث اور یعوق دنر  
**نَسْرًا** (۱)۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی اس بات کا ذکر کیا ہے جو ان کے سرداروں نے انہیں کہی تھی جب آپ علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

اس آیہ کریمہ میں ان بتوں کا ذکر ہے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی اور ان کے بڑے قوم کو ان کی عبادت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے یوں لے تھے کہ ہرگز اپنے خداوں کی عبادت کو ترک نہ کرنا، خاص کرود، سوائی، یغوث، یعوق اور نرس کی عبادت ترک نہ کرنا۔ ان کی قوم کے سرداروں کی اس بات سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ان پانچوں کو کوئی خاص امتیازات حاصل تھے۔

ان پانچوں بتوں کے بارے میں کئی حتم کی باتیں کتب تفاسیر وغیرہ میں موجود ہیں یہ کہ یہ بت کیا تھے؟ کہاں سے آئے؟ ان کی حقیقت کیا تھی؟ عربوں میں بھی بت آئے یا صرف ان کے نام؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان کے بارے میں جو سب سے زیادہ مشہور بات بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ”یہ پانچوں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی عرصہ کے نیک لوگوں

کے مجھے تھے، جب وہ زنجیا سے جل بے ق شیطان کی حریک پر ان کے در کے ان کے مجھن نے ان کی یادگار کے طور پر مجھے ملائے تھے۔

وہ ان کے جسموں کی تضمیم کرتے اور آہستہ آہستہ بعد میں آئے والوں نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی جس سے بت پرستی کی ابتداء ہوئی اور ان بتوں کو مسجد بنا لیا گیا۔

سب سے پہلے ہم اسی بات کو حقیقت کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی یہ یہ نیک لوگوں کے مجھے تھے کہ جن کی بعد میں عبادت کی جانے لگی۔

اس بارے میں بیان کی جانے والی روایات میں سب سے زیادہ اعتدال اسی روایت پر کیا جاتا ہے، جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے۔

**آنٹی** اس روایت اور اس کے بارے میں دوسرے محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

**نمبر (۱) صحیح بخاری کی روایت**

حدلنا ابراهیم بن موسی، أخبرنا بسید محمد کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما هشام، عن ابن جریج، وقال عطاء عن علیہ السلام کی قوم میں پوچا کی جاتی تھی حد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما : صارت الأولىن الشی کانت فی قوم نوح فی عرب بعد ، أما ود: فكانت لكلب بدومن الجندل ، وأما سواع: فكانت لهذيل، وأما يغوث: فكانت لمراد ، ثم لهدزيل، وأما يغوث: فكانت لمراد ، ثم لبني غطيف بالجرف عند سبا . وأما غطيف (کابن گیا) جو جرف کے مقام پر سبا

يعرف فكانت لهم دان . وأمان نس : كـ قریب تھا اور يعوق همان کا ، اور نرمیمیر کا  
 فكانت لحمیر ، لآل ذی الكلاع . جوزی الكلاع (با شاه) کی اولاد سے تھے ، یہ  
 حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے یک اسماء رجال صالحین من قوم نوح .  
 لوگوں کے نام تھے ، جب یہ لوگ دنیا سے مل فلما هلکوا او حی الشیطان إلى  
 بے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ قومهم : ان انصبوا إلى مجالسهم التي  
 کانوا يجلسون أنصابا و سموها بات ذاتی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ جہاں یہ لوگ  
 بیٹھتے تھے ان کے ہاموں کے بت ان کے باسمائهم ، ففعلوا ، فلم تعبد ، حتی  
 ہاموں سے نصب کر دو ، پس انہوں نے ایسا یہ إذا هلک اولٹک و تنفس العلم  
 کیا لیکن وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے ، عبدت (۱)  
 جب وہ بھی دنیا سے چل بے اور علم آنحضرت کیا تو  
 ان کی پوچا ہونے لگی ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ سند میں عبد الملک بن جرج، عطاہ سے روایت  
 کرتے ہیں اور اس عطاہ کے بارے میں شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں کہ یہ کون سا عطاہ  
 ہے۔ بعض نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ عطاہ بن ابی رباح ہے، جبکہ تحقیق اس کے  
 برعکس ہے۔ یہ عطاہ بن ابی رباح نہیں بلکہ عطاہ الغراسی ہے۔

جیسا کہ امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ "صحیح بخاری" کی شرح "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:  
 .. وقد ذکر الإمام إسماعيلي : أن عطاہ اور تحقیق امام اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا  
 هذا هو الخراسانی ، والخراسانی لم کہ بے شک یہ عطاہ الغراسی ہے اور عطاہ

(۱) آخر جه البخاری في الصحيح مع فتح الباری کتاب التفسیر ، سورہ نوح ، برقہ =

یسمع من ابن عباس . و اله اعلم . (۱) الخراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

امام ابن رجب حلیل رحمۃ اللہ علیہ کی اس بخارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہاں عطاہ جس سے این جریحہ روایت کر رہے ہیں اور جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر رہا ہے بقول امام اسکلی رحمۃ اللہ علیہ وہ عطاہ خراسانی ہے ۔

امام ابن جریر عقلائی رحمۃ اللہ علیہ "مقدمہ فتح الباری" میں لکھتے ہیں :

"قال أبو علي الفساني : اخراج ابو علی غسانی نے کہا کہ بخاری نے (اپنی صحیح البخاری فی تفسیر سورۃ نوح حدثنا میں) سورہ نوح کی تفسیر میں بیان کیا ۔۔۔۔۔ ابراهیم بن موسی اخیرنا هشام عن بن بسطہ مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جریحہ قال : قال عطاہ عن بن عباس سے روایت کی کہ „وہ بت جو قوم نوح میں رضی اللہ عنہما : صارت الاوثان التي تتعبد عدیش عرب میں آگئے ۔۔۔۔۔ المحدث" کانت فی قوم نوح فی العرب بعد اور یہ حدیث ، ابو سعید دمشقی نے کہا کہ : "یہ حدیث ، وهذا الحديث . قال أبو سعید الدمشقی : هذا الحديث ثابت من ابن عباس رضی اللہ عنہما ثابت ہے اور فی تفسیر ابن جریح عن عطاہ عطاہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الخراسانی عن ابن عباس و عطاہ لم نہیں سنا ، اور این جریحہ نے عطاہ سے نہیں سنا ، یسمع من ابن عباس و ابن جریح لم اور جو اس نے اس کے بیٹے سے کتاب لی تھی

يسمع من عطاء ، وإنما أحد الكتاب      أُسْ مِنْ دِيْكَهَـ

من [ابنه] ونظر فيه ، ... (1)

حافظ ابن حجر عسقلاني رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ محوالہ بالاعبارت سے یہ بات ظاہر ہے کہ حقیقت  
میں یہ روایت عطاء الخراسانی سے نہ کہ عطاء بن ابی رباح سے۔

کیونکہ بقول ابو سعید مشقی ابن جریر کی تفسیر میں یہ عطاء الخراسانی سے ثابت ہے۔  
جب ابن جریر کی اپنی تفسیر میں یہ روایت عطاء بن ابی رباح کی سند سے نہیں بلکہ عطاء الخراسانی  
کے طریق سے ہے تو یہ بات ہی حقیقت کے زیادہ قریب ہے کہ اگر کہیں عطاء بغیر نسبت کے ذکر  
ہو اور روایت و سند بھی وہی ہو تو جہاں وضاحت موجود ہے اُس کو اس پر محول کیا جائے گا نہ کہ جس  
کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا اُس کو خیال کر لیا جائے۔

ہماری نظر سے اس روایت کی اسکی کوئی سند نہیں گزری کہ جس میں عطاء بن ابی رباح کی  
وضاحت ہو۔

پس جو ثابت ہے اُس کو قبول کرنا ہی صحیح ہے نہ کہ جس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اُس کو گمان کیا جائے۔  
پس بقول ابو سعید مشقی جب ابن جریر کی اپنی تفسیر میں عطاء الخراسانی کا ہی ذکر ہے تو اسی کو قبول  
کرنا چاہئے۔

امام عبد الرزاق بھی ابن جریر کے طریق سے اس روایت کو عطاء الخراسانی سے یہ  
بیان کر رہے ہیں:

”نا عبد الرزاق عن ابن جوریج، عن عطاء الخراسانی، عن ابن عباس مثله (2)“

(1) (هدی الساری مقدمة فتح الباری ۵۳۲)

(2) (تفسیر عبد الرزاق عن ابن جوریج، عن عطاء الخراسانی، عن ابن عباس مثله ۳۵۰ / ۳۳۳۲)

پس جب ابن جریح کی اپنی کتاب میں بھی وضاحت ہے اور ان سے روایت کرنے والے امام عبد الرزاق بھی واضح بیان کر رہے ہیں کہ یہاں عطاہ خراسانی ہے تو تزاہہ قرین قیاس یعنی بات ہے کہ بعد میں روایت کرنے والا ائمہ راوی اگر بغیر نسبت کے اس روایت کو اسی سند سے ذکر کرتا ہے تو اس سے مراد عطاہ خراسانی ہی ہو گا نہ کہ عطاہ بن الی ربانی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

قوله : (عن ابن عباس) قيل : هذا يعني امام بخاري رحمۃ اللہ علیہ کا قول ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، اس کے بارے میں منقطع لآن عطاہ المذکور هو کہا گیا ہے کہ یہ منقطع ہے کیونکہ عطاہ المذکور الخراسانی ولم يلق ابن عباس ، فقد اخرج عبد الرزاق هذا الحديث في خراسانی ہے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں ملا۔ پس اس حدیث کو امام عبد تفسیرہ عن ابن جریح فقال : أخبرني عطاہ الخراسانی عن ابن عباس . وقال الرزاق نے اپنی تفسیر میں ابن جریح سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا مجھے عطاہ خراسانی نے خبر دی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ، اور ابو مسعود : ثبت هذا الحديث في تفسیر ابن جریح عن عطاہ الخراسانی عن ابن عباس ، وابن جریح لم يسمع التفسير من عطاہ الخراسانی ، وإنما أخذته من ابنه عثمان بن عطاہ فنظر فيه . وذكر صالح بن أحمد بن حنبل في "العلل" صالح بن أحمد بن حنبل في "العلل" عن علي بن المديني قال : سأله يحيى او رام صالح بن احمد بن حنبل في "العلل"

القطان عن حديث ابن جرير عن میں امام علی بن مدینی سے ذکر کیا، انہوں نے عطاء الخراسانی فقال: ضعیف . کہا میں نے امام علی کی للقطان سے سوال کی فقلت: إنه يقول: أخبرنا . قال: لا شيء إنما هو كتاب دفعه إليه انتهى . و كان ابن جرير يستجير بالله من العذاب في المناولة والمكاتبة . وقال الإمام علي: أخبرت عن علي بن المديني أنه ذكر عن تفسير ابن جرير كلاماً معناه أنه كان يقول عن عطاء الخراسانی عن ابن عباس ، فطال على الوراق أن يكتب الخراسانی في كل حديث فتركه فرواه من روى على أنه عطاء بن أبي رباح انتهى . وأشار بهذا إلى القصة التي ذكرها صالح بن أحمد عن علي بن المديني ونephew عليه أبو علي الجياني في "تفصید المھمل" قال ابن المديني سمعت هشام بن يوسف رواية كیا ہے اس نے اس سے مراد عطاء بن يقول: قال لي ابن جرير: سالت أبا رباح لیاً أنتی . اور اس میں اشارہ ہے

عطاء عن التفسير من البقرة وآل عمران ثم قال : اعفني من هذا .

قال : قال هشام : فكان بعد إذا قال :

قال عطاء عن ابن عباس قال عطاء الخراساني . قال هشام : فكتبنا ملنا يعني كتبنا الخراساني . قال ابن المديسي وإنما يحيى هذا لأن محمد بن ثور كان يجعلها . يعني في روایته عن ابن جریح . عن عطاء عن ابن عباس فيظن أنه عطاء بن أبي رباح . وقد أخرج الفاكهي الحديث المذكور من طريق محمد بن ثور عن ابن جریح عن عطاء عن ابن عباس ولم يقل الخراساني ، وأخرجه عبد الرزاق كما تقدم فقال الخراساني . (1)

ابن عثیمین نے کہا کہ شام نے کہا پس یہ اس کے بعد تحاچب انہوں نے کہا کہ عطاء نے کہا : عن ابن عباس رضي الله عنهما يعني عطاء الخراساني نے کہا - شام نے کہا : پس ہم نے لکھا پھر ہم اکتا گئے يعني خراسانی لکھنے سے -

ابن عثیمین نے کہا کہ میں نے یہ اس لئے بیان کیا کہ محمد بن ثور ایسے کیا کرتے تھے يعني ابن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما پس وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اس سے مراد عطاء بن ابی جرج سے اپنی بیان کروہ روایت میں عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما پس وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اس سے مراد عطاء بن ابی

(1) (فتح الباري شرح صحيح البخاري ١٠ / ٨٦٢ . ٨٦٣ و في نسخة : ٢١٥٦ / ٢)

رباح ہے۔ اور تحقیق فاکھی نے بھی اس مذکورہ حدیث کو، "محمد بن ثور عن ابن جریح عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما" کے طریق سے بیان کیا ہے۔ اور خراسانی نہیں کہا۔

اور عبد الرزاق نے بھی اس کو بیان کیا ہے اس کا  
الخراشانی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان تکمیل کر دیتے ہیں کہ عطاء خراسانی عیاں ہے اور ایسے ای حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تهذیب التہذیب" (۱) میں عطاء خراسانی کے ترجیح میں ہی اس روایت کو ذکر کیا ہے اور زیادہ شواہد اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

اولاً : ابن مدینی کا بیان کرتا کہ کاتب نے اکتاہت کے باعث عطاہ کے ساتھ خراسانی لکھتے رک کر دیا، طوالت کے خوف سے تو بعد والوں نے غلط فہمی سے اس کو ابن الی رباح سمجھ لیا۔ پس ان کا اس کو ابن الی رباح سمجھنا وہم ہے، لہذا یہ بات بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ امام بخاری پر اس کا خراسانی ہوتا مخفی رہا، انہوں نے اس کو ابن الی رباح خیال کر کے اس کو اپنی صحیح میں داخل کر دیا۔ انسان سے خطاء ہوتا کوئی عجیب بات نہیں

کیونکہ: "الإنسان مركب من الخطأ والبيان" :

ثانیاً : هشام بن يوسف کا قول اس بات پر واضح دلیل ہے کہ ابن جریح بعض اوقات عطاہ خراسانی سے بیان کردہ روایت کو بھی بغیر نسبت کے، "عن عطاء عن ابن عباس رضي الله تعالى عنها

(۱) (تهذیب التہذیب ۷/۹۰ الفی ترجمتہ)

کہ کریان کرتے تھے۔ انہوں نے ایسا کیا جس پر شام بن یوسف نے سوال کیا۔ پھر شام بن یوسف کا یہ بیان کرنا کہ ہم بھی لکھتے ہوئے جب اکتا گئے تو ہم نے بھی خراسانی لکھا ترک کر دیا۔ ہم جب کتابت میں وہ خراسانی لکھا چھوڑ دیتے تھے تو بیان کرنے میں بھی ایسا کرنا بعید از قیاس نہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ اس روایت کو ابن حجر تنگ سے بیان کرنے والے بھی شام بن یوسف ہیں۔

**ثالثاً:** محمد بن ثور کا ابن حجر تنگ سے بیان کردہ اپنی روایت میں عطاہ عن ابن عباس ذکر کرنا یہ بھی اس بات کی دلیل نہیں بن سعیٰ کے عطاہ سے مراد ابن ابی رباح ہو کیونکہ محمد بن ثور کا بیان کرنا یہ ان کا گمان تو تھا لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ وہ ابن حجر تنگ سے ہر ایسی روایت کے بارے میں وضاحت کروالیتے ہوں کہ یہاں عطاہ سے مراد کون ساعطاہ ہے۔

جب ان سے بیان کرنے والے ابن حجر تنگ ہی ہر جگہ بیان کرتے ہوئے فرق بیان نہ کرتے اور خراسانی کی روایت کو بھی صرف عطاہ عن ابن عباس بغیر نسبت کے بیان کرتے تھے تو ان کا گمان کرنا اس بات کو کیسے سمجھی جائے کہ یہ عطاہ بن ابی رباح ہے جبکہ ثبوت اس کے بر عکس موجود ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نکرہ بالادلال کو ذکر کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں عطاہ بن ابی رباح مراد ہے۔

ہم حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد حافظ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بارے میں بیان کردہ عبارت کو بھی ذکر کرتے ہیں اور بعد میں امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواب نقل کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خراسانی کا تجھی  
رہتا ان چیزوں میں سے ہے جو ان پر فضیلت  
رکھتی ہیں، لیکن یہرے نزدیک قوی بات یہ  
ہے کہ یہ حدیث بالخصوص ابن حجر عسقلانی کے پاس  
عطاء الخراسانی اور عطاء بن ابی رباح دونوں  
سے ہے۔ عطاء بن ابی رباح کا حدیث  
بالغیر سے امتناع اس چیز کو لازم نہیں کرتا کہ  
انہوں نے اس حدیث کو کسی اور باب میں یا  
کسی اور مذاکرہ میں بھی ذکر کیا ہو، وگرنہ یہ  
کیے ممکن ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ  
چیز تجھی رہ جاتی باوجود اس کے کہ وہ اتصال کی  
شرط میں سخت ہیں اور ان کا عمل میں علی بن  
مدینی پر بہت زیادہ اعتماد ہے جو ان کے شیخ  
ہیں، اور یہ وہ ہیں جنہوں نے اس قصہ پر متنبہ  
کیا ہے۔ اور جو چیز اس کی تائید کرتی ہے وہ یہ  
ہے کہ آپ نے اس سخت میں اس کی کثرت  
سے تجزیع نہیں کی بلکہ صرف دو مقامات پر اس  
کو بیان کیا، ایک یہ اور دوسرا کتاب النکاح۔  
وہذا مسما استعظم علی البخاری ان  
یخفی علیہ، لکن الذي قوي عندي  
ان هذا الحديث بخصوصه عند ابن  
جريح عن عطاء الخراسانی وعن  
عطاء بن أبي رباح جميما، ولا يلزم  
من امتناع عطاء بن أبي رباح من  
التحديث بالتفسیر أن لا يحدث بهذا  
الحديث في باب آخر من الأبواب أو  
في المذاكرة، والإفكيف يخفى على  
البخاري ذلك مع تشدده في شرط  
الاتصال واعتماده غالباً في العلل  
على علي بن المديني شيخه وهو  
الذی نبه على هذه القصة. ومما يؤيد  
ذلك أنه لم يكتشـر من تخریج هذه  
النسخة وإنما ذكر بهذا الإسناد  
موضعين هذا وأخر في النکاح، ولو  
كان خفی علیہ لاستکثر من إخراجها  
لأن ظاهرها أنها على شرطه.

کیونکہ اگر ان پر خلی ہوتا تو آپ کی تحریج  
کثرت سے ہوتی۔ حالانکہ اس کا ظاہر بھی  
اس کی شرط کے مطابق ہے۔ (۱)

امام فہد الدین قسطلاني رحمۃ اللہ علیہ "ارشاد الساری" میں لکھتے ہیں:  
 .. عبد الملک بن عبد العزیز (وقال  
العزیز) (وقال عطاء) یہ خراسانی ہے اور حرف  
مذوف پر معطوف ہے جس کو امام فاکھانی نے  
ایک دوسرے طریق سے ابن جریر سے بیان  
کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت  
﴿ودا ولا سواعا﴾ (نوح  
۲۲: الآية قال أولئك كان قوم نوح  
يعدونها وقال عطاء (عن ابن عباس  
رضي الله عنهم) لكن عطاء لم يسمع  
من ابن عباس وابن جريج لم يسمع  
التفسير من عطاء الخراساني إنما  
أخذ الكتاب من ابنه عثمان فنظر فيه  
لكن البخاري ما أخرجه إلا أنه من  
رواية عطاء بن أبي رباح لأن  
الخراساني ليس على شرطه ولقول

(۱) رفع الباری هرچ صفحہ البخاری ۱۰، ۸۶۳ / ۲، وفی نسخة: ۲۱۵۶ / ۲

ان يقول هذا ليس بقاطع في أن عطاء خراساني ابن كثيير شرط كـمطابق نـيس اور أـرسـوال  
المذكور هو الخراساني فيتحمل أن يـكون هذا الحديث عند ابن جـريـجـ عنـ الخـراسـانـيـ وـابـنـ أبيـ رـبـاحـ جـمـيعـاـ  
قالـ فـيـ الـمـقـدـمـةـ وـهـذـاـ جـوـابـ اـقـنـاعـيـ وـهـذـاـ عـنـديـ مـنـ الـمـوـاضـعـ الـعـقـيمـةـ عنـ  
الـجـوـابـ السـدـيدـ وـلـاـ بـدـ لـلـجـوـادـ مـنـ  
كـبـوـةـ .(1)

ابـنـ جـاثـرـ وـرـويـ هـنـىـ رـحـةـ اللـهـ عـلـيـهـ "عـمـدةـ القـارـيـ"ـ مـلـكـتـهـ هـنـىـ :

وهـشـامـ هـوـ اـبـنـ يـوسـفـ الصـنـعـانـيـ ، وـ هـشـامـ يـاـ ابنـ يـوسـفـ الصـنـعـانـيـ هـيـ اـوـ اـبـنـ

ابـنـ جـرـيـجـ عـبـدـ الـمـلـكـ بنـ عـبـدـ الـعـزـيزـ بنـ جـرـيـجـ هـيـ اـوـ اـبـنـ

الـعـزـيزـ بنـ جـرـيـجـ ، وـعـطـاءـ هـوـ الـخـراسـانـيـ اـوـ اـبـنـ جـرـيـجـ اـوـ اـبـنـ

بـعـطـاءـ بنـ أـبـيـ رـبـاحـ وـلـاـ بـعـطـاءـ بنـ يـسـارـ اـوـ اـبـنـ

قـالـهـ الغـسـانـيـ ، وـقـالـ اـبـنـ جـرـيـجـ :

أـخـذـهـ مـنـ كـتـابـ عـطـاءـ لـاـ مـنـ السـمـاعـ اـخـذـهـ مـنـ كـتـابـ عـطـاءـ لـاـ مـنـ السـمـاعـ

مـنـهـ وـلـهـذاـ قـيلـ : اـنـهـ مـنـقـطـعـ هـيـ كـيـونـهـ عـطـاءـ الخـراسـانـيـ نـيـ

الـخـراسـانـيـ لـمـ يـقـلـ اـبـنـ عـبـاسـ ، وـقـالـ اـبـنـ عـبـاسـ رـضـيـ اللـهـ عـنـهـماـ سـيـ

طرفـ جـاتـرـ وـرـويـ هـنـىـ رـحـةـ اللـهـ عـلـيـهـ "عـمـدةـ القـارـيـ"ـ مـلـكـتـهـ هـنـىـ :

امـامـ بـدرـ الدـينـ عـنـىـ رـحـةـ اللـهـ عـلـيـهـ "عـمـدةـ القـارـيـ"ـ مـلـكـتـهـ هـنـىـ :

وهـشـامـ هـوـ اـبـنـ يـوسـفـ الصـنـعـانـيـ ، وـ هـشـامـ يـاـ ابنـ يـوسـفـ الصـنـعـانـيـ هـيـ اـوـ اـبـنـ

ابـنـ جـرـيـجـ عـبـدـ الـمـلـكـ بنـ عـبـدـ الـعـزـيزـ بنـ جـرـيـجـ هـيـ اـوـ اـبـنـ

الـعـزـيزـ بنـ جـرـيـجـ ، وـعـطـاءـ هـوـ الـخـراسـانـيـ اـوـ اـبـنـ جـرـيـجـ اـوـ اـبـنـ

بـعـطـاءـ بنـ أـبـيـ رـبـاحـ وـلـاـ بـعـطـاءـ بنـ يـسـارـ اـوـ اـبـنـ

قـالـهـ الغـسـانـيـ ، وـقـالـ اـبـنـ جـرـيـجـ :

أـخـذـهـ مـنـ كـتـابـ عـطـاءـ لـاـ مـنـ السـمـاعـ اـخـذـهـ مـنـ كـتـابـ عـطـاءـ لـاـ مـنـ السـمـاعـ

مـنـهـ وـلـهـذاـ قـيلـ : اـنـهـ مـنـقـطـعـ هـيـ كـيـونـهـ عـطـاءـ الخـراسـانـيـ نـيـ

الـخـراسـانـيـ لـمـ يـقـلـ اـبـنـ عـبـاسـ ، وـقـالـ اـبـنـ عـبـاسـ رـضـيـ اللـهـ عـنـهـماـ سـيـ

(1) ارشاد الساري لشرح صحيح البخاري ١١/١٤٣

ابو مسعود : ظن البخاري أنه ابن أبي مسحود نے کہا ہے کہ امام بخاری کے گمان کے مطابق یا ابن ابی رباح ہے اور ابن جریر نے خراسانی سے تفسیر کا مामع نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس کو اس کے بیٹے کی کتاب سے لیا ہے جس میں دیکھا۔ صالح بن احمد سے اور انہوں نے ابن مدینی سے روایت کی ہے، کہا کہ میں نے ابین مدینی سے روایت کی ہے، کہا کہ میں نے عجی بن سعید سے ابن جریرؓ عن عطا الخراسانی، فقال: ضعيف  
لفقلت: ليحيى: انه كان يقول: أخبرنا قال: لا شيء، كله ضعيف إنما هو كتاب دفعه إليه إبيه، وفي: في معاضدة البخاري في هذا، انه بخصوصه عند ابن جرير عن عطا الخراسانى، وعن عطا بن أبي رباح جميمها ولا يكثرون تخرير هذا وإنما ذكره بهذا الاستناد في موضعين هذا والآخر في النكاح، ولو كان يخفى عليه ذلك لاستثنى من إخراجيه لأن ظاهره على شرطه انتهى. قلت: فيه نظر لا يخفى لأن تشددة هي حرط الإنصال كثرت سے بیان نہیں کیا بلکہ صرف دو

لا يستلزم عدم الخفاء عليه أصلا  
فسبحان من لا يخفى عليه شيء  
وقوله : على ظاهره . على شرطه ليس  
بصحيح لأن الخراساني من أفراد  
سلم كما ذكر في موضعه . (١)  
مقامات پر اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے ایک یہ  
اور دروازہ کتاب الکاٹ جاگر آپ پر یہ معاملہ تھی  
ہوتا تو آپ کثرت سے بیان کرتے حالات کا  
ظاہر ان کی شرط کے مطابق بھائی۔

میں کہتا ہوں ! (یعنی امام یعنی رحمۃ اللہ علیہ) کہ  
اس میں نظر ہے کہ ان پر تھی نہیں تھا کیونکہ اتصال  
کی شرط میں تھی کہ اس چیز کو لازم نہیں ہے کہ ان  
پر کوئی چیز تھی نہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے  
کہ جس پر کوئی چیز تھی نہیں اور اسی طرح مصنف کا  
یقہل .. على ظاهره .. اور على شرطہ یعنی  
نہیں کیونکہ خراسانی افراد سلم سے ہیں، جس  
طرح کا پنے مقام پر ذکر کیا گیا۔

پس امام یعنی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ  
علیہ کا یہ کہنا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کیسے تھی رہ سکتا ہے، یہ اسکی بات نہیں ہے کہ اس کی  
وجہ سے اس کو تسلیم کیا جائے کہ یہاں عطاء بن ابی رباح ہے یا پھر خراسانی اور ابن ابی رباح  
دونوں۔

کیونکہ کسی بھی انسان سے غلطی کا سرزد ہو جانا سوائے انجیاء کرام علیہم السلام کے ممکن ہے اور امام  
بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے تاریخ میں سرزد ہونے والی خطاؤں کے بارے میں امام ابو حاتم رحمۃ اللہ

(۱) (عدمۃ القاری شرح صحیح البخاری ۳۷۷/۱۹)

علیہ کی تصنیف، کتاب بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخه، موجود ہے۔

اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو "تاریخ کبیر" میں وہم ہو سکتا ہے تو صحیح بخاری میں بھی ہمکن نہیں ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتے ٹھیک، ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ یہاں پر اس بات کو گستاخی سمجھنے لگیں اور شور و غم عاشروں کر دیں، ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ کسی بھی مسلمان صحیح الحقیدہ صاحب ایمان کی گستاخی کا کسی بھی حالت میں ارتکاب ہو، اللہ تعالیٰ اس بات سے بیش پچائے، آمین بجاه النبی الامین الکریم ﷺ۔

غیر مقلدین کے امام محمد و حیدر آبادی نے "تسییر الباری" ترجمہ و تشریح صحیح بخاری "میں لکھا:

"عطاء خراسانی تو ضعیف ہے، امام بخاری کی شرط پر نہیں دوسرے اہن جرجج نے اس سے نہیں نہیں تا بلکہ عطا کے فرزند مثان سے اس نے عطا کی کتاب لی تھی اس میں دیکھا ہوگا، شاید امام بخاری نے اس کو عطا بن ابی رباح سمجھا یا ان سے غلطی ہوئی اور کیا اسی بڑا عالم ہو کہی تھی اس سے غلطی ہو جاتی ہے تیراک ہی پانی میں ڈوٹتا ہے اور چاک سواری گھوڑے سے گرتا ہے، بعضوں نے کہا شاید اہن جرجج نے یہ حدیث عطا خراسانی اور عطا بن رباح [تسییر میں یوں ہے] دونوں سے روایت کی ہے واثق اعلم۔ (۱)

غیر مقلدین کے محمد حیدر آبادی کی عبارت میں اگر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کے نزدیک بھی یہاں عطا خراسانی ہی ہے۔ اور یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(۱) [تسییر الباری ۲۵/۳، حدیث نمبر ۳]

سے خطاء واقع ہوئی ہے کہ انہوں نے اس کو ابن ابی رباح گمان کیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اب ہم اس بات کو مزید طوالت میں لے جانے کی بجائے آخر میں امام سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد النصاری شافعی معروف بہ حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ جن سے حافظ ابن حجر عقلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات نے اپنی تصنیف میں اکثر ویشر استفادہ کیا ہے۔

اور حافظ عقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جا بجا اپنی بخاری کی شرح میں ان کی بات کو نقل کرتے ہوئے ”شیخنا“ جیسے الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔

امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ ”التوضیح لشرح الجامع الصحیح“ میں اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

عطاء هذا اختلف فيه هل هو ابن أبى رباح أو الخراسانى؟ فذكره أبو مسعود من روایة عطاء بن أبى رباح عنه ثم قال: إن حجاج بن محمد وعبد الرزاق رویاه عن ابن جریح [جريح] فقالا: عن عطاء الخراسانى . وقال خلف: هو الخراسانى . ثم قال: قال أبو مسعود: ظن البخاري أنه ابن أبى رباح ، وابن جریح لم یسمع التفسیر من الخراسانى ، إنما أخذ الكتاب من أخيه [إيه] ونظر فيه .

وقال الإمام علي: يشبه هذا عن عطاء الخراسانى على ما أخبرني به ابن فرج عن علي بن المديني فيما ذكر في تفسير ابن جریح كلاماً معناه: كان يقول عن عطاء الخراسانى ، عن ابن عباس ، فطال على الوراق أن يكتب الجواب اي هي كل حدیث فترکه ، فرواه من روی على أنه عطاء بن أبى رباح .

**قال الجیانی:** قال أبو مسعود: بت هذا الحديث في تفسير ابن جریح عن

عطاء الخراساني سو إلهاً أخذ ابن جرير الكتاب من أبيه [ابنه] ونظر فيه.

قال : وهذا تبیہ بدیع من أبي مسعود ، ورویناه عن صالح بن أحمد ، عن علي بن عبد الله ، سمعت هشام بن يوسف قال : قال لي ابن جریر : سألت عطاء عن التفسیر من البقرة وآل عمران ثم قال : أعنی من هذا .

قال هشام : و كان بعد اذا قال : عطاء عن ابن عباس قال : الخراساني

قال هشام : فكتبنا ما كتبنا ثم مللتني يعني : كتبنا أنه الخراساني قال ابن المديني : إنما كتبنا أنا هذه القصة ، لأن محمد بن ثور كان يجعلها عن عطاء ، عن ابن عباس ، فظن الذي حملوا هنا عنه أنه عطاء بن أبي رباح .

وعن صالح بن أحمد ، عن ابن المديني قال : سألت يحيى بن سعيد عن احاديث ابن جرير عن عطاء الخراساني فقال : ضعيفة . فقيل يحيى : إنه يقول : أنا . فقال : لا شيء ، كله ضعيف ، إنما هو كتاب دفعه إليه . (۱)

طوالات کے باعث ترجیحیں لکھ رہے لہذا اچھی عبارات کی طرف رجوع کریں۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے گمان کے برکش عطاء خراسانی ہے تو آئیے ! عطاء خراسانی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کردہ روایات کے بارے میں محدثین کی آراء دیکھتے ہیں۔

(۱) (الترمذی لشرح الجامع الصیح ۳۵۷، ۳۵۸، ۲۲/ ۲۳، وزارت الأوقاف والشؤون الإسلامية، دولة قطر)

## عطاء الخراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سننا۔

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حدثنا محمد بن الحسن قال يعني بعد امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ عطاء سمعت ابا طالب احمد بن حميد قال خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ قال احمد بن حنبل عطاء الخراسانی تمہارے کوئی چیز نہیں سئی۔ اور ابن عمر رضی اللہ علیٰ نہیں سئی۔ اور ابن عباس شینا و قد رائی لم یسمع من ابن عباس شيئاً شيئاً لکن ان سے بھی کوئی چیز عطاء ابن عمر ولم یسمع منه شيئاً۔ (۱)“

امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”عطاء الخراسانی لم يبارك ابن يعني عطاء خراسانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عباس و لم يره۔ (۲)“

امام احمد الکنائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”عطاء الخراسانی لم یسمع من ابن يعني عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عباس کوئی شیء تو پایا ہے اور نہیں اُن کو دیکھا ہے۔“

اعطاء الخراسانی لم یسمع من ابن عباس قاله الإمام احمد (۳)

امام تبلیغی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(۱) المراسيل ۱۵۶ (۵۷۵) في ترجمته، و كتاب بحر الدّم لا بن حنبل ۲۹۷ (۲۹۳) في ترجمته۔

(۲) المراسيل لأبي داود ۳۰۸ (۳۳۱) كتاب الوصايا۔

(۳) مصباح الزجاجة ۲۲۵/۳، كتاب الأضاحي۔

و كذلك رواه ابن جرير عن عطاء اور ایسے ہی اس کو ابن جریر نے عطاء الخراسانی  
الخراسانی، اور داود فی سے روایت کیا ہے امام ابو داود نے اس کو  
المراسیل لأن عطاء الخراسانی لم مراحل میں وارد کیا، کیونکہ عطاء خراسانی نے  
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نہیں پایا  
یدرك ابن عباس . (۱)  
کہی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عطاء هذا هو الخراسانی لم یدرك  
یہ عطاء خراسانی ہے اس نے حضرت ابن  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نہیں پایا۔  
ابن عباس (۲)

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں  
و عطاء الخراسانی لم یسمع من ابن  
اور عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی  
عباس شيئاً . (۳)  
اللہ تعالیٰ عنہما سے کوئی چیز نہیں کرنے۔

غیر مقلدین کی معتمد شخصیت ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں:  
.. عطاء هذا الخراسانی لم یسمع من  
لئنی عطاء خراسانی نے حضرت عبد اللہ بن  
عبد اللہ بن عمر و بن العاص شيئاً ولا  
عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کوئی چیز نہیں  
من أحد من الصحابة إلا من أنس  
کرنے اور شعی کسی اور صحابی سے سوائے ایک  
أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔  
وحدة . (۴)

(۱) (سنن الکبیری ۷/۳۷۰، تحقیق برقم ۹۸۹۲) کتاب الحج، باب المفسد لحج  
لایجد ذیح بقرة فان لم يجعلها ذیح سبعاً من الغنم).

(۲) (سنن الکبیری ۹/۳۵۶، تحقیق برقم ۱۲۷۹۲) کتاب الوصایا، باب نسخ الوصیة  
للوالدين والأقربین الوارثین).

(۳) (کتاب المجزوہین ۲/۲۵۰، ترجمہ: موسیٰ بن عبد الرحمن الصنعتی) =

امام فاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محمد بن ثور کے طریق سے اس کو "احباد مکہ" میں  
بیان کیا ہے (۱)

اور اس میں بھی وہی علیم پائی جاتی ہیں جن کا پچھلے اور اُراق میں ذکر ہو چکا۔  
اولاً:

ذکر وہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عطا خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما سے کچھ بھی نہیں سنایا تھا کہ یہ روایت منقطع ہے۔  
ثانیاً:

امام سعید رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ابن جریرؓ کی عطا خراسانی سے روایات ضعیف ہیں۔  
ثالثاً:

امام ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ابن جریرؓ نے عطا خراسانی سے اس کو نہیں سنایا بلکہ اس کے  
بیٹے عثمان سے اس کو لیا ہے اور اس میں دیکھا ہو گا۔  
پس معلوم ہوا کہ اوپر بیان کردہ محدثین کے اقوال کی روشنی میں یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے۔  
ذکر وہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ذکر وہ بالا روایت صحیح نہیں ہے۔  
یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر مخفی رہا کہ انہوں نے اس روایت میں عطا خراسانی کو عطا بن  
ابی ربان صحیح ہوئے اپنی صحیح میں بیان کر دیا۔ حقیقت میں یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی  
شراکط کے مطابق ہی نہیں تھی۔

ذکر وہ بالا بحث تو اس روایت کی سند کے حوالے سے تھی اگر ہم اس روایت کو عقلی طور

(۱) (المحلی بالآثار ۸/۲۳۲، کتاب الكتابة مسألة (۱۶۸۹))

(۱) (احباد مکہ للفاکھی جزء ۵ ص ۶۲)

پر کھتے ہیں تو بھی یہ بات ممال نظر آتی ہے۔

کیونکہ اگر بالفرض حال ہم حلیم کر لیں کہ یہ پانچوں بنت حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے نیک لوگوں کے تھے جن کی ان کی قوم عبادت کرتی تھی تو عرض یہ ہے کہ قوم نوح علیہ السلام پر جو عذاب الہی تاصل ہوا تھا یعنی طوفان نوح تو اس کے ساتھ سوائے ان لوگوں اور اشیاء وغیرہ کے جن کو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں بنایا یا رکھا تھا سب کچھ نیست و نابود ہو گیا تھا۔

پھر یہ پانچوں بنت کیسے عربوں مک بنتی گئے؟

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”یہ پانچ بنت سب سے بڑے بنت تھے پھر یہ بنت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے اہل عرب کی طرف منتقل ہوئے، پس وہ نوکلب کا ہو گیا اور رسم اسی ہمان کا ہو گیا، یخوت مذبح کا ہو گیا، یخوت مراد کا ہو گیا اور نسر حمیر کا ہو گیا اسی وجہ سے اہل عرب کو عبد و اور عبد یخوت کہا جاتا تھا، تاریخی کتب میں اسی طرح مذکور ہے اور اس پر یہ اشکال ہے کہ طوفان کے زمانہ میں تمام دنیا ملیا میٹھ ہو چکی تھی تو یہ بنت کیسے باقی تھی اور عرب کی طرف منتقل ہوئے اور یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان بتوں کو اپنے ساتھ کشتی میں لے آئے تھے، پھر انہوں نے ان بتوں کو خفاقت کے ساتھ رکھا یہاں تک کہ یہ امانت عربوں کے پاس پہنچ گئی، کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام بتوں کے محافظ نہیں تھے بت شکن تھے۔ (۱)

پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ عرب میں جن بتوں کی پرستش ہوتی تھی، یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین کی صورتوں کے مجسمے ہیں اور یہ وہی بنت ہیں جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پرستش کرتی تھی۔

(۱) (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۵۷، دار احیاء التراث العربي، بیروت ۱۹۸۱)

اب ہم صحیح بخاری شریف کے علاوہ اس بارے میں بیان کی جانے والی روایات کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ آیا صحیح بخاری شریف کے علاوہ کتب احادیث و تغایر میں کوئی الحکیم صحیح روایت ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ واقعہ اولاد صالحین کے مجسمے تھے۔

## جامع البيان المعروف تفسیر الطبری

روایت نمبر (۱)

حدثنا ابن حميد ، قال: ثنا مهران ، بنسن ذکور محمد بن قيس رحمه اللہ علیہ ﷺ و بیوق  
عن سفیان ، عن موسی ، عن محمد بن قيس رحمه اللہ علیہ ﷺ و نسرانہ کے تحت فرماتے ہیں: یہ اولاد آدم  
علیہ السلام میں سے نیک لوگ تھے اور ان کی  
اتباع کرنے والے بہت سے لوگ تھے، پس  
جب یہ بندگان خداوفات پا گئے تو ان کے وہ  
اصحاب جو ان کے پیروکار تھے، انہوں نے کہا  
اگر ہم ان کی تصاویر بنالیں تو ہم میں زیادہ  
شوق پیدا ہو گا عبادت کرنے کے لئے، جب  
ہم ان کا ذکر کریں گے۔ پس انہوں نے ان  
کی تصاویر بنالیں تو جب وہ فوت ہو گئے اور  
دوسرا آگئے تو ایلیس نے ان کے دلوں میں  
یہ بات ڈال دی کہ (تمہارے آبا اجداد) وہ  
ان کی عبادت کرتے تھے اور انہی کے سبب وہ

عن سفیان ، عن موسی ، عن محمد بن قيس رحمه اللہ علیہ ﷺ و بیوق و نسرانہ ہی قال:  
کانوا قوما صالحین من بني آدم  
و كان لهم اتباع يقتدون بهم فلما  
ماتوا قال: أصحابهم الذين كانوا  
يقتدون بهم: لو صورناهم كان أشرف  
لنا إلى العبادة إذا ذكرناهم  
فصوروهم ، فلما ماتوا وجاء آخرون  
دب إليهم إيلیس فقال: إنما كانوا  
يعبدونهم وبهم يسكنون المطر  
فعبدوهم . (۱)

(۱) (الجامع البيان في تأويل القرآن ۱۲/ ۲۵۳، تفسیر سورۃ نوح (۳۵۰۲۷)

ہارش دیے جاتے تھے تو بعد والے ان کی  
عبادت کرنے لگے۔

اس روایت کی صد کے روایوں کے بارے میں طاحدہ فرمائیں:

راوی نعیر (۱) :

محمد بن حمید بن حیان الرازی، أبو عبد الله الرازی.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

لئنی اس میں نظر ہے۔  
،، فیہ نظر، (۱)۔

حافظ ذمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں :

لئنی یہ ضعیف ہے، یعقوب بن شیبہ نے کہا  
... وہ ضعیف۔ قال یعقوب بن شیبہ: کہ بہت زیادہ مکر روایات والا ہے، اور امام  
کثیر المناکیر۔ وقال البخاری: فیہ  
بخاری نے کہا اس میں نظر ہے، اور ابو زرعة  
نظر۔ وکذبہ ابو زرعة۔ وقال  
فضلک الرازی: عندی عن ابن  
حید خمسون الف حدیث، ولا  
نے اس کی تکذیب کی ہے، اور فضلک الرازی  
نے کہا کہ سرے پاس ابن حمید کی پچاس ہزار  
احادیث ہیں لیکن میں اس سے کوئی حرفاً بھی  
احدیث عنہ بحرف۔ ... قال علی بن  
بیان نہیں کرتا، علی بن مہران کہتے ہیں کہ محمد بن  
مہران: سمعہ محمد بن حمید منی و  
عن الکوسج۔ قال: أشهد أنه كذاب،  
گوای دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے، اور صالح  
وقال صالح جزرة: كانوا منهم این  
جزرة نے کہا کہ ہم ابن حمید کو ہر چیز میں مبتهم  
حمید فی کل شیء یحدثنا ما رأیت

(۱) (التاریخ الکبیر ۱/۷۱، ۷۲، ۷۴۲) ترجمۃ: محمد بن حمید أبو عبد الله الرازی

اجرا على الله منه، كان يأخذ أحاديث  
الناس فيقلب بعضه على بعض . وقال  
ابن خراش : حدثنا ابن حميد و كان  
والله يكذب . وجاء عن غير واحد أن  
ابن حميد كان يسرق الحديث .  
وقال النسائي : ليس بثقة . وقال  
صالح جزرة : ما رأيت أحذق  
بالكذب من ابن حميد.... (1)  
لے ابن حمید سے بڑھ کر جھوٹ میں ماہر کوئی  
نہیں دیکھا۔۔۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”حافظ ضعیف“ (2)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں ”تهذیب التهذیب“ میں لکھتے ہیں :  
...وقال الجوز جانی : ردیء المنہب اور امام جوز جانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ روی  
غیر ثقة . قال صالح بن محمد ندحبا ولا غير ثقة تھا ، صالح بن محمد اسدی  
الاسدی کان کل ما بلغه عن سفیان نے کہا کہ جو کچھ بھی اس کو سفیان سے پہنچا دے  
یحییلہ علی مهران ، وما بلغه عن مهران پر موقوف ہے اور جو اس کو منصور سے

(1) (میزان الاعتدال ۶/۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۳۵۹)، وفي نسخة ۳/۵۳۰، ترجمة: محمد بن حمید الرازی).

(2) (تقریب التهذیب ۲/۱۶۵، ترجمة: محمد بن حمید بن حیان الرازی).

منصور پھیلہ علی عمر بن ابی قیس پر موقوف ہے، پھر  
فیں نم قال : کل شیء کان یحدلا کہا کہ ابن حمید ہم سے جو بھی بیان کرتا ہم اس  
ابن حمید کا تھمہ فیه..... (۱) میں تھی اس کو تمہم قرار دیتے تھے۔

**راوی نمبر (۲) :**

### مهران بن ابی عمر.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:  
فی حدیث اضطراب (۲). اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:  
صادق إلا أن أكثر روایته عن مسیان سچا ہے مگر مسیان سے اس کی اکثر روایات  
خطاء ہیں یہ عثمان نے کہا۔  
خطا قاله عثمان. (۳)

امام ذمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

**وقال النسائي :** ليس بالقوى . وقال اور امام نسائی نے کہا کہ قوی نہیں ہے، حسین

(۱) (تهذیب التهذیب ۵/۵۳۷ تا ۵۳۸)

وانظر: تهذیب الكمال ۲۵/۱۰۰ تا ۱۰۸ ، المختصر في الضعفاء ۵/۲۳ ، والضعفاء  
والمتروكين لإبن الجوزي ۳/۵۳ ، والتاريخ بغداد ۲/۲۵۹ تا ۲۶۳ ، والضعفاء الكبير  
للعقيلي ۲/۲۱ (۱۲۱۲) والجرح والتعديل ۷/۲۳۲ والمحرومین لإبن حبان ۲/۳۰۳ ،  
والواهبي بالوقایات ۳/۲۸ ، والسرير اعلام النبلاء ۸/۲۹۳ ، ۲۹۴ ، وغيرهم . ترجمة:  
محمد بن حمید بن حیان، ابو عبد الله الرازی .

(2) (التاريخ الكبير ۷/۳۰۳ (۱۸۸۱)، ترجمة: مهران بن ابی عمر الرازی .

(3) (تاریخ اسماء الشفافات ۱۳۶۹ (۳۱۵)، ترجمة: مهران بن ابی عمر الرازی .

الحسين بن حسن الرازى عن ابن حسن رازى ابن معين سے روایت کرتے  
معین کتب عنہ و کان شیخا مسلما ہیں کہ میں اس سے لکھتا تھا اور وہ مسلمان شیخ  
و عنده غلط کثیر فی حدیث سفیان تھا اور سفیان کی احادیث میں اس کے پاس  
وضعه ابراہیم بن موسی الفراء۔ بہت غلطیاں تھیں۔ اور ابراہیم بن موسی فراء  
اس کی تصحیح کرتے تھے۔ (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقال البخاری سمعت ابراہیم بن اور امام بخاری نے کہا کہ میں نے ابراہیم بن موسی سے سنا، وہ مهران کی تصحیح کرتے اور فرمایا: اس کی حدیث میں اضطراب ہے، اور ابو الحسن الحاکم نے کہا کہ یہ آن کے نزدیک مضمون تھیں ہے، اور امام ساقی نے کہا کہ اس کی حدیث میں اضطراب ہے، اور یہ اکثر امام ثوری اور ان کے اصحاب سے روایت کرتا ہے اور امام عقلی نے فرمایا: ثوری سے روایت کردہ احادیث میں اس کا کوئی متابع نہیں۔

لیس بالمعتین عندهم وقال الساجی في حديثه إضطراب وهو من أكثر أصحاب الثورى عنه رواية وقال العقيلي: روى عن الثورى أحاديث لا يتابع عليها... (۲)

(۱) (ميزان الاعتدال ۶/ ۵۳۴ (۸۸۳۵)، ترجمة: مهران بن أبي عمر الرازى المطار).

(۲) (تهذیب التهذیب ۶/ ۳۳۸ (۸۱۶۸)، ترجمة: مهران بن أبي عمر المطار، ابو عبد الله).

وانظر: الضعفاء الصغير للبخاري ۱/ ۱۱۱ (۳۶۶)، الضعفاء الكبير للعقيلي ۲/ ۲۲۹ (۱۸۲۰)

(الکامل فی الضعفاء لابن عدی ۲/ ۳۶۲ (۱۹۳۲)، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ۳/ ۱۳۳ (۳۲۳۶)، الكافش ۲/ ۵۶۶ (۳۰۰)، تهذیب الکمال =

۵۹۶/ ۲۸)

راوی نمبر (۲) :

موسیٰ، هو بن عبیدة بن نشیط الزبدي أبو عبد العزیز  
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

ابو عبد العزیز المدنی ضعیف .. (۱) ابو عبد العزیز مذکور ضعیف۔

امام سلم رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

ضعیف حدیث والا ہے۔ ضعیف حدیث «(۲)»

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

یعنی مکرر الحدیث ہے۔ منکر الحدیث (۳)

امام احمد بن خبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

یعنی مکرر الحدیث ہے۔ اور سمجھی نے کہا کہ کوئی منکر الحدیث (۴)

وقال بحییٰ : لیس بشیٰ و قال مرتباً ضعیف ، اور ایک

چیز نہیں ، اور ایک بار کہا: ضعیف ، اور ایک ضعیف و قال مرتباً لا یحتج بحدیثه و

مرتبہ کہا: اس کی حدیث سے احتجاج نہیں قال مرتباً لیس بالکل نوب ولکھ رہی

کیا جائے گا ، اور ایک بار کہا کہ جو دو نہیں احادیث مناکیر و قال أبو حاتم الرازی اور لیکن اس کی احادیث مکرر ہیں ،

= ۵۹۷ ، کتاب الفقایہ لابن حبان ۷ / ۵۲۳ ، والجرح والتعديل لابن ابی حاتم

(وغيرہم) ۳۰۱ / ۸

(۱) (قریب ۲۹۰ / ۲)، ترجمۃ: موسیٰ بن عبیدة بن نشیط، ابو عبد العزیز المدنی۔

(۲) (الکھیٰ ۶۳۹ (۲۶۰۱))

(۳) (التاریخ الکبیر ۷ / ۱۶۸) (۱۲۳۲) ترجمۃ: موسیٰ بن عبیدة بن نشیط، ابو عبد العزیز

(۴) (التاریخ الاوسط للبغاری ۲ / ۱۹۱) (۱۷۴) والضھفاء الصغیر ۱ (۳۳۵)۔

منکر الحدیث، و قال علی بن الجنید اور ابو حاتم رازی نے کہا: منکر الحدیث، اور علی متروک الحدیث، و قال السائی بن جنید نے کہا کہ متروک الحدیث، اور نسائی والدارقطنی ضعیف۔ (۱)

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع البیان“ میں اس آیت کی تفسیر میں کئی روایات بیان کی ہیں لیکن ان کی تفسیر میں صرف ایک بھی روایت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہ نیک و صالح لوگوں کے مجسمے تھے جن کو بعد میں معین و بنالیا گیا۔

جب کہ مذکورہ بالا اقوال محدثین سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اس روایت کے دو راوی ضعیف ہیں اور ایک پرجھوٹ کی تہمت ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت سخت ترین ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے۔ اسی طرح امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت لیکی بیان کی ہے جس میں ”وَ“ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان نیک آدمی تھا، تو آئیے اس روایت کو سند و متن کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) (الضعفاء والمترؤكين ۳/۱۳۷ (۳۶۱)).

وانظر: ميزان الاعتدال ۲/۵۵۱ (۸۹۰۲) و الكامل في الضعفاء لابن عدي ۲/۳۳۳ و كتاب الضعفاء لأبي نعيم ۱۳۵ (۲۰۲) و الكشف العثث ۲۹۶ (۷۹۶) (۱۸۱۳) والضعفاء الكبير للعقيلي ۳/۱۶۰ (۱۴۳۲) والمحرومون لابن حبان ۲/۲۳۳ (۹۰۷) تهذيب التهذيب ۱/۱۷۰ (۳۶۲) و ۱۰/۳۱۸ (۳۶۲) والجرح والتعديل ۸/۱۵۱ (۲۸۶)، وغيرهم . ترجمة: موسى بن عبيدة بن نشيط ، أبو عبد العزيز الزبيدي).

## تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن أبي حاتم

حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ مُنْصُورٍ، (هُوَ بِسْمِهِ مَذْكُورِ الْبَاطِرِ) نَفَرَ نَازٌ بِزَعْدٍ رَبِّهِ تَحْتَ كُسْكَيْنَ نَفَرَ يَزِيدُ بْنُ الْبَرْمَادِيِّ، حَدّثَنَا الْعَسْنُ بْنُ مُوسَى، جَعْفَرُ نَازٌ بِزَعْدٍ رَبِّهِ تَحْتَ كُسْكَيْنَ نَفَرَ يَزِيدُ بْنُ الْبَرْمَادِيِّ، حَدّثَنَا الْعَسْنُ بْنُ مُوسَى، مَهْلَبٌ كَوْذَكَرِيَا، جَبَ آپَ نَازَ سَقَارَغَهُ وَهُوَ الْأَدِيبُ أَبُو عَلِيِّ الْبَهْدَادِيِّ فَاضِيٌّ طَرِسَانٌ، حَدّثَنَا يَعْقُوبٌ، (هُوَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقَمِيِّ) عَنْ أَبِي الْمَطَهَرِ قَالَ ذَكَرُوا عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ وَهُوَ قَامٌ يَصْلِي يَزِيدُ بْنَ الْمَهْلَبَ قَالَ: فَلَمَّا إِنْفَتَلَ مِنْ صَلَاهَهُ قَالَ: ذَكَرْتُمْ يَزِيدَ بْنَ الْمَهْلَبَ اِمَا إِنْهُ قُتِلَ فِي أَوَّلِ أَرْضِ عَبْدِ فِيهَا غَيْرَ الرَّبِّ قَالَ: لَمْ ذَكَرْ وَدَا قَالَ: وَكَانَ وَدَ رَجُلًا مُسْلِمًا وَكَانَ مُحِبًا لِلنَّاسِ فَلَمَّا كَوَافَّ قَبْرُهُ فِي أَرْضِ بَابِلِ وَجَزَعُوا عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى إِبْلِيسَ جَزَعُهُمْ عَلَيْهِ تَشَبَّهَ فِي صُورَةِ إِنْسَانٍ، لَمْ قَالَ: إِنِّي أَرَى جَزَعَكُمْ عَلَى هَذَا الرَّجُلِ، فَهَلْ لَكُمْ أَنْ أَصُورَ لَكُمْ مِثْلَهُ فَيَكُونُ فِي نَادِيكُمْ فَتَذَكَّرُونَهُ؟ قَالُوا: نَعَمْ، فَصَوَرُهُمْ مِثْلَهُ قَالَ: أَنَّكُمْ لَنَّكُمْ أَسَى كُلِّ شَيْءٍ مِنْ صُورَتِي بَعْدِي -

ووضعه فی نادیهم وجعلوا یلد کرونه . اس نے کہا: رکھ لواس کو اپنی مجلس میں اور یاد کیا کرو، پس جب اس نے دیکھا کہ باتی کے پاس کوئی چیز نہیں جس کو وہ یاد کریں تو اس نے کہا: کیا میں تمہارے ہر ایک کے لئے اس کی مثال نہ بیادوں؟ پس وہ اس کے گرمیں ہوتا وہ اس کو یاد کرتے رہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے، تو اس نے اس کی شل ہر گرے کے لئے تیشل بنا دی، پس وہ خوش ہو گئے اور ان کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ فرمایا: پس ان کی اولاد نے جب ان کو دیکھا تو انہوں نے بھی دیے ہی کرتا شروع کر دیا اور وہ نسل در نسل اس کا ذکر کرتے آئے یہاں تک کہ انہوں نے اس بت کو اپنا معبود بنالیا، اور اس کی اللہ کے سوا عبادت کرنی شروع کر دی اُن کی اولاد کی اولاد نے۔ پس یہ وہ پہلا تھا جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی گئی۔ اس بت کا امام انہوں نے "وَد" رکھا۔

اس روایت میں ایک راوی یعقوب بن عبد اللہ الحنفی ہے جس کی توثیق بھی کی گئی ہے اور

(1) (تفسیر ابن ابی حاتم ۱۰/۲۵۷۴، ۳۳۷۶ (۱۸۹۹ھ)) تفسیر سورۃ نوح۔

اس پر جرح بھی کی گئی ہے۔  
یعقوب بن مہدی اللہ اور ابوبکر بن علی بن احسین سے ثابت ہو۔  
ملاقات یعقوب بن مہدی اللہ اور ابوبکر بن علی بن احسین سے ثابت ہو۔

پس یہ راوی مجہول ہے اور مجہول راوی کی وجہ سے غیر مقلدین کے پاکستانی محدث و  
ڈیہی رہنماء حافظ زیر علیہ کی نے "اصول حدیث کی بعض اصطلاحات اور ان کا تعارف"، کروائے  
ہوئے تکھاکر:

"مجہول: جس راوی کا شہ (قاںل اعتماد) اور صدق (چھا) ہونا معلوم نہ ہو وہ مجہول کہلاتا ہے۔  
مجہول کی دو قسمیں ہیں (۱) مجہول احسین (۲) مجہول الحال یعنی مستور۔ مجہول احسین ہو یا مجہول  
الحال دونوں کی بیان کردہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (۱)

ایسا طرح علیہ کی صاحب اور کسی غیر مقلدین نے کئی مقامات پر روایات کو صرف کسی  
راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

لہذا غیر مقلدین کے علیہ کی صاحب کے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ روایت جہالت راوی کی  
وجہ سے ضعیف قرار پائی۔

پھر اس میں ایک راوی یعقوب بن عبد اللہ قبیلی بھی ہے جو کہ مخالف فیہ ہے۔ اگر ابوبکر  
کی تعدل و توئیش اور ملاقات ہابت بھی ہو جائے تب بھی یہ روایت اس سند سے صحیح ٹابت نہیں  
ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔

**کیا یہ حضرت آدم یا شیث علیہما السلام کے بیٹھے تھے؟**  
 وہ روایات جن میں یہ ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹھے تھے یا حضرت شیث علیہ السلام کو  
 نیود، اور ہبہ اللہ کہا جاتا تھا، یا یہ حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹھے تھے وغیرہ وغیرہ۔ ان سے بھی  
 یہ باور کروانے کی کوشش کی جاتی ہے یہ لوگ صالحین ہیں جن کے بت بنائے گئے اور بعد میں ان  
 کی عبادت ہونے لگی۔

پس ہم اس بارے میں بیان کی جانے والی روایات کا بھی جائزہ لیتے ہیں کہ ان کی فی  
 حیثیت کیا ہے۔

### تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیث علیہ السلام کے ترجیح میں حضرت ابن عباس رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہما سے مندرجہ ذیل سند و متن سے روایت کی ہے:

آخرنا ابو الحسن علی بن برکات بن	بند مذکور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
ابراهیم الخشوی فی کتابه نا ابو	تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ
بکر احمد بن علی بن ثابت ، انا ابو	السلام کے چالیس بچے تھے، جن میں بیس
الحسن محمد بن احمد بن محمد ،	بیٹیاں اور بیکس بیٹے تھے، ان میں سے جنہوں
ابن اعثمان بن احمد بن عبد اللہ ، و	نے طویل عرس پائیں وہ ہائل ، قاتل ،
احمد بن سیدی بن الحسن ، قال :	صالح ، عبد الرحمن وہ جن کا نام عبد المارث تھا
ثنا الحسن بن علی القطان ، نا اسماعیل	اور ”وو“ ”وو“ کوئی شیث اور ہبہ اللہ کہا جاتا
بن عیسیٰ العطار ، انبیاء اسحاق بن	تھا۔ اور تمام بھائیوں کی سیادت ان کے پرورد
بشر قال : وَاخْبَرَنِی جُوبِرْ وَمَقَاتِلْ ،	تھی، اور ان کے بیٹے سوائے ، یغوث ،

عن الضحاك ، عن ابن عباس أنه قال يعوق ، اور نسر تھے انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ  
 ولد آدم اربعون ولدا : عشرون غلاما  
 نے ان کو حرم دیا کہ ان کے نکاح میں تنزیت  
 کریں ، ایک جوڑے کی بہن دوسرے  
 جوڑے کے بھائی سے ، اور دوسرے کی پہلی  
 منہم : هابیل ، وقابل ، صالح ،  
 وعبد الرحمن ، فاللذی کان سماه  
 کے ساتھ۔  
 عبد الحارث ، وود و کان و دیقال له  
 شیث ، ویقال : هبۃ اللہ ، و کان إخوته  
 قد مسودہ ، و ولد لہ سواع ، و یغوث ،  
 و یعوق ، و نسرا قالوا : یا سنا دهم ان  
 اللہ امرہ ان یفرق بینہم فی النکاح ،  
 اخوت هذا من هذا و اخوت هذا من  
 هذا . (۱)

اوّلاً: اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:  
 راوی نمبر (۱)

اسحاق بن بشرين محمد بن عبد الله، أبو حذيفة البخاري

امام عقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھول ہے اور مکر روایات بیان کرتا ہے۔ (۲).

(۱) (تاریخ دمشق الكبير ۲۴۳/۲۴۳)

(۲) (کتاب الصحفاء الكبير ۱۱۳/۱۱۳)

امام ابن عذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**قال الشیخ:** وہذه الأحادیث مع  
غیرها معاً برویہ إسحاق بن بشر هذا  
غیر محفوظة كلها، وأحادیثه منكرة اما  
إسناداً أو متن، لا يتابعه أحد عليها . (1)  
امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
او راس پر اس کا کوئی متابع نہیں۔

یعنی یہ محمد بن اسحاق بن سیار... اور آخر  
العلم کی ایک جماعت سے باطل احادیث  
روایت کرتا ہے اور احمد بن سیار بن ایوب  
سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ بخاری شیخ  
تحا، اس کو ابو عذیفہ اسحاق بن بشر قرقشی کہتے  
ہیں اور اس نے ابتدائے غلق پر ایک کتاب  
لکھی تھی اور اس میں ایک احادیث بیان کی  
ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، اور جب اس  
پر وہ روایات جیش کی جاتیں جو وہ ان لوگوں  
سے روایت کرتا تھا جن کو اس نے نہیں پایا، یا  
آن کی مشی، پس جب اس سے سوال کیا جاتا  
کہ تو نے ان کو کہاں پایا ہے؟ اور وہ ان سے

حدث عن : محمد بن إسحاق بن  
سیار ... وخلق من أئمۃ أهل العلم  
أحادیث باطلة ... وعن احمد بن  
سیار بن ایوب يقول : وکان بیخاری  
شیخ بقال له أبو حذیفة إسحاق بن  
بشر القرشی ، وکان صنف فی بدء  
الخلق كتاباً وفیه أحادیث لیست لها  
أصول وکان یعرض فیروی عن قوم  
لیسوا من بدر کهم مثله فإذا سأله  
عن آخرین دونهم یقول ومن این  
ادركت هؤلاء؟ وهو بروی عن  
فروقهم او كانت فيهم غفلة، مع انه

ہزن بحفظ وسمعت اسحاق بن  
منصور يقول : لدم علينا ه هنا ، و كان  
يحدث عن ابن طاوس و رجال كبار  
من التابعين ممن ماتوا قبل حميد  
الطويل قال : فقلنا له : كجت عن  
حميد الطويل ؟ قال : ففزع فقال :  
جتنم تخررون بي؟ حميد عن أنس  
جذري لم يلق حميدا . قال : فقلنا :  
انت تروي عن مات قبل حميد  
بكذا وكذا سأة قال : فلعلنا ضعفه ،  
وأنه لا يعلم ما يقول . ... عن عبد الله  
بن علي المديني قال : سمعت أبي  
يقول : أبو حذيفة الخراساني كذاب  
كان يحدث عن ابن طاوس . قال :  
فجاءوا إلى ابن عيينة فأخبروه بستة  
فإذا ابن طاوس مات قبل أن يولد .  
.. عن أبي الفتح محمد بن الحسين  
الأزدي قال : إسحاق بن بشر أبو  
حليفة متروك الحديث .

اوپر والوں سے بیان کرتا، اور اس میں غفلت  
تھی اس کے ساتھ کہ وہ سوچنے کا مریض تھا،  
اور میں نے اسحاق بن منصور کو کہتے ہوئے سنا  
وہ کہتے تھے: جب وہ ہمارے پاس آتا اور وہ  
ابن طاوس اور تابعین میں سے کبار رجال  
سے جو کہ حید الطولی سے پہلے فوت ہو گئے  
تھے بیان کرتا فرمایا ہم نے اس سے کہا تو حید  
الطولی سے لکھتا ہے۔ فرمایا: گھبرا کر کہنے کا  
کتم مجھ سے مذاق کرتے ہو، حید حضرت  
أنس سے روایت کرتے ہیں جبکہ میرے دادا  
بھی حید سے نہیں ملے، فرمایا ہم نے کہا کہ تو تو  
ان سے روایت کرتا ہے جو حید سے بھی پہلے  
 فلاں فلاں سال میں فوت ہو گئے۔ کہا: پس  
ہم نے اس کے ضعف کو جان لیا اور بے شک  
وہ حکہتا ہے اس کو جانتا نہیں۔ عبد الله بن علي  
مدینی سے روایت ہے، فرمایا: میں نے اپنے  
والد سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابو حذيفة خراسانی  
جموٹا ہے، وہ ابن طاوس سے بیان کرتا ہے،  
فرمایا پس وہ ابن عینہ کے پاس گئے تو اس

ساقط رمی بالکذب . . . عن ابو کے سن کی خبر اُن کو دی، جب کہ اُن طاؤں تو  
الحسن الدارقطنی قال : إسحاق بن اُس کی پیدائش سے بھی پہلے فوت ہو گیا تھا،  
ابو حذیفة محمد بن حسین ازدی سے روایت ہے  
بشر أبو حذيفة متروک الحديث .  
(1)  
فرمایا اسحاق بن بشر متروک الحديث، ساقط  
مہم بالکذب ہے ، ابو الحسن دارقطنی سے  
روایت ہے، فرمایا: اسحاق بن بشر ابو حذیفہ  
متروک الحديث ہے۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی کسی نے دارابجردی کی متابعت نہیں کی ابو  
حذیفہ کی توپیں کرنے میں ۔۔۔ مسلم بن حجاج  
سے روایت ہے کہ ابو حذیفہ اسحاق بن بشر  
بخاری کی حدیث کو لوگوں نے ترک کر دیا تھا  
ابو بکر خطیب سے روایت ہے، فرمایا: اسحاق  
بن بشر ابو حذیفہ صاحب ، البتداء والفتح  
--- اس کی تصانیف اس سے صرف اسماعیل  
بن عیسیٰ بغدادی العطار نے بخاریوں میں سے  
روایت کی ہیں، اور وہ غیر ثقہ ۔۔۔ (2)  
من البخاريين ، و كان غير ثقة .

(1) (تاریخ بغداد ۵/۲۳۵، ۲۳۶۹) بتصرف ترجمة اسحاق بن بشر ابو حذیفہ

(2) (تاریخ مدینۃ دمشق ۸/۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹) بتصرف ترجمة اسحاق بن بشر

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی شیخ، عالم، قصر کو ضعیف، تالف، کتاب  
الشیخ، العالم، القصاص، الضعیف  
التالف... مصنف کتاب (المبتداء)  
و هو کتاب مشہور فی مجلدین،  
یتقل منه ابن جریر فعن دونه، حدث  
فیه بیلاجا و موضوعات... قلت: لا  
یفرح بتعليق هذا الرجل، فالحادیث  
کما تشاهد باطل. قال مسلم: أبو  
حدیفة تركوا حديثه. وقال ابن  
المديني: كذاب، كان يحدث عن  
ابن طاوس. وابن طاوس مات قبل أن  
يرلد. وقال الدارقطنی: مترك  
الحادیث. وقال احمد بن سیار:  
یروی عمن لم یدرك، وکان یزن  
بحفظ. وقال ابن حبان: کان یضع  
الحادیث على الثقات... (۱)

لہی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
صاحب المبتداء، مجمع علی ترکه،

(۱) میر اعلام النبلاء ۷/ ۲۷۳، ۲۷۴ (۱۶۲۶) (ابو حدیفہ البخاری، إسحاق بن بشر)

وقد اتهم بالکذب ، وقال المدینی: ایجاد ہے اور تحقیق متم ہے جھوٹ کے ساتھ کذاب . (1)

”میزان الاعتدال“ میں فرماتے ہیں:

اس کو ترک کر دیا گیا تھا اور علی بن مدینی نے ترکوہ، وکذبہ علی بن المدینی  
اس کی بحذیب کی ہے اور ابن حبان نے کہا: وقال ابن حبان: لا يحل كثب حديثه  
اس کی روایت کو تجرب کے علاوہ لکھا حلال  
الدارقطنی: كذاب متروك. قلت: يبروي العظام عن ابن إسحاق و ابن  
جربج والشوري .. تفرد  
الدارابجردي بتوثيق أبي حذيفة فلم  
يلتفت إليه أحد لأن أبي حذيفة بين  
الأمر لا يخفى حاله على العيان  
نہیں، اور دارقطنی نے کہا: جھوٹا متروک  
ہے۔ میں کہتا ہوں وہ خطرناک تم کی روایات  
ابن اسحاق، ابن جربج اور ثوری سے روایت  
کرتا ہے، اور ابو حذیفہ کی توثیق کرنے میں  
دارابجردی اکسلے ہیں۔ پس کسی نے بھی اس  
کی طرف التفات نہیں کیا، کیونکہ ابو حذیفہ  
 واضح معاملہ والا ہے اس کا حال نامیں پر بھی  
مخالف نہیں۔

(2).

”دیوان الضعفاء والمتروکین“ میں فرماتے ہیں:  
”متروک متم ہے۔“ (3).

(1) المفتی في الضعفاء ١ / ١٠٦ (٥٣٥) ترجمة: إسحاق بن بشر، أبو حذيفه البخاري

(2) (میزان الاعتدال ١ / ٣٢٤، ٣٢٥ (٢٣٠) ترجمة: إسحاق بن بشر، أبو حذيفه البخاري

(3) (دیوان الضعفاء والمتروکین ١ / ٧٢ (٣٢٣)، ترجمة: إسحاق بن بشر.)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس کو ترک کر دیا گیا تھا اور علی بن مدینی نے اس کی تکذیب کی ہے اور ابن حبان نے کہا: اس کی روایت کو تعجب کے علاوہ لکھا حلال نہیں، اور دارقطنی نے کہا: جھوٹا متروک ہے۔ میں کہتا ہوں وہ خطرناک قسم کی روایات این اسحاق، این جرج اور شوری سے روایت کرتا ہے، اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا جھوٹا ہے، اور نقاش نے کہا: حدیث وضع کرنے والا، اور ابن جوزی نے موضوعات میں کہا: اس پر اجماع ہے کہ یہ جھوٹا ہے، اور خلیل نے "الارشاد" میں کہا کہ وضع حدیث سے تمم ہے۔

وقال ابن حبان: لا يحل كتب حديثه إلا على جهة التعجب. وقال الدارقطني: كذاب متروك. ثلث يروي العظام عن ابن إسحاق و ابن جرير والثوري ..... وقال أبو بكر بن أبي شيبة: كذاب. قال النقاش: يضع الحديث. وقال ابن الجوزي في الموضوعات: أجمعوا على أنه كذاب. وقال الخليل في الارشاد: إنهم يوضع الحديث. (1)

امام ابن عمار خلیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسماعیل بن خالد سے اور این جرج اور کبار سے روایت کرتا ہے، پس اکثر دادر اور لائیقی سے روایت کرتا ہے، پس اس کو ترک کر دیا گیا۔

روی عن اسماعیل بن خالد، و ابن جریر، والکبار، فاکر و اغرب، و ائمۃ بالطامات، فترکوہ. (2)

(1) (لسان المیزان ۱/۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۲)، ترجمہ: اسحاق بن بشر.

(2) (شعرات النسب ۹۰/۲، وفیات: سنۃ ۲۰۶)

وانظر: (معجم الأدباء للیاقوت الحموی ۲/۱۶۲، ۱۶۳، ۲۲۳)، کتاب الواقی =

رأوى نمبر (۲) :

### إسماعيل بن عيسى البغدادي العطار

گو کہ امام ابن حبان اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہما نے اس کی توثیق کی ہے لیکن ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

امام ذمہ دار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”لئن ازدی نے اس کی تضعیف کی ہے اور اس کے غیر نے اس کی تصحیح کی ہے، وہ، ”المبتداء“ عن أبي حذيفة البخاری . (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ضعفه الأزدي وصلاحه غيره“ اس کی امام ازدی نے تضعیف اور اس کے غیر نے اصلاح کی ہے۔ (2) ...

رأوى نمبر (۳) :

### على بن برکات بن إبراهيم الغشوعي .

= بالوفيات ۲۶۳/۸ (۱۵۱۱)، الضعفاء والمتروكين للدارقطني ۶۱، الإرشاد للخليلي ۹۵۳/۳ (۸۸۹)، المجموعين لا بن حبان ۱/۱۳۵، الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي ۱/۹۹ (۳۰۷) .

(۱) ميزان الاعتلال ۱/۳۰۵ (۹۲۵) ترجمة، إسماعيل بن عيسى العطار .

(۲) لسان الميزان ۱/۶۵۷ (۱۲۳۹) ترجمة، إسماعيل بن عيسى العطار .

وانظر: تاريخ بغداد ۶/۲۲۹ (۳۲۹۳) ، الثقات لإبن حبان ۸/۹۹ ، الجرح والتعديل ۱/۱۹۱ (۱۳۹) .

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وكان حملاً في فنادق الطعام، ولم اور بہت زیادہ کھانا اٹھانے والا اور اس  
یک سنحدیث من شانہ . وحکی لی  
کا مرتبہ حدیث بیان کرنا نہیں، اور مجھ سے  
اس کے بیٹے نے بیان کیا کہ حام میں بغیر  
اینه : انه کان يدخل العمام بغیر  
تہبند کے داخل ہو جاتا تھا۔  
منزدرو (۱)

مندرجہ بالا اقوال محدثین سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ روایت سخت ضعیف ہی نہیں  
بلکہ موضوع ہے۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ یہ مندرجہ ذیل سند و متن کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

بسند ذکر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرمایا کہ یہ حضرت  
آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے، وہ، سواع  
یقوث، یعقوق، اور نسر۔ سب سے بڑا یقوث  
تھا، پس حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا:  
اے میرے بیٹو! چلے جاؤ، اگر کوئی فرشتوں  
میں سے ملے تو اس کو کوہ میرے لئے جست  
سے کھانے پینے کا اہتمام کرے، پس وہ جل  
پڑا تو کعبہ کے پاس اس سے جراحتیں علیہ

،آخرنا ابو البر کات عبد الوهاب  
بن المبارک الحافظ، أنا أحمد بن  
الحسن المعدل قالا: أنا أبو القاسم  
عبد الملك بن محمد، أنا محمد بن  
أحمد بن الحسن، أنا محمد بن  
عثمان بن أبي شيبة، نا المنجاش بن  
الحارث، أنا عبد الرحمن بن مالك  
بن مغول عن عبد الله بن مسلم بن  
هرمز عن سعيد بن جبیر عن ابن

(۱) (تاریخ دمشق الکبر ۲۸۰/۳۱) ترجمۃ: علی بن برکات بن ابراہیم۔

عباس قال : كان لآدم عليه السلام : السلام كي ملاقات هولى توأس نے اس کے بنون و دوسرا و بیغوث و بیعرق و بارے میں سوال کیا اور جبراکل نے کہا : نسر ، فكان أكيرهم يغوث فقال له : و اپس پڑے جاؤ تمہارا باپ فوت ہو چکا ہے ، پس وہ واپس لوٹا تو اس نے اپنے باپ کو اس حال میں پایا کہ وہ وفات پاچکے تھے۔ فرمایا : جبراکل عليه السلام ان کے پاس ان کی توفیت کے لئے کفن اور بخورات اور بیری کے پتے لے کر آئے ، پھر فرمایا : اے آدم کے بیٹو! کیا تم نے دیکھا جو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ کیا ہے ، پس تم اپنے مردوں کے ساتھ ایسا کرنا ، تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور خوشبو کاٹی ، پھر کعبہ کی طرف اٹھا کر لے گئے ، پس جبراکل عليه السلام کو حکم ہوا کہ ان پر نماز جازہ پڑھائیں ، پس اس دن سے جبراکل عليه السلام کی فضیلت تمام فرشتوں پر ظاہر ہو گئی ، پس جبراکل عليه السلام نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں ، اور ان کو آٹھا کر قبلہ کے پاس لے گئے اور ان کو مسجد خیف میں دفن کر دیا

یا بنتی انطلق فان لقيت أحدا من الملائكة فمره بجنتي بطعم من الجن و شراب من شرابها ، قال : فانطلق فلقى جبريل عليه السلام بالكتبه فسأله ذلك ، قال : ارجع فان أباك يموت ، فرجعا فوجدها موجود بنفسه قال : فوليه جبريل فجاءه بكفن و حنوط و سدر ثم قال : يا بنتي آدم اترون ما أصنع بابيكم فاصنعوه بسموتاكم ، فغسلوه وكفنه و حنطوه ثم حملوه إلى الكعبة فامر جبريل يصلى عليه ، فعرف فضل جبريل يومئذ على الملائكة فكبر عليه اربعاء ، ووضعوه مما يلى القبلة عند القبور ودفنه في مسجد الخيف . (1)

(1) (تاریخ مدینۃ دمشق ۷/۳۵۸، ترجمۃ : آدم نبی اللہ یکنی ابا محمد )

اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

راوی نمبر (۱)

عبدالله بن مسلم بن هرمز

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال أَحْمَدُ: لِسْ بَشِيٌّ ضَعِيفٌ  
أَوْ إِنَّ أَمَّا مَعْنَى أَكْبَرٍ كَبِيرٍ ضَعِيفٌ الْحَدِيثُ، كَوْنَى بِجِزِيرٍ  
نَبِيِّنَ، أَوْ عَنْبَرِيِّ بْنِ مُعِينٍ نَبِيِّنَ كَهْبَ كَهْبٍ ضَعِيفٌ ہے،  
الْحَدِيثُ، وَقَالَ يَحْنَوْنَيْ بْنَ مُعِينٍ: أَوْ إِنَّ أَبْوَ حَاتِمَ نَبِيِّنَ، قَوْيَ نَبِيِّنَ ہے، اَسَ کَيْ  
ضَعِيفٌ وَقَالَ أَبْوَ حَاتِمَ: لِسْ بَقْوَيٌّ ضَعِيفٌ وَقَوْيٌّ قَوْيٌّ ہے، اَسَ کَيْ  
بِكْتَبِ حَدِيثِهِ. (۱)

امام نسائی، امام ابو داود، امام نسیعی، امام دارقطنی، امام ذہبی، امام شافعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

”ضَعِيفٌ“ (۲) یعنی ضعیف ہے۔

اس کے علاوہ اگر اس روایت کے اور کسی راوی میں کلام نہ بھی ہوتا بھی یہ روایت اس مقام کو نہیں پہنچی کہ اس سے احتجاج کیا جائے کیونکہ محدثین کے نزدیک یہ ضعیف راوی ہے۔

جبکہ اس میں صرف ایک بھی نہیں بلکہ ایک اور راوی ہے جو کہ کذاب ہے لہذا یہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) (الجرح والتعديل لإبن أبي حاتم ۱۶۳/۵ (۷۵۸))

(۲) النظر: (الكامل في الصعفاء لإبن عدي ۱۵۷/۳، تهذيب الكمال للعزzi ۱۶/۱۳۲،  
الضعفاء والمتروكين لإبن الجوزي ۲/۱۳۲، تقریب التهذیب لإبن حجر ۱/۳۲۲،  
الكافل للنفعی ۱/۵۹۸، السنن الكبيرى للبيهقي ۵/۴۶ (۹۰۱)، باب: ۳۲۳،  
استلام الرکن الیمانی بیده، مجمع الزوائد للهیتمی ۲/۲۲۰، ۳/۲۲۱، ۵/۲۳۸).

راوى نمبر (۲) :

### عبد الرحمن بن مالک بن مغول

امام احمد بن خبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

.. لیس بشیء خرقنا حدیثہ متذہر یہ کوئی چیز نہیں، ہم نے اس کی ہر ذور کی  
احادیث جلا دی۔ من الدہر . (1)

امام الحنفی بن محبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

.. قدر ایتھے ولیس هو بشقة . (2) یعنی میں نے اس کو دیکھا اور وہ شق نہیں تھا۔

امام ابو حاتم، امام احمد اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

.. متروک الحدیث . (3) یعنی مت روک الحدیث ہے۔

امام البوزرحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

.. لیس بقوی . (4) یعنی قوی نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس کی حدیث کوئی چیز نہیں ہے۔ حدیثہ لیس بشیء . (5)

(1) (الجرح والتعديل: ۵/ ۳۳۸، ۸۷۰۲) ، کتاب الصحفاء للعقيلي (۷۵۵/ ۲) ، تاریخ بغداد/ ۸/ ۲۶۶ وفیہ: مرقاً احادیثه ، لسان المیزان/ ۳/ ۲۸۹ (۵۰۷۷).

(2) (تاریخ الدوری/ ۲، ۳۵۷) ، (الجرح والتعديل: ۵/ ۳۳۸) ، ۸۷۰۲ (۳۳۸/ ۵) ، کتاب الصحفاء للعقيلي (۷۵۶/ ۲) ، تاریخ بغداد/ ۸/ ۲۶۶ ، لسان المیزان/ ۳/ ۲۹۰ (۵۰۷۷).

(3) (الجرح والتعديل: ۵/ ۳۳۸) ، ۸۷۰۲ (۳۳۸/ ۵) ، تاریخ بغداد/ ۸/ ۲۶۷ ، لسان المیزان/ ۳/ ۲۹۰، ۸۸۹ (۵۰۷۷) ، میزان الاعدال/ ۳/ ۱۱ (۳۹۵۳).

(4) (الجرح والتعديل: ۵/ ۳۳۸) ، ۸۷۰۲ (۳۳۸/ ۵) ، تاریخ بغداد/ ۸/ ۲۶۶ ، فی ترجمته.

(5) (التاریخ الكبير: ۵/ ۲۱۳) (۱۴۳/ ۲۱۳).

- امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:  
کذاب، و قال مرتۃ بعض الحدیث (۱) یعنی جو ہا اور ایک بار کہا حدیث گھر نے والا۔  
امام نسائی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا:  
یعنی لفظیں ہے۔ (2)  
امام ابو اسحاق الجوزی جانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
سخت کمزور معاملہ والا ہے۔ (3)  
امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
کان معن پرروی عن الفقہات المقلوبات کوئی اصل نہیں ہوتی تھی۔ (4)  
امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
روی عن عبد الله بن عمر (۵) روایت کرتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر اور  
الاعمشؓ سے موضوع احادیث۔

(۱) (لسان المیزان ۳/۲۹۰، المخفی فی الضعفاء ۱/۲۱۰ (۳۶۱۲)، تاریخ بغداد ۲۶۷/۸).

(۲) (لسان المیزان ۳/۲۹۰ (۵۰۷۷)، میزان الاعدال ۱/۳ (۳۹۵۳)، تاریخ بغداد ۲۶۷/۸).

(۳) (احوال الرجال ۹۳ (۱۳۴)، تاریخ بغداد ۲۶۷/۸، لسان المیزان ۳/۲۹۰ (۵۰۷۷)).

(۴) (کتاب المجروین ۲/۲۶ (۵۹۸)).

(۵) (المدخل الی الصحيح ۱۵۱ (۹۹)، لسان المیزان ۳/۲۹۰ (۵۰۷۷)).

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ علی بن حسین بن حیان سے روایت کرتے ہیں :

”قال : وجدت فی کتاب ابی بخط فرمایا : میں نے اپنے باپ کی کتاب میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا، انہوں نے کہا کہ مالک بن مغول وقد رأیته ههنا ليس اور تحقیق میں نے ابو زکریا عبد الرحمن بن مالک بن مغول کو دیکھا، اس مقام پر وہ کوئی چیز نہیں۔ (1)

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ احمد بن محمد بن قاسم بن محزز سے روایت کرتے ہیں :

قال : سمعت یحییٰ بن معین يقول : فرمایا : میں نے سعیٰ بن سعیٰ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ عبد الرحمن بن مالک بن مغول کذاب ہے  
عبد الرحمن بن مالک بن مغول کذاب۔ (2)

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عمار مصلی سے روایت کرتے ہیں :

کان عبد الرحمن بن مالک بن مغول یعنی عبد الرحمن بن مالک بن مغول، جھوٹ کذاباً ألا کا، لا يشك فيه أحد۔ (3) بولئے تہت لگانے والا تھا، کسی کو بھی اس میں شک نہیں۔

امام پیغمبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

عبد الرحمن بن مالک بن مغول ، یعنی عبد الرحمن بن مالک بن مغول، اور وہ جھوٹا ہے، اور دوسری جگہ فرمایا : میں کہتا ہوں اور وہ وہ کذاب۔ و قال في موضع الثاني :

(1) تاریخ بغداد ۸/۲۶۶۔

(2) تاریخ بغداد ۸/۲۶۶۔

(3) تاریخ بغداد ۸/۲۶۷۔

قلت : وهو متروك . (1)

امام ذمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”یاہی بالطاعمات ، قال أبو داود : كان مصیبیں لائے والا ، امام ابو داود نے کہا : حدیث گھڑتا تھا ، امام احمد نے کہا : ہم نے اس کی احادیث ہر دوسری جلادیں۔“  
بعض الحدیث ، وقال احمد حرفت حدیثه منہ دھر . (2)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”وقال أبو نعیم : روی عن الأعمش شی روایت کرتا ، اور ساتھی ، ابن جارود اور ابن المناکیر لا ہی ، وذکرہ الساجی ، وابن الجارود ، وابن شاهین فی شاہین نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔“  
الضعفاء . (3)

ذکورہ بالاقوال محدثین سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ روایت نہ صرف ضعیف ہے بلکہ یہ روایت مندرجہ بالاسند کے ساتھ موضوع ہے۔

(1) (مجمع الزوائد ۱۹/۹ (۱۳۳۳۶)، ۲۲/۹ (۱۳۳۶۱)).

(2) (ديوان الضعفاء والمتروكين ۱۰۳/۲ (۲۳۷۸)).

(3) (لسان الميزان ۲۹۰/۳ (۵۰۷۷)).

امام یاقوت الحموی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالمنذر رحشام بن محمد بن سائب کلبی سے بیان کیا ہے:  
 قال أبو المنذر هشام بن محمد كان  
 ابوالمنذر رحشام بن محمد نے کہا کہ وہ سواع،  
 يغوث، يعوق اور نفر حضرت نوح اور اوریس  
 عليهما السلام کی قوم کی بت تھے، اور یہ عرب و بن کجی  
 کی طرف ختل ہوئے جیسا کہ ہم نقل کریں  
 گے۔ کہا: میرے باپ نے مجھے سب سے  
 پہلے ہتوں کی پوچھ کے بارے میں خبر دی، بے  
 شک حضرت آدم علیہ السلام جب فوت ہو گئے  
 تو شیث بن آدم کے بیٹوں نے ان کو اس غار  
 میں اٹا را جو رزمنی ہند میں واقع ہے۔ اور  
 اس کو جبل نوذ کہا جاتا ہے، وہ زمین میں سر برز  
 پہاڑ ہے، اس کو امرع من نوذ اور اجدب من  
 برھوت واد بحضر موت قال فكان  
 پہاڑوں میں سے ایک ہے) اور برھوت ایک  
 وادی کا نام ہے جو حضرت موت کے ساتھ واقع  
 ہے۔ کہا: جب حضرت شیث علیہ السلام کے  
 بیٹوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جد کو  
 غار میں رکھا اور اس کی تعظیم کرنے لگے اور اس  
 پر حرم کی دعا کرنے لگے، پس اولاد قاتل بن  
 ودوسا ع ویغوث ویعوق و نسر  
 اصنام قوم نوح و قوم ادریس علیہما  
 السلام و انتقلت الی عمرو بن لحی  
 کمانذکرہ هناء۔ قال أخبرني أبي عن  
 أول عبادة الأصنام أن آدم عليه  
 السلام لما مات جعله بنو شيث بن  
 آدم في مغارة في الجبل الذي أحبط  
 عليه بأرض الهند ويقال للجبل نوذ  
 وهو أخصب جبل في الأرض يقال  
 أمرع من نوذ وأجدب من برھوت و  
 برھوت واد بحضر موت قال فكان  
 بنو شيث يأتون جسد آدم في المغارة  
 ويعظمونه ويرحمون عليه فقال رجل  
 من بني قabil بن آدم يا بني قabil ان  
 لبني شیث دوارا یدورون حوله  
 ويعظمونه وليس لكم شی فتحت  
 لهم صنمافكان اول من عمله

وکان و دوسواع و بیخوث و بیعوق آدم میں سے ایک آدمی نے کہا: اے قاتل  
 کے بیٹو! بے شک میں شیش کے لئے دوار ہے  
 جس کے ارد گرد وہ چکر لگاتے ہیں اور اس کی  
 تعلیم کرتے ہیں اور تھارے لئے کچھ بھی نہیں  
 ہے، پس میں تمہیں ایک سمن میں بنا دیتا ہوں، پس  
 یہ اس کا پہلا کار نامہ تھا، اور وہ، سواع اور  
 بیخوث اور بیعوق یہ نیک لوگ تھے یہ اسی بھینہ  
 میں مر گئے، تو ان کے عزیزوں نے ان پر  
 جزع و فزع کرنی شروع کر دی، پس قاتل کی  
 اولاد میں سے ایک مرد نے کہا: اے میری  
 قوم! کیا تمہیں میں ان پانچ کی صورتوں پر  
 بت نہ بنا دوں، سو اس کے کہ میں قدرت  
 نہیں رکھتا ان میں روح ڈالنے کی۔ انہوں  
 نے کہا تھیک ہے، پس اس نے ان کے لئے  
 ان کی صورت کے پانچ بت بنا دیے، تو اس  
 نے وہ نصب کر دیے، پس جو بھی آتا وہ اپنے  
 بھائی اپنے بچا اور بچا کے بیٹوں کو لاتا، تو وہ  
 اس کی تعلیم کرتے تھے، اور اس کے ارد گرد  
 چکر لگاتے تھے یہاں تک کہ ایک زمانہ

ونسر قوما صالحین ماتوا فی شهر  
 فجزع عليهم الاربهم فقال رجل من  
 بنی لابيل يا قوم هل لكم ان اعمل  
 لكم خمسة اصنام على صورهم غير  
 انى لا اقدر ان اجعل فيها اروا حا قالوا  
 نعم فنحت لهم خمسة اصنام على  
 صورهم فنصبها فكان الرجل يأتى  
 احاه وعمه وابن عممه فيعظمها و  
 يسمى حوله حتى ذهب ذلك القرن  
 الاول وكانت عملت على عهد يبرد  
 بن مهلا لابل بن قينان بن انس بن  
 شيث بن آدم لم جاء من بعدهم القرن  
 آخر، يعظمونهم اشد تعظيمها من  
 القرن الاول، ثم جاء من بعدهم القرن  
 الثالث فقالوا ما عظم اولونا هؤلاء إلا  
 وهم يرجون شفاعتهم عند الله  
 لبعدهم وعظم أمرهم واشتدا  
 كفرهم فبعث الله إليهم إدريس

عليه السلام وهو أخنون بن يرود بن مهلا نكل بن زمات بيت مسیحی، اور یہ عمل یرود بن مهلا نکل بن قیمان بن انس بن شیعہ بن آدم تک پہنچا، پھر دوسری صدی کے لوگ آئے جنہوں نے عبادتھا و دعاهم الی عبادة الله تعالیٰ فکذبوا فرفعه الله مكانا علیا ولم یزل أمرهم يشتند فيها . (۱)

کے مقابلہ میں، پھر ان کے بعد تیسرا صدی کے لوگ آئے اور انہوں نے کہا: ہمارے پہلوں نے ان کی تعظیم نہیں کی مگر وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کی امید کرتے تھے، پس انہوں نے ان کی عبادت شروع کر دی، اور ان کا معاملہ بڑھ گیا اور ان کا کفر انتہاء کو پہنچ گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت اوریس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، وہ اوریس علیہ السلام کو نبی ہنا کر جو بیٹے ہیں اخنون بن یرود بن مهلا نکل بن قیمان کے، پس انہوں نے ان کو اس سے منع کیا اور اللہ کی عبادت کی طرف بلایا، تو انہوں نے ان کو جھلدا دیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا بلندی کی طرف، اور ہمیشہ ان کا معاملہ سخت سے سخت رہتا گیا۔

(۱) (معجم البلدان ۸/ ۳۵۰، باب الواو والدال و ما يليهما)

یاد رہے اس روایت کو کلی آنکھ تفاسیر و تواریخ نے بھی نقش کیا ہے، بعض نے اختصار کے ساتھ اور بعض نے طوال کے ساتھ بعض نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور بعض نے بیان نہیں کیا، یعنی امام ابن عساکر نے بھی تاریخ دمشق الکبیر میں حضرت شیعہ السلام کے ترجیح میں کلبی کے طریق سے طویل بیان کیا لیکن اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔

یہ روایت اصل میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی کے رسالہ و الأصنام میں ہے اور ایسے ہی اس سے ملتی جلتی کئی روایات لیکن وہ تمام روایات جو اس رسالہ میں کلبی نے بیان کی ہیں ان کی حقیقت اور فوی حیثیت صرف اس کے بارے میں محدثین کے کلام کو ملاحظہ کرنے کے بعد واضح ہو جائے گی۔

اس روایت کو ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اپنے باپ کے واسطے ابو صالح سے اور ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔

ہشام بن محمد بن سائب کلبی کی بارے میں آئندہ و محدثین کی آراء  
حافظ اہن جبر عقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجیح میں فرماتے ہیں:

قالت: واتھمہ الاصمعی۔ (۱) میں کہتا ہوں، اصمی نے اس پر تہمت لگائی ہے  
امام ذمیحی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجیح میں فرماتے ہیں:  
و ترکوہ کا بیه: و کانا ر الفضیلین۔ (۲) اور اس کو ترک کر دیا گیا اس کے باپ کی طرح  
اور یہ دونوں راضی تھے۔

یہی امام ذمیحی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجیح میں فرماتے ہیں:

(۱) (لسان العیزان ۷/۲۶۲ (۹۰۱۳)، ترجمة: ہشام بن محمد بن السائب الكلبی)

(۲) (دیوان الضعفاء ۲/۳۱۹ (۳۲۷۴)، ترجمة: ہشام بن محمد بن السائب الكلبی)

تركوه، وهو أخباري. (1) اور اس کو ترک کر دیا گیا اور وہ اخباری ہے۔

بھی امام ذمی اور ابن عمار رحمۃ اللہ علیہما اس کے ترجیح میں فرماتے ہیں:

وكان حافظاً علامة إلا أنه متروك اور يه حافظ اور علامہ مگر متروک المحدث تھا،  
الحديث ، فيه رفض. (2) اور اس میں رفض تھا۔

بھی امام ذمی رحمۃ اللہ علیہما اس کے ترجیح میں فرماتے ہیں:

العلامة ، الأخباري ، النسبة الأوحد علامہ اخباری نسب بیان کرنے میں ماہر تھا ابو  
أبو المنذر هشام بن الأخباري الباھر منذر هشام بن الأخباري الباھر محمد بن  
محمد بن السابب بن بشر الكلبی ، سائب بن بشر کلبی، کوفی، شیعہ، اپنے باپ کی  
الکوفی، الشیعی، أحد المتزوکین طرح، متزوکین میں سے ایک تھا۔  
کابیہ. (3)

”وقال الدارقطني ، وغيره : متروك اور امام دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ متروک  
الحادیث . وقال ابن عساکر : الحدیث ہے، اور ابن عساکر نے کہا کہ راضی  
رافضی ، ليس بثقة. (4) غیر ثقہ تھا۔

امام ابن حبان اور سعید رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

بروى عن أبيه، ومعرف مولى سليمان اپنے باپ، معروف مولی سليمان اور عراقوں

(1) (المفتی في الضعفاء، ٢/٣٤٥٧) ترجمة: هشام بن محمد بن السابب الكلبی)

(2) (العبر في خبر من غير وفيات، ٢٠٣)، وشذرات الذهب، ٨٦/٢، وفيات: سنة ٢٠٣  
ترجمة: هشام بن محمد بن السابب الكلبی).

(3) (سير اعلام النبلاء، ٧/١٧٤٦) ترجمة: هشام بن محمد بن السابب الكلبی.

(4) (سير اعلام النبلاء، ٧/١٦٧٦) و (الضعفاء للدارقطنی، ٥٦٣).

والعرالین ، العجالب والأخبار التي لا سے روایت کرتا تھا جو بے اور ایسی خبریں جن کی کوئی اصل نہیں تھی۔ اور شیعیت میں غالباً تھا اور اس کی خبریں اخلاقیات میں سے تھیں اور مبالغہ آرائی میں وہ تھا جو تعارف نہیں تھا۔

بحاج إلى الأغرار في وصفها .(1)

امام خطيب بغدادي رحمه الله عليه فرماتے ہیں:

عبد الله بن احمد نے فرمایا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے هشام بن محمد بن سائب کلبی اس سے کون بیان کرے؟ پیغمک وہ صاحب نسب و سمر، ما ظلت انہیں میسرے گمان میں کسی نے اس سے بیان نہیں کیا۔

عبد الله بن احمد قال : سمعت أبي

يقول : هشام بن محمد بن السائب

الكلبي من يحدث عنه؟ انما هو

صاحب نسب و سمر ، ما ظلت ان

احداً يحدث عنه .(2)

امام نور الدین رحمه الله عليه فرماتے ہیں:

هشام بن محمد بن السائب الكلبي

عن أبيه و كلامه متروك .(3)

ناصر الدين البانی رحمه الله عليه غیر مقلد نے لکھا:

”هشام بن محمد بن السائب الكلبي“ هشام بن محمد بن سائب کلبی اور وہ متروک

(1) (كتاب المجموعين ٢/ ٣٣٩، ١١٥٥) ترجمة: هشام بن محمد بن السائب الكلبي الأنساب للسعانى ٣/ ٦٣٩، باب الكاف واللام).

(2) (تاريخ بغداد ١٢/ ٦٧٤، ٣٨٧)، ترجمة: هشام بن محمد بن السائب الكلبي).

(3) (مجمع الزوائد ٤/ ٣١٩، ١٣٩١).

وهو متروك .(1)

ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات اظہر من المحس ہو جاتی ہے کہ ہشام بن محمد بن سائب کلبی کے بارے میں آئندہ فتن کی آراء کافی سخت ہیں۔

اگر اس روایت کے کسی اور راوی پر کلام نہ بھی ہوتا ہبھی یہ روایت قابل احتیاج نہ تھی جبکہ اس کا باپ محمد بن سائب کلبی جس سے یہ روایت بیان کر رہا ہے اس کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

### محمد بن سائب کلبی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ترکہ یحیی بن سعید۔(2)“  
یحیی بن سعید نے اس کو ترک کر دیا تھا۔

ہمیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ترکہ یحیی وابن مهدی۔(3)“  
یحیی اور ابن مهدی نے اس کو ترک کر دیا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع میں ”کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ“ کی تفسیر میں ایک روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”ولیس إسناده بصحیح وابو النضر  
الذی روی عنه محمد بن اسحاق  
هذا الحديث هو عندي محمد بن  
السائل الكلبی يکنی ابا النضر وقد  
تركه أهل العلم بالحديث ... (4)“  
اور اس کی سند صحیح نہیں ہے، اور ابو النضر وہ جس  
سے محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے، یہ  
حدیث جو میرے پاس ہے محمد بن سائب کلبی  
جس کی کنیت ابو النضر تھی اور اس کو محدثین میں  
السائل الكلبی یکنی ابا النضر وقد  
تکمیل علم نے ترک کر دیا تھا۔

(1) (السلسلة الضعيفة ۲۹۳/۳) (۱۱۵۱). (2) (الضعفاء الصغير ۲۹) (۳۲۲).

(3) (التاریخ الأوسط ۱/۳۰۷) (۱۷۵۷)، والتاریخ الكبير ۱/۱۰۳ (۲۸۳).

(4) (الرس للترمذی صفحہ ۶۰۳).

امام حنفی عن مسیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کوئی چیز نہیں ہے۔

"لیس بشی" (۱)

امام ابن الہیام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"احمد بن سلیمان الرہاوی، فيما  
کتب إلی، قال: سمعت زید ابن  
حباب يقول: سمعت سفیان الثوری  
کہتے تھے: میں نے سفیان ثوری سے سنا وہ  
کہتے تھے کہ اس پر تجہب ہے جو کلبی سے  
روایت کرتا ہے، عبد الرحمن نے کہا: میں نے  
اپنے والد کے سامنے اس کلبی کا ذکر کیا اور میں  
نے ان سے کہا کہ بے شک ثوری کلبی سے  
روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: وہ اس  
سے روایت نہیں بلکہ تجہب والی حکایات بیان  
کرتے ہیں، پس وہ جو اس کے پاس ہوں  
ان کے لئے مخلق کرتا ہے اور وہ اس کو اس  
سے روایت کرختے ہیں فرمایا میں نے اپنے  
باپ سے محمد بن سائب کلبی کے بارے میں  
سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ لوگوں (حمدیین)

(۱) تاریخ ابن معین برداشتہ المدحوری ۵۱۷/۲۔

(۲) العرج والتعدیل ۷/۳۶۱، ۳۶۰ (۱۳۰۲)

کا اس کی حدیث کے ترک پر اجماع ہے اس  
کے ساتھ ذاہب الحدیث کے علاوہ کوئی  
مشغول نہیں ہوتا۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کنیتہ أبو النضر ، من أهل الكوفة ،  
وهو الذي عنه التوری ، ومحمد بن  
إسحاق ، ويقولان : حدثنا أبو النضر  
حتى لا يعرف ، وهو الذي كانه عطیة  
العوفی أبا سعید ، وكان يقول :  
حدثنی أبو سعید ، يربد به الكلبی ، و  
يوهمن أنه أراد به أبا سعید الخدری  
وكان الكلبی سینا من أصحاب  
عبد الله بن سبا ، من أولئک الذين  
يقولون : إن عليا لم يمت ، وأنه راجع  
إلى الدنيا ، يملؤها عدلا كما ملئت  
جورا ، وإن رأوا سحابة قالوا : أمير  
المؤمنین فيها ، ومات الكلبی سنة  
ست وأربعين و مئة ... عن أبو عوانة ،  
قال : سمعت الكلبی ، يقول : كان

جریل یعنی الوحی علی النبی ﷺ اس میں امیر المؤمنین ہیں، اور کلبی ایک سو  
 فلماد فعل النبی ﷺ جعل یعنی  
 چھالیس (۱۴۱ھ) میں مر گیا، ابو موائد کہتے  
 علی علی... معتمر بن سلیمان، قال:  
 ہیں کہ نامیں نے کلبی سے جو کہ رہا تھا کہ  
 سمعت لیث بن ابی سلیم، بقول:  
 جبرائیل علی السلام نبی اکرم ﷺ پر وی لاتے  
 بالکوفہ کذا بابان : الكلبی و ذکر آخر  
 تھے، ایک روز نبی اکرم ﷺ تھنائے حاجت  
 معا... زائدة بن قدامة قال: انت  
 کے پاس آگئے (یعنی وہی ان کی طرف لے  
 الكلبی فسمعته يقول : أنسیت  
 آئے)۔ مهر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں  
 علمی، فائیت آل محمد ﷺ  
 نے لیث بن ابی سلیم سے سنا جو کہتے تھے: کونہ  
 ف SCN قبا من لین، فراجعني علمی،  
 میں دو جھوٹے رہتے ہیں، کلبی اور اس کے  
 فقلت: يا کذاب لا سمعت منك  
 ساتھ دوسرے کا ذکر کیا، زائدہ بن قدامة کہتے  
 شینا الكلبی و كان واقعه غير ثقة  
 ہیں کہ میں کلبی کے پاس آیا، پس میں نے سنا  
 ... عن أبي بكر بن عياش ، انه ذكر  
 اس سے جو کہ رہا تھا کہ میں اپنا علم بھول گیا،  
 الكلبی فقال : موبذ موبذان ... عن  
 تو میں آل محمد ﷺ کے در پر آیا تو انہوں نے  
 بھی بن معین يقول : الكلبی ليس  
 نجھے دو دھ کا بھرا ہوا پیالہ پایا تو میرا علم  
 بشیء... قال أبو حاتم رضى الله عنه:  
 میرے پاس لوٹ آیا۔ پس میں نے کہا:  
 الكلبی هذا منهبه في الدين ووضوح  
 آئے بڑے جھوٹے میں تم سے کبھی بھی کچھ  
 الكذب فيه أظهر من أن يحاج إلى  
 نہیں سنوں گا، حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم  
 الأغراف في وصفه .  
 سے کلبی نے بیان کیا: اللہ کی قسم وہ غیر ثقہ تھا،

ابو بکر بن عیاش نے کلبی کا ذکر کیا اور کہا کہ  
مجوسیوں کا پروہت (یعنی پنڈت)۔ سعیٰ بن  
مسیح فرماتے ہیں: کلبی کچھ نہیں ہے، ابو حاتم  
کہتے ہیں کہ کلبی اس کا مذہب دین میں غیر  
مجموع تھا اور مبالغہ آرائی میں بڑا ہر قفا (۱)

امام دارقطنی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہا فرماتے ہیں:  
”متروک الحدیث“ (۲) یعنی متروک الحدیث تھا۔

امام ابن عدی، سعدی سے اور امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:  
”کذاب ساقط“ (۳) کذاب اور ساقط ہے  
امام ابو جعفر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”هم صنف من الرافعۃ اصحاب عبد  
الله بن سبأ... عن معاویۃ قال :  
”وہ عبد اللہ بن سبأ کے ساتھیوں میں سے ایک  
تھا۔ معاویۃ نے کہا: میں نے سمجھی سے تھا،  
سمعت یحییٰ قال: محمد بن فرمایا محمد بن سائب کلبی ضعیف ہے۔

**السابِ الکلبی ضعیف۔ (۴)**

(۱) (کتاب المجروحین ۲/ ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴) (۹۲۷)

(۲) (الضعفاء ۲۶۷)، الضعفاء والمعتروکین ۹۰ (۵۱۳) ترجمة: محمد بن سائب بن بشر کلبی (ابونضر).

(۳) (احوال الرجال ۵۳/ ۳۷۲)، الكامل في الضعفاء ۷/ ۲۸۲ (۱۶۲) ترجمة: محمد بن سائب بن بشر کلبی.

(۴) (الضعفاء الكبير ۳/ ۱۲۳۸، ۱۲۳۸)، ترجمة: محمد بن سائب بن بشر کلبی)

امام زمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

العلامة، الأخباري، أبو النضر علام اخباری ابو نصر محمد بن سائب بن بشر کبی مفسر اور انساب میں ماہر مکر شیعہ تھا اور متوفی محمد بن السائب بن بشر الكلبی، المفسر. و كان أيضًا في الأنساب الحديث تھا۔

إلا أنه شیعی، متوفی الحديث (۱)

یکی امام زمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال أبو معاوية: سمعت الكلبی يقول: حفظت مالم يحفظه أحد القرآن في ستة أيام أو سبعة، ونسيت مالم ينس أحد، فقضت على لحيتي لا أخذ ما دون القبضة فأخذت فوق القبضة. أحمد بن منان، سمعت يزيد بن هارون يقول: قال لي الكلبی ما حفظت شيئاً نسيته وحضر الحجّاج فأولما إلى لحيته فقبض قبضة فاراد أن يقول: خذ من ههنا، فقال: خذ من ههنا، فأخذها من وراء القبضة. يعلی بن عبید، قال: قال الشوری: إنّ

ابو معاوية نے کہا میں نے کلبی سے سنا، وہ کہتا تھا کہ میں نے قرآن مجید چھ یا ساتھ دون میں حفظ کیا تھا، اور میں بھول گیا جو کبھی نہیں بھولا، میں نے اپنے داری گئی کو مشت میں لے لیا اور جو قبض سے بڑی تھی اس کو کاٹ دیا، احمد بن سنان کہتے ہیں: میں نے یزید بن حارون سے سنا جو کہتے تھے کلبی نے مجھ سے کہا: جو کچھ میں نے یاد کیا تھا اُس کو بھول چکا ہوں اور حجاج کے پاس گیا اور اُس کو اپنی داری گئی کی طرف اشارہ کیا اور قبض میں لے لیا اور حجاج کو کہہ رہا تھا کہ مساوا کو کاٹ دو، یعلی بن عبید کہتے ہیں کہ ثوری نے کہا کہ کلبی سے بچو، پس کہا گیا

(۱) سیر اعلام النبلاء، ۵/۳۵۲ (۷۰۷).

الكلبي ، فقيل : فانك تروى عنه ، كہا گیا ہے کہ بے شک تواریخ کرتا ہے اس سے ، تو ثوری نے کہا میں اس کی صحائی کو اس کے جھوٹ سے پہچان لیتا ہوں - ابو معاوية .. قال أبو معاوية ، قال الأعمش : إتق هذه السبائية ، فإني أدركت الناس و إنما يسمونهم الكاذبين . (1)

کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا کہ اس مبانی نو لے سے نجیبے شک پایا ہے میں نے لوگوں کو جو ان کا نام کذاب رکھتے تھے۔

یہی امام ذمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

چھوڑ دیا اس کو محدثین نے ، سلیمان تھی نے ، ترکوہ ، کذبہ سلیمان التیمی و زائدہ وابن معین . و ترکہ القطان و ہمی ، اور چھوڑ دیا اس کو تیکی بن قطان اور عبد الرحمن . (2)

الرحمن نے۔

یہی امام ذمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

کذبہ زائدہ وابن معین و جماعتہ . (3) زائدہ اور ابن معین اور ایک جماعت نے اس کی بحذیب کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "تقریب التهذیب ۲ / ۳۷" فرماتے ہیں :

ابو النضر الكوفي ، النسابة المفسر ابو نضر کوفی نسب ، مشر ، جھوٹ کے ساتھ تم متنہم بالکذب و رمی بالرفض ... اور فرض کی طرف منسوب کیا گیا۔

(1) (میزان الاعتدال ۶ / ۱۵۹) (۷۵۸۰) ترجمة : محمد بن سائب بن بشر کلی

(2) (المخفی فی الضعفاء ۲ / ۳۰۵) (۵۵۳۵) ترجمة : محمد بن سائب بن بشر کلی

(3) (دیوان الضعفاء والمتروکین ۲ / ۲۹۹) (۲۹۹) ترجمة : محمد بن سائب کلی

بکی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال معمور بن سليمان عن أبيه : كان بالکوفة كذاباً أحدثها الكلبي ، وعنه قال : قال : ليث بن أبي سليم : كان بالکوفة كذاباً : أحدثها الكلبي والآخر السدي ... وقال الأصمعي عن أبو عوانة : سمعت الكلبي يتكلّم بشيء من تكلّم به كفر ، فسألته عنه فجده . وقال عبد الواحد بن غياث عن ابن مهدى : جلس إلينا أبو جزء على باب أبي عمرو بن العلاء فقال : أشهدان الكلبي كافر ، قال : فحدثت بذلك يزيد بن زريع ، فقال سمعته يقول : أشهد أنه كافر قال : فماذا زعم قال سمعته يقول : كان جبريل بوسى إلى النبي ﷺ فقام النبي ﷺ ل حاجته وجلس على ، فاوحي إلى علي ، فقال يزيد : أنا لم اسمعه يقول هذا ، ولكنني رأيته

يضرب صدره ، ويقول : أنا می آنا  
 سبی ... قال الأصمی عن قرة بن  
 خالد : كانوا يرون أن الكلبی یزرف  
 يعني يکذب ... وقال علی بن الجنید  
 والحاکم أبو احمد ، والدارقطنی  
 متروک ... وقال الساجی : متروک  
 الحديث ، و كان ضعیفا جدا لفاظه  
 فی التشیع ، وقد اتفق ثقات اهل  
 النقل على ذمه ، و ترك الروایة عنه  
 فی الأحكام والفروع . (1)

کہ جرائل المیں علی السلام نبی اکرم ﷺ  
 کے پاس وقی لائے، پس اسے آپ ﷺ  
 حاجت کے لئے اور بینہ کے حضرت علی  
 الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو جرائل نے ان کی  
 طرف وقی کر دی، تو یزید نے کہا میں نے  
 ایسے نہیں سنا کہ وہ یہ کہتا تھا، لیکن میں نے دیکھا  
 ہے اس کو اپنے سینہ پر ہاتھ مارتا تھا اور کہتا  
 تھا میں سابق ہوں اور اس کا سکرار کرتا تھا، اسکی  
 نے قرہ بن خالد سے نقل کیا ہے کہ لوگ دیکھتے  
 تھے کہ بے شک کلبی جھوٹ بولتا ہے۔ علی بن  
 جنید اور حاکم ابو احمد اور دارقطنی کہا کرتے تھے  
 کہ متروک ہے، اور ساجی نے کہا کہ متروک  
 الحدیث ہے، اور وہ اس کوخت ضعیف اس لئے  
 کہتے تھے کہ وہ شیعیت میں خوش رہتا تھا اور  
 تمام ثقہ النقل کا اس کی نہمت پر اتفاق ہے،  
 اور اس سے احکام اور فروع میں روایت چھوڑ  
 دی گئی ہے۔

امام نسیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

(1) (تہذیب التہذیب ۵/۵۹۲، ۵۹۵، ۵۹۶)

”محمد بن السائب الكلبي لا يصح“ محمد بن سائب کلبی، اس کے ساتھ احتجاج کرنا  
بہ،،، (۱)،، الكلبی متروک“ (۲) جائز نہیں۔ کلبی متروک ہے۔  
امام یعنی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت لفظ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:  
وَفِيهِ مُحَمَّدٌ بْنُ السَّابِيِّ الْكَلَبِيُّ، وَهُوَ أَوْ إِنَّ مُحَمَّدًا بْنَ السَّابِيِّ الْكَلَبِيِّ هُوَ أَوْ دَهْ  
کذاب۔ (۳) وقال: وهو ضعيف“ اور کہا کہ وہ ضعیف ہے۔

ایسے ہی کئی مقامات پر کذاب، ضعیف جدا، ضعیف کہا ہے۔ (۵)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محمد بن السائب الكلبی وهو متروک محمد بن سائب کلبی متروک ہے۔ (۴)  
مندرجہ بالا آقوال محمد شین سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ روایت نہ صرف ضعیف  
ہے بلکہ موضوع ہے۔

### اولاً:

تو خود رشام ہی نہ صرف یہ کہ ضعیف ہے بلکہ متروک ہے اور اس پر کذب کی تہمت بھی ہے اور پھر  
اس کا باپ محمد بن سائب کلبی بھی جھوٹا ہے جس کو ایک دونوں بلکہ کئی محمد شین نے کذاب کہا ہے۔  
لہذا یہ روایت انہی باپ اور بیٹے کی وجہ سے ہی موضوع ثابت ہو جاتی ہے۔

(۱) سنن الکبریٰ ۳۵۱/۹، تحت برقم (۱۲۷۸۱) باب میراث الختنی۔

(۲) معرفة السنن والآثار ۱۵۹/۵ (۳۰۰۳) باب تفریق الخمس۔

(۳) مجمع الزوائد ۱۵۱/۳ باب ما جاء في الرباء (۵) ۵/۲۷، کتاب الأشربة وغيرها

(۴) تفسیر القرآن العظیم ۹/۲۷۳، تفسیر سورۃ العائدة تحت آیت (۵۵)

جبکہ محمد بن سائب کلبی جس سے روایت کر رہا ہے اس کے بارے میں مزید ملاحظہ فرمائیں:  
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حدَّثَنَا مُحَمَّدُ ثَنَاعِلِيٌّ ثَنَاعِيٌّ عَنْ سَفِيَّانَ ثَوْبَانِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِيهِ مُعَاوِيَةَ قَالَ الْكَلَبِيُّ : قَالَ لِي أَبُو سَفِيَّانَ قَالَ لِي أَبُو كَلَبِيٍّ نَعَمْ لَكَ حَسَنَةً كَمَا إِلَيْكُمْ لَعْنَهُ هُرُودٌ شَيْءٌ تَحْمِلُ مِنْهُ بَيْانَ كَرْوَلِ بَنِ دَجْوُثَ بْنِهِ“  
(1)

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:  
عن وکیع قال : كان سفیان لا يعجبه هؤلاء الذين يفسرون السورة من أولها إلى آخرها مثل الكلبی .... عن احمد بن ابی الحواری ، قال : قال لی مروان بن محمد : تفسیر الكلبی باطل . (2)  
امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

احمد بن زہیر يقول : سأله احمد بن بن حنبل عن تفسير الكلبی ؟ فقال : كذب ، قلت : يحل النظر فيه ؟ قال

(1) (الضعفاء الصغر ۲۹ ، والتاريخ الأوسط ۱۷۳ ، والتاريخ الكبير ۱۰۳ / ۱) (۳۸۳)

(2) (الجرح والتعديل ۷ / ۳۶۱) (۱۳۰۲) ترجمة : محمد بن سائب بن شر کلبی )

قال : لا... بروى عن أبي صالح ، عن اس كوديگنا جائز ہے ؟ فرمایا تھیں ، روایت کرتا  
ابن عباس التفسیر ، وابو صالح لم ہر  
ابوسالح عن ابن عباس تفسیر میں ، حالانکہ  
ابوسالح نے ابن عباس کو تھیں دیکھا اور نہی  
اس سے کوئی چیز سنی ہے ، اور نہیں کلبی نے ابو  
سمع الكلبی من ابی صالح إلا  
صالح سے مگر چدھر۔  
العرف بعد الحرف . (1)

امام ابن عذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اد رخاں کر حدیث میں جب وہ ابو صالح عن  
عن ابی صالح فیه  
ابن عباس روایت کرے تو اس میں مناکیر  
مناکیر [واشتهر] به فيما بین  
الضعفاء يكتب حدیثه . (2)  
حدیث لکھتے تھے۔

امام بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں :  
”وابو النضر هو محمد بن الساب  
ابونظر محمد بن سائب کلبی متوفی ہے ، اور یہ  
الکلبی متوفی ، وایضاً هو القائل  
بھی وہ کہتا کہ میں جو بھی ابو صالح سے بیان  
کلمًا حديث عن ابی صالح کذب (3) کروں وہ صحیح ہے۔  
امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے نکو رو بala الفاظ شیخن ” میں کتاب الکاتب (2) میں فرمائے ہیں۔

(1) (كتاب المجموعين ٢/٢٣٢، ٢٣٣/٢) ترجمة : محمد بن سائب کلبی).

(2) (الكامل في الضعفاء ٧/٢٨٢) (١٦٢٧).

(3) (سنن الکبریٰ ١٥/٣٧٠، برقم (٢٢٠٣٢)، باب من يعتق بالملك).

(4) (سنن للدارقطنی ٣/٣٦٣) (٣١٥٣).

امام ابو حیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

محمد بن الصائب الكلبی عن أبي صالح أحادیث بیان کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”قال علي بن مسهر عن أبي جناب الكلبی : حلف أبو صالح إني لم أقرأ على الكلبی من التفسير شيئاً ... وقال الحاکم أبو عبد الله: روى عن أبي صالح أحادیث موضوعة. (2)“

علی بن مسہر نے ابو جناب کلبی سے روایت کیا کہا کہ ابو صالح نے تم اخوا کر کھا کر میں نے کلبی پر تفسیر سے کوئی چیز نہیں پڑھی یعنی اس سے بیان کی، اور ابو عبد اللہ حاکم نے کہا کہ وہ ابو صالح سے موضوع احادیث بیان کرتا ہے۔

ان دلائل سے معلوم ہو گیا کہ روایت موضوع ہے جو کہ محمد بن الصائب کلبی کے جمیلوں میں سے ایک عظیم جھوٹ ہے۔

(1) (کتاب الصنف، ۱۳۸ (۱۲۰)

(2) (نهنیب النہنیب ۵/۵۹۶، ۵۹۵ والبرح والتعديل لابن أبي حاتم ۷/۲۷۰ (۱۳۴۸)

امام ابوالاشیع رحمۃ اللہ علیہ، کتاب العظمة (۳۸۸) (۱۰۶۶) خلق آدم و حوا علیہما السلام، میں محمد بن کعب القرطبی سے مندرجہ ذیل مندومن کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حدثنا ابو جعفر محمد بن العباس بن عبد اللہ و محمد بن کعب القرطبی نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے وہ، ابوب، حدثنا محمد ابن ابی عشر، سواع، یعقوب، یعقوب اور نسر، اور یہ بڑے قال: حدثنی ابی عن محمد بن عباد القرطبی، قال: کان آدم علیه السلام خمسة بین ود، وساع، و غوث، ویعوق، ونسر، وکانوا عبادا سے کہا: تم اپنے بھائی پر غلکن ہوئے، پس ان کے پاس شیطان آیا، پس اُس نے ان سے کہا: تم اپنے بھائی پر غلکن ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، شیطان نے کہا: کیا تمہارے کئے میں اس کی مثل نہ بنا دوں جس کو تم قبلہ بنا کر دیکھتے رہوا، رأس کی یاد میں گم رہو، تو انہوں نے کہا کہ تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی چیز تو ہمارے قبلہ میں بنائے اور تم اس میں نماز پڑھیں، شیطان نے کہا: چلو میں اس کو بنا دیتا ہوں مسجد کی پچھلی طرف، انہوں نے کہا کہ ہاں یہ ممکن ہے پس اس نے ان کے لئے اس کی تصویر بنا دی یہاں تک کہ پانچوں کے پانچ مر گئے تو شیطان نے فمات رجل منهم، فحزنوا عليه حزنا شدیدا، فجاء هم الشيطان فقال: حزنتم على صاحبكم هذا؟ قالوا: نعم. قال: هل لكم أن أصور لكم مثله في قبليكم إذا نظرتم إليه ذكرتموه، فقالوا: لا نكره أن يجعل لنا في قبليتنا شيئا نصلى إليه ، قال : فأفعلاه في مؤخر المسجد؟ قالوا نعم فصورة لهم حتى مات خمسمتهم ، صور صورهم في مؤخر المسجد: فتفقدت الأشياء حتى تركوا

عبدة الله وعبدوا هؤلاء الخمسة ان سب کی صورتیں مسجد کے پیچے بنا دیں،  
 العباد الذين ماتوا ، فيبعث الله عزوجل  
 کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے (یعنی  
 نوح اعلیہ السلام .(1) فقالوا : ﴿لَا  
 بعد میں آنے والوں نے) اللہ کی عبادت کرنا  
 تذرن الہتکم ولا تذرن وداولا  
 چھوڑ دیا اور ان پانچوں کی عبادت کرنے میں  
 سواعدا ولا يغوث و يعوق ﴾ إلى آخر  
 مشغول ہو گئے جو مر گئے تھے، پس اللہ تعالیٰ  
 نے حضرت نوح علیہ السلام کو سبوث فرمایا تو  
 انہوں نے کہا - یعنی قوم کے سرداروں نے کہ  
 نہ چھوڑتا اپنے محبودوں کو اور خاص کر دو،  
 سواع، یغوث، یعوق اور نفر کو، آخر آیت  
 تک۔

اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:  
 راوی نمبر (۱) :

### نجیح ابو معشر السندي

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نجیح ابو معشر، عن محمد بن ثجۃ ابو معشر، محمد بن کعب اور نافع سے روایت  
 کعب و نافع، منکر الحدیث۔ (2) کرتا ہے اور وہ مکرر الحدیث ہے۔

(1) (یاد رہے کہ یہاں، دار الكتب العلمية بیروت، کے نسخہ میں تحریف ہے جبکہ، دار العاصمة  
 الریاض ۱۹۹۱/۵، میں صحیح ہے)

(2) (الضعفاء الصغير ۳۳ (۳۸۰))

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کان ممن اخْتَلَطَ فِي آخِرِ حُمْرَهِ، و  
بَقِيَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ سَنِينَ لِي تَغْيِيرٌ  
شَدِيدٌ، لَا يَدْرِي مَا يَحْدُثُ بِهِ، فَكُثُرَ  
الْمُنَاكِيرُ فِي رِوَايَتِهِ لِي اخْتَلاطِهِ،  
فَبَطَلَ الْإِحْتِجَاجُ بِهِ... سَمِعَتْ مُحَمَّدُ  
بْنُ مُحَمَّدٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ الدَّارِمِيَّ  
يَقُولُ: سَأَلْتُ يَحْنَى بْنَ مُعْنَى عَنْ أَبِي  
مَعْنَى الْمَدِينِيِّ؟ فَقَالَ: إِسْمَاعِيلَ نَجِيْعَ  
صَعِيفَ. (۱)

بِاپنی عمر کے آخری حصہ میں مختلط ہو گیا تھا اور  
مرنے سے دو سال پہلے اس میں ہزیر  
تغیر آگیا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے کیا  
بیان کیا ہے، لہس اس کی روایات میں اکثر  
مناکیر اور خلط بحث ہے، لہس اس سے  
الحتاج باطل ہے، میں نے محمد بن محمود سے نہ  
وہ فرماتے میں نے داری سے نہ، انہوں نے  
کہا میں نے یحییٰ بن معین سے ابو مسٹر کے  
بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا اس کا  
نام نجح ہے وہ ضعیف ہے۔

امام عقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ كَتَبَتِيْہِ هِیْسِ مِنْ نَسَائِنَ اَبْنَاءِ  
فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ: سَمِعْتُ اَبْنَاءِ  
مَهْدِيٍّ، يَقُولُ: كَانَ اَبُو مَعْنَى يَعْرُفُ  
وَيَنْكِرُ، قَالَ الْبَخَارِيُّ: اَبُو مَعْنَى  
مُنْكِرُ الْحَدِيثِ... عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ  
بَكَارٍ، يَقُولُ: مَاتَ اَبُو مَعْنَى مِنْ  
سَنَةِ وَسْعِينَ وَمَائَةً، وَقَدْ كَانَ تَغْيِيرُ

(۱) (كتاب المعروج عن ۲/ ۳۰۵، ۳۰۳) (۱۱۲۳) ترجمة: نجح السندي، أبو معاشر

قبل ذلك .. عن مظہر بن مدرک ، مطہر بن مدرک کہتے ہیں کہ ابو مسٹر صحیح ایسا آدی ہے جو اسناد میں مثبت نہیں تھا، عمر بن علی کہتے ہیں کہ عجیب ابو مسٹر سے روایت بیان نہیں کرتے تھے اور اسے سخت ضعیف قرار دیتے تھے، اور جب اس کا ذکر آتا تو پہنچتے تھے اور عبد الرحمن نے اس سے بیان کیا پھر اس کو ترک کر دیا تھا، معاویہ بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے تیکی سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ابو مسٹر صحیح مولیٰ نبی ہاشم ضعیف الائسناد ہے، یہ کوئی چیز نہیں رقتیں حدیثیں لکھتا ہے۔

قال : کان أبو معاشر نجیح رجل لا يضبط الإسناد... عن عمرو بن علي ، قال : کان يحيى لا يحدث عن أبي معاشر المدنى ، ويضعفه جداً يضحك إذا ذكره ، و كان عبد الرحمن يحدث عنه ثم تركه ... عن معاویہ بن صالح ، قال : سمعت يحيى بن معاشر يقول : أبو معاشر نجیح مولیٰ بن هاشم ضعیف إسناده ، ليس بشيء ،

بکب من حدیثه الرقائق .... (1)

امام ابن الی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

... سمعت أبي يقول ذلك ... عن عمرو بن علي ، قال : کان يحيى بن سعيد لا يحدث عن أبي معاشر و يضعفه ، ويضحك إذا ذكره ، و كان عبد الرحمن بن مهدی يحدث عنه ... عن عبید الله بن فضالة ، قال :

(۱) (کتاب الضعفاء / ۳، ۱۳۳۲ / ۱۹۱۳) ترجمة : نجیح السدی . بتصرف

سمعت ابن مهدي يقول . كان أبو معاشر معروفاً ونكره ، عبد الله بن احمد بن محمد بن خبل سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے ابو معاشر رحمہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ چاہتا ، لیکن وہ اساد قائم نہیں کرتا تھا ، لیس بذلك -

میں نے مجین بن مھمن سے ابو معاشر مدینی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا حدیث میں مضبوط نہیں تھا -

عن عباد بن عبد الله ... عن عبد الله بن احمد بن محمد بن خبل ، قال : سالت أبي عن أبي معاشر نجح ، فقال كأن صدوقاً ، لكنه لا يقيم الإسناد ، ليس بذلك ... وعده ، قال : سالت يحيى بن معين عن أبي معاشر المديني ، فقال : ليس بقوى في الحديث ... قال : سالت أبي عن أبي معاشر المديني ، فقال : ليس بقوى في الحديث . (١)

امام ابن عذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

عن أبو نعيم يقول : كان أبو معاشر سديداً و كان رجلاً لكن ، وكان يقول : ثنا محمد بن قلب يريد : ابن كعب . عن ابن أبي مرريم سمعت يحيى بن معين يقول : أبو معاشر المديني ضعيف يكتب من حديثه ضعيف بـ اور اپنی حدیث میں رقصی چریں

(1) (الجرح والتعديل / ٨) (٥٦٣) ترجمة: نجح السندي، أبو معاشر . بتصرف )

الرقاق، و كان رجلاً أمياً يتفى، أن لكتها تھا، اور وہ ان پڑھ آدمی تھا، اور اس کی سند احادیث سے بچا جائے، احمد بن ابی سعید  
بروی من حدیثه المسند... عن سند احادیث سے بچا جائے، احمد بن ابی سعید  
کہتے ہیں: میں نے سعید بن معین سے سنا کہ  
بن معین یقول: السندي ليس بشيء  
کان أمياً... عن معاوية عن يحيى قال:  
ابو عشر نجح مولى بن هاشم ليس  
شيء، يكتب رقاق الحديث من  
احادیث میں رقت با تم لکھا کرتا تھا۔ امام  
بخاری نے کہا: شیخ ابو مسٹر اپنی احادیث میں  
خلافت کرتا، امام نسائی نے کہا: شیخ ابو مسٹر  
دلی ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کہا: یا ابو  
مسٹر اس کی وہ حدیثیں یہیں جن کو میں نے  
ذکر نہیں کیا اور اس سے ثوری، هشیم، لیث بن  
حدث عنہ الثوری و هشیم واللیث بن  
سعد وغیرہم ثقات میں سے بیان کرتے ہیں  
اور اس کی احادیث اس کے ضعف کے باوجود  
لکھی جائیں گی۔

ضعفہ یکتب حدیثہ (۱)

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
قال احمد بن زہیر نے کہا: میں نے سعید بن معین  
سے سنا وہ کہتے تھے: ابو مسٹر سندھی کوئی جز  
معین یقول: ابو عشر السندي ليس

(۱) (الکامل فی الضعفاء ۸، ۳۱۲، ۳۱۱، ۳۲۱، ۱۹۸۳) بتصرف.

بشيء، أبو معشر ربع، وسمعته مرة  
أخرى يقول: أبو معشر ليس حديثه  
بشيء... عن علي بن عبد الله المدیني  
قال: كان ذاك شيخا ضعيفا ضعيفا  
عن الأجرى قال: سمعت لها داود  
قال: قدم أبو معشر ببغداد و كان ضعيفا  
قال أبو علي صالح بن محمد: أبو  
معشر لا يسوى حديثه شيئا. (1)

احادیث میں کچھ بھی سالم نہیں۔

امام زمیں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
قال ابن نسیر: كان لا يحفظ  
الاسانید وقال النسائي والدارقطني:

ضعف (2)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ضعف" . (3) ضعيف ہے۔

(1) (تاریخ بغداد ۱۱/۲/۳۰۵-۳۰۶) بتصرف

(2) (دیوان الضعفاء والمترؤکین ۳۹۸-۳۹۵)

(3) (تقریب ۲/۳۰۳-۲/۹۹۳)

وانظر: سیر اعلام البلا للذهنی ۲/۲۶۲ (۱۳۰۱)، ميزان الاعتدال للذهنی ۷/۱۲،  
۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ (۹۰۲۳)، المغني في الضعفاء للذهنی ۲/۳۵۳ (۶۶۰۱)،  
تاریخ بیحیی برداشتی المدری ۲/۲۰۳، والدارمی (۸۲۹) الضعفاء للذهنی ۳۰۵

راوی نمبر (۲):

### محمد بن أبي عشر

امام زمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیخ الترمذی، صدوق، ونقہ ابو ترمذی کا شیخ، سچا ہے اور ابو یعلی نے اس کی  
یعنی، وأشار ابن معین إلى لین فيه توییق کی ہے اور ابن مھیم نے اس کے کمزور  
ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔  
(۱).

مذکورہ بالا اقوال محدثین سے یہ بات عیال ہو جاتی ہے کہ یہ روایت سخت ترین ضعیف  
ہے جو کہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

= = (۵۴۰)، الضعفاء للدارقطني ۱۷۰ (۵۵۰)، الضعفاء لابن نعيم ۲۵۳، العلل و معرفة الرجال لأحمد ۱/رقم ۲۰۲ و ۲۸۷۵ و ۲۰۹۵ و ۱۵۹۵ و ۳۶۱۶ و ۳۹۹۸/رقم ۳۰۹۸۳، العلل لابن المديني ۹۰،التاريخ الكبير للبخاري ۱۱۳/۸ (۲۳۷۹) (تاریخ ۲۰۸۳)، اسماء النفات لابن شاهین ۳۳۶ (۱۳۲۷)، طبقات لابن سعد ۵/۳۱۸، شفرات الذهب ۱/۲۷۸، وغيرهم.

(۱) (میزان الاعدال ۶/۳۵۳) (۸۲۱)

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں حضرت عروہ بن زہیر سے مندرجہ ذیل سن و متن کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں:

حدثنا ابی حذفی، حدثنا ابو عمر الدوری، حدثنا ابو عاصیل المؤدب عن عبد فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام یکار ہوئے اور ان کے پاس ان کے بیٹے بیٹھے تھے، وہ عن عروہ بن الزہیر قال: اشتکی آدم علیہ السلام و عنده بنوہ: ود، ویغوث، وساع، اور نسر اور وہ، ان میں سب سے بڑا تھا اور ان میں سے نیک تھا۔  
اکبرہم و ابرہم بھ۔ (1)

اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:  
راوی فمیر (۱):

**أبو عمر الدوري، هو حفص بن عمر بن عبد العزيز.**

امام زمیں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام حاکم نے دارقطنی سے روایت کیا کہ بے روی الحاکم عن الدارقطنی انه شک یہ ضعیف ہے، اور دوسرا جگہ کہا کہ اس ضعیف و فی موضع آخر، فی حدیث کی حدیث میں کمزوری ہے، بعض نے اس کی لین ضعفہ بعضهم۔ (2)  
ضعیف کی ہے۔

(1) (تفسیر ابن ابی حاتم ۱۰/۳۳۷۵) (۱۸۹۹۶)

(2) (میزان الاعتدال ۲/۳۳۰) (۳۳۰/۲۱۵۷) (۳۰۵/۷۰۷)

راوی نمبر (۲) :

### أبو إسماعيل المؤدب.

"ضعفه ابن معین ومشاه غیرہ .(1) امام ابن حمیں نے اس کی تضعیف کی، اور اس کے غیر بھی اسی طرف گئے ہیں۔

راوی نمبر (۳) :

### عبد اللہ بن مسلم بن هرمز

امام بشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وہ ضعیف .(2) اور وہ ضعیف ہے۔

امام بشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وہ ضعیف .(3) اور وہ ضعیف ہے۔

امام ابن حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور امام احمد نے کہا: ضعیف الحدیث کوئی جیزہ

وقال احمد: لیس بشی، ضعیف

نہیں، اور بھی بن حمیں نے کہا کہ ضعیف ہے

الحدیث، وقال يحییٰ بن معین :

اوہ ابو حاتم نے کہا توی نہیں ہے، اس کی

ضعف، وقال ابو حاتم: لیس بقوی

حدیث لکھی جائے گی۔

یکتب حدیث .(4)

(1) (المغنى فی الضعفاء / ۲ / ۷۷۰ - ۷۳۰)

(2) (مجمع الزوائد / ۲ / ۲۲۰ - ۲۲۰ وغیرہ)

(3) (سنن الکبریٰ / ۵ / ۱۸ - ۱۸ / ۹۰) باب استلام الرکن البمانی بدھ

(4) (الجرح والتعديل / ۵ / ۱۶۳ - ۱۶۳ / ۷۵۸)

امام نسائی، امام ابو داود، امام دارقطنی، امام ذہبی، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:  
**ضعف۔ (۱) یعنی ضعیف ہے۔**

**راوی نمبر (۲):**

**یعقوب بن مجاہد، أبو حرزہ**

امام علائی رحمۃ اللہ علیہ "جامع التحصیل" میں عبدالعزیز الحنفی سے بیان کرتے ہیں:  
**"لا یعرف له صالح من عروة۔ (۲) یعنی وہ عروہ سے اس کے صالح کو جانتے نہیں۔**

مندرجہ بالا محدثین کے قول سے یہ معلوم ہوا کہ یہ روایت سخت ترین ضعیف ہے، جس کے تمام  
 راویوں میں کلام ہے سوائے این ابی حاتم اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہما کے۔

یہاں تک وہ تمام حکم کی روایات جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صالحین تھے یا حضرت آدم علیہ  
 السلام کے بیٹے تھے اُن کے بارے میں واضح ہو گیا کہ ان میں سے کوئی روایت بھی قابل اعتقاد  
 نہیں ہے کہ جس پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ وہ صالحین تھے یا حضرت آدم و شیعہ علیہما  
 السلام کے بیٹے تھے۔

لہذا معلوم ہوا کہ ان روایات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرْنَ  
 إِلَهَنَّكُمْ وَلَا تَذَرْنَ وَلَا تَأْمُوْغُوا وَلَا يَنْفُثُ وَيَنْقُوقُ وَنَشْرًا﴾ کو بیان کر کے یہ

(۱) *الکامل فی الضعفاء*، ابن عدی ۱۵۷/۳ (۹۸۰)، *تهذیب الكمال* ۱/۱۲۲

(۲) *الضعفاء والمتروکین* لابن الجوزی ۲/۱۲۲ (۲۱۲۲)، *تقریب التهذیب*  
 ۱/۳۲۲، ۳۲۲، *الکافر* ۱/۵۹۸ (۲۹۸۲).

(2) *(جامع التحصیل* ۳۰۳ (۹۱۶).

ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ جن پانچ ہوں کا اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے وہ تینک دعا ملخ  
 انسان تھے، جن کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے بھسے ہنانے گئے اور بعد میں ان کی پوچھا کی  
 جانے لگی ذرست نہیں ہے اور اس آڑ میں انبیاء، اولیاء اور صالحین یا ان کے آثار کی تقطیم و محبت  
 سے روکنا درست نہیں بلکہ تعلیماتِ اسلامیہ کے خلاف ہے، کونک اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام میں  
 انبیاء، اولیاء اور صالحین کی تقطیم کے بارے میں فرمانیں خداوندی موجود ہیں، اور ان کے آثار کی  
 محبت و تقطیم کے بارے میں بھی قرآن و احادیث میں بے شمار دلائل موجود ہیں جو کسی بھی صاحب  
 علم کی نظر سے پوچیدہ نہیں ہیں اس بارے میں مختصر ہم آگے بیان کریں گے، ان شاء اللہ العزیز۔  
 یہ بھی درست نہیں کہ یہ کہہ کر کروں اس وجہ سے حرام و شرک میں گرفتار ہوتے ہیں اس  
 لئے تقطیم و محبت صالحین سے منع کیا جائے۔ اگر حرام و شرک کے ارکاب کے خوف کی وجہ ہے  
 مطلوب شرع افعال سے امت کو روکا جائے گا تو اس پر فتن دور میں تو بڑے بڑے اہم فراغ سے  
 بھی روکنا پڑے گا، جن میں شامل ہو جانے والی برائیوں سے کوئی بھی اہل علم و شور و اتف نہیں ہے۔  
 دعا ہے کہ اللہ ان برائیوں کے خلاف جہار کی توفیق عطا فرمائے تھے کہ مطلوب شرع کاموں سے روکنے  
 کی طرف لگادے۔ آمين

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہاں ایک بات بہت ہی قابل غور ہے، وہ یہ کہ „صنم“، جس کی حق اصطنام ہے، کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ صنم وہ ہے، جو لکڑی، سونے یا چامدی کا انسانی شکل پر ہو، کیونکہ روایات میں ان کے لئے لفظ "صنم" استھان ہوا لہذا ایسا نامی شکل و صورت کے بت تھے۔ یاد رہے کہ اس قول کا مقابل ہشام بن محمد کلبی ہے اور اس کا یہ قول مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اس کے رسالہ "الأصنام" میں ہے:

حدثنا الحسن بن علیل قال : حدثنا علی بن الصبّاح قال : قال لَا أَبُو المُنْتَهِي  
هشام بن محمد : إِذَا كَانَ مَعْمُولاً مِنْ خَبْرٍ أَوْ ذَهْبٍ أَوْ فَضْةٍ صُورَةُ إِنْسَانٍ فَهُوَ  
صَنْمٌ ; وَإِذَا كَانَ مِنْ حَجَارَةٍ ، فَهُوَ وَنْ . (۱)  
اولًا: هشام بن محمد کلبی کے بارے میں یہچے ذکر ہو چکا کہ اس کے بارے میں آئندہ محدثین کیا رائے رکھتے ہیں۔

ثانیا: اس سے روایت کرنے والا، علی بن الصبّاح بن الفرات، ہے، مجھے اس کی توثیق نہیں ملی، البتہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں اس کا ترجمہ ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کوئی جرح یا توثیق بیان نہیں کی، اور اس سے روایت کرنے والوں میں صرف دو کاذکر کیا ہے جن میں ایک حسن بن علیل اور دوسرا عبد اللہ بن أبي سعد الوراق ہے، ان میں سے عبد اللہ بن أبي سعد الوراق بھی معروف راوی نہیں ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ یہ راوی "علی بن صبّاح" بھی مجھول ہے۔

پس یہ قول ثابت نہیں۔ جب اس قول کا شہوت ہی نہیں تو پھر اس پر اعتقاد کیے کیا جاسکتا ہے؟۔

(۱) الأصنام ملخص: أهل ما عبد ت الأصنام

بُجَدَاسِ کے برعکس تعلیماتِ اسلامیہ میں تصریحات موجود ہیں۔

ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آن کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:  
 ﴿وَجَزَوْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَخْرَ فَأَتُوا أُولَئِكَ الْمُنْذَرَاتِ وَآتَنَا كَمَا كَسَبُوا وَلَا يُؤْتَنُونَ أَعْلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ فَأَلْوَاهُمْ مُؤْسَنٌ إِجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا كَمَا لَهُمْ أَلَهَةٌ فَالْإِنْكُمْ قَرْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ (۱)  
 موسیٰ ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لئے  
 استھنے خدا ہیں۔ بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ [م ۳۱۰ھ] لکھتے ہیں:

”حدَّثَنَا القَاسِمُ، قَالَ: ثَانِ الْحَسِينِ، بَنِي نَمْ كُوْرِجَاجَ نَعَمَ اللَّهُ تَعَالَى كَفَرَ بِهِمْ“ اور  
 ”قَالَ: ثَالِثِ الْحَسِينِ، بَنِي حَجَاجَ: ﴿وَجَزَوْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَخْرَ فَأَتُوا أُولَئِكَ الْمُنْذَرَاتِ وَلَا يُؤْتَنُونَ أَعْلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ فَأَلْوَاهُمْ مُؤْسَنٌ إِجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا كَمَا لَهُمْ أَلَهَةٌ فَالْإِنْكُمْ قَرْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ (۱)  
 ”جَرِيجٌ: عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ“ قال ابن  
 ”بِيَانِ كَيْا كَرَابِنْ جَرِيجَ نَعَمَ اللَّهُ تَعَالَى: (اَنَّ كَيْا  
 ”تَمَاثِيلَ بَقْرٍ، فَلِمَا كَانَ عَجَلَ سَامِرِيٌّ شَبَهَ لَهُمْ اَنَّهُ مِنْ تَلْكَ اَنْبُرَ  
 ”بَنِيَا تَوِيْ بَعْزَرَے کَمَعَالِمِي اَبْتَدَاهُجِي۔“ فَذَلِكَ كَانَ اُولَى شَانَ الْعَجَلِ (۲)

(۱) سورۃ الاعراف: [۱۳۸]

(۲) (جامع البیان ۵۲/۶)

علام ابوالقاسم جارالله الشری [م ٥٢٨] نے لکھا:

**﴿لَئِنْ وَعَلَىٰ قَوْمٍ بِمَا رَأَوْا عَلَيْهِمْ  
كُزْرٌ إِنَّهُمْ أَبْشَرٌ بِمَا  
تَحْمِلُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَهُمْ بِمَا  
عَلَىٰ عِبَادَتِهَا وَبِالْأَذْمَنِهَا.**

﴿فَإِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ  
عَلَىٰ عِبَادَتِهَا وَبِالْأَذْمَنِهَا. قَالَ اهْن  
جَرِيجٌ: كَانَتْ تَعَالِيلَ الْبَقْرِ: وَذَلِكَ  
أُولَئِكَ الْمُجْرِمُونَ (١)

کہا کہ ان کے بت گائے کی خل کے تھے اور  
یہ مجرمے کے معاملہ کی ابتداء تھی۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ [م ٥٩٧] فرماتے ہیں:

**﴿بِمَنْ كَفَرُوا عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَهُمْ  
بِمَا عَلَيْهَا يَلْازِمُهُنَّا، بِمَا  
رَأَوْا عَلَيْهِمْ عِبَادَتُهَا وَبِالْأَذْمَنِهَا،  
مِنْ لَزْمٍ شَيْءًا وَوَاعِظُهُمْ: عَكْفٌ  
بِعَكْفٍ وَبِعَكْفٍ. قَالَ قَاتَدَةُ: كَانَ  
أُولَئِكَ الْقَوْمُ نَزُولاً بِالرَّفَقَةِ، وَكَانُوا  
مِنْ لَحْمٍ. وَقَالَ غَيْرُهُ: كَانَتْ  
أَصْنَامُهُمْ تَعَالِيلَ الْبَقْرِ.** (٢)

کی خل کے تھے۔

امام علماء الدین علی بن محمد المعرف باحیازہ رحمۃ اللہ علیہ [م ٦٢٥] لکھتے ہیں:

(1) تفسیر الكفاف / ۲ / ۱۳۳

(2) زاد المسیر فی علم التفسیر / ۲ / ۱۹۳

﴿فَاتُوا عَلَى قَوْمٍ يَعْكِفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ﴾ "توان کا گزر اسکی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے (جم کر بیٹھے) تھے، یعنی اسرائیل جب دریا کو پار کر گئے تو اسکی قوم مجاوزہ النحر علی قوم یعکفون ای یقیمون و یواظبون علی أَصْنَام لَهُمْ یعنی تعاملیل لهم کانوا یعدونہا من دون الله قال ابن جریج : کانت تسلک الأَصْنَام بِقِرْ وَذَلِكَ أَوْلُ هَانَ العجل . (۱)

پوچھتے تھے، ابھن جرچ کہتے ہیں کہ یہ بت گائے کی طرح کے تھے اور یہ پھرے کے معاملہ کی ابتداء تھی۔

امام ابو حیان اندری رحمۃ اللہ علیہ [۳۵۷-۳۵۸] لکھتے ہیں:

﴿فَاتُوا عَلَى قَوْمٍ يَعْكِفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ﴾ "توان کا گزر اسکی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے (جم کر بیٹھے) تھے، بتا دہ اور ابو عمرو الجوني۔ ہم من لخم و جذام کانوا یسكنون الريف ، وقيل : کانوا نزولا بالرقعة رقة مصر و هي قرية مصر تعرف بساحل شہرے جودریا کے کنارے نیوم عک پھلی ہوئی تھی، اور کہا گیا ہے کہ وہ کتعالی تھے جن کے

(۱) (لیاب التأویل فی معانی التزییل ۲/ ۵۴۳)

یقْتَالُهُمْ وَمِنْهُ (فَلَمَّا) فَعَرَوا يَقُولُونَ : ساتھ حضرت موسی علیہ السلام نے لئے کام  
 اسٹ اعلیہ ستوں . و معنی (يَغْكُفُونَ) دیا تھا اور [فَلَمَّا] کا معنی پس گزرنے کیتے  
 یعنی کاس پر کئی سال گزر گئے اور [يَغْكُفُونَ]  
 کا معنی یعنی قائم رکھے ہوئے تھے، ان لوگوں  
 نے بت جن کی عبادت پر مدادت اختیار کئے  
 ہوئے تھے اور اخوان اور الیغم اور ایک روایت  
 میں عبد الوارث نے ”ک“ زیر سے پڑھا ہے  
 اور باقی نے چیل کے ساتھ پڑھا ہے، اور یہ  
 دونوں فحص ہیں، اور کہا گیا ہے کہ بت حقیقی  
 گائے کی طرح تھے، اور ابن جرین نے کہا کہ  
 گائے کی مثل تھے۔ پھر وہ، لکڑیوں یا ان کی  
 مثل سے بنے ہوئے تھے، اور یہ پہلا فتنہ تھا  
 جو بھجزے کی پوجا کا باعث ہتا۔

امام ابو حفص عمر بن علی ابن عادل ضبل رحمۃ اللہ علیہ [٨٨٠] لکھتے ہیں :

”قال قسادہ : کان اوٹک القوم من قادہ نے کہا کہ وہ قوم لخم میں سے تھے اور وہ  
 لخم، و كانوا انزوا لا بالرقہ . و قال ابن جرین نے کہا کہ  
 ان کے بت گائے کی مثل کے تھے، اور یہ  
 بقر و ذلك کان قصہ العجل . (۲)“

(۱) (تفسیر البحر المحيط ۳۷۶.۳۷۶/۳) (۲) (المباب في علوم الكتاب ۹/ ۲۹۳)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۱۱ھ] فرماتے ہیں:

وآخر جریر وابن المنذر عن ابن جریر، ابن منذر، ابن جریر سے اللہ تعالیٰ ایں کے فرمان ﴿فَاتُوا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكِفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَهُمْ﴾ کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ تابے سے بنے ہوئے گائے کی شکل کے سامری کے بنائے ہوئے پچڑے نے اُنہیں یہ شبہ الا کہ یہ اسی گائے کا ہے، بس یہ پیلانہ تھا جو پچڑے کی پوچھا کا باعث بنا کر اللہ علیہم حجۃ فیتقم منهم بعد ذلک. (1)  
پھر اس کے بعد وہ ان سے انتقام لے۔

امام طرطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال قتادة: كان أولئك القوم من حضرت قتادة نے کہا کہ وہ خم قبیلہ کے لوگ تھے اور رقت میں تھبہے، اور کہا گیا ہے کہ ان کے بت گائے کی شکل کے تھے اور اسی لئے اخراج لهم السامری عجلًا. (2)  
سامری نے ان کے لئے پچڑا بنا یا۔

امام ابو سعید محمد بن محمد العماری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۸۲ھ] فرماتے ہیں:

﴿فَاتُواهُمْ ای مروا﴾ علی قوم ﴿فَاتُواهُمْ ای مروا﴾ قيل ﴿فَاتُواهُمْ ای مروا﴾ علی قوم ﴿فَاتُواهُمْ ای مروا﴾ کہا

(1) الدر المثور في التفسير بالمعالجor (٣٨٢/٣)

(2) الجامع لأحكام القرآن المعروف تفسير القرطبي (٢٣٢/٧)

کانوا من لَحْمٍ، وَقَلْبٍ : من العمالقة  
 الکعنائیں الذين امر موسی عليه  
 کعنی لوگ تھے جن کے ساتھ حضرت موسی  
 علیہ السلام نے لازم کا حکم دیا تھا ﴿يَعْكُفُونَ  
 عَلَى أَصْنَامِهِنَّ﴾ یعنی ان کی عبادت  
 پر موافقت کئے ہوئے تھے اور اس کو لازم کئے  
 ہوئے اور کاف کے زیر سے بھی پڑھا گیا  
 ہے، اہن جریج نے کہا کہ ان کے بت گائے  
 کی شکل کے تھے اور یہ پہلا معاملہ تھا جو  
 پھر کے کی پوجا کا باعث ہا۔

شیخ طحاوی جو ہری مصری رحمۃ اللہ علیہ [۱۳۵۸ھ م] لکھتے ہیں :

قال تعالیٰ ﴿وَجَزَّنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ  
 اسْرَائِيلَ كُوْدِرْ يَا پَارَا تَارَا﴾ تو انہوں نے عاشورہ  
 الْخَرَبَه فاصاموا یوم عاشوراء شکر  
 کے روز شکرانے کے طور پر روزہ رکھا، پس  
 گزرے اسکی قوم پر جو جرم کر یا تھی ہوئی تھی یعنی  
 قائم رکھے ہوئے تھی اور موافقت اختیار کئے  
 ہوئے تھی اپنے بتوں پر بت گائے کی شکل تھے۔

حافظ ابن کثیر [۱۴۰۷ھ] فرماتے ہیں :

﴿عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامِهِنَّ﴾

(1) (تفسير ابو سعود ۲۳۶/۳) (2) (الجواهر في تفسير القرآن الكريم ۲۳۶/۳)

قال بعض المفسرين : كانوا من مارے (جم كرميٹھ) تھے، بعض آئى تفاصير  
الكتعانيين . وقيل : كانوا من لخم .  
قال ابن جرير : وكانوا يعبدون  
أصناما على صور البقر ، فلهذا أثار  
شبهة لهم في عبادتهم العجل بعد  
ذلك . (1)

علامة محمد بن علي شوكان [م ١٢٥٠ھ] نے لکھا :  
 ﴿قَاتُوا عَلَى قَوْمٍ يَغْهَفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ  
لَهُمْ﴾ ... قيل هزلاء الذين أتاهم بتو  
إسرائيل هم من لخم كانوا نازلين  
بالرقة ، كانت أصنامهم تماثيل بقر  
وقيل : كانوا من الكتعانيين ﴿قَاتُوا﴾  
أي بنو إسرائيل عند مشاهدتهم  
لذلك التماثيل ﴿يَمْوَسِي الْجَعْلُ لَنَا  
إِلَهًا﴾ أي صنما نعبده كانوا كالذى  
لهزلاء القوم . (2)

ان کی مورتیاں دیکھنے کے بعد، اے سویں عیسیٰ  
السلام ہمارے لئے بھی خدا بنا، یعنی بت،  
ہم بھی ان کی طرح اس کی عبادت کریں اور  
ان کی طرح بوجائیں۔

(۱) تفسیر القرآن العظیم (۱۲۰۳/۲)

(۲) تفسیر فتح القدير (۳۱۰/۲)

نواب صدیق حسن خاں [م ۱۳۰۷ھ] نے لکھا:

کہا گیا ہے کہ وہ جن کے پاس میں اسرائیل  
والے آئے تھے وہ قبیلہ ثم اور جذام میں سے  
تھے جو رقبہ میں غیرے تھے یعنی دریا کنارے،  
ان کے بٹ تابے کے بنے ہوئے گائے کی  
شکل کے تھے، وہ سامری کے ہنائے ہوئے  
چھڑے نے انہیں یہ شبہ الا کہ یہ اسی گائے  
کا ہے، پس یہ پہلا فتنہ تھا جو چھڑے کی پوجا کا  
باعث ہنا تاکہ اللہ کی طرف سے ان پر محنت  
قام ہو جائے پھر اس کے بعد وہ ان سے  
انقاص لے۔

﴿فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ  
لَهُمْ﴾... قبیلہ هزارہ القوم الذی آنہم  
ہنو اسرائیل هم من لخم وجذام  
کانوا نازلین بالرقة یعنی ساحل البحر  
کانت أصنامهم تمايليل بقر من نحاس  
فلما كان عجل السامری شبه لهم انه  
من تلك البقر . فذلك كان أول  
شأن العجل لتكون فـة عليهم الحجة  
فيتقم منهم بعد ذلك . (1)

غلام اللہ خاں کی مرتبہ صیہن علی کی تفسیر "جوہر القرآن" میں ہے  
„یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ یعنی یہ گائے کے پیچاری جس دین پر ہیں یعنقریب  
میرے ہاتھوں برپا ہونے والا ہے۔“ (2)  
اسی کے حاشیہ میں اسی معنی پر „موضع قرآن“ سے ہے۔

„جال آدمی زرے بے صورت کو عبادت کر کر تسلیم نہیں پاتا جب تک سامنے ایک  
صورت نہ ہو اس قوم نے دیکھا کر گائے کی صورت پوچھتے تھے ان کو بھی یہ ہوں آئی آخر سونے کا  
چھڑا بنا یا اور پوچھا۔

(1) (فتح البیان فی مذاہد القرآن ۲/ ۵۶۸)

(2) (جوہر القرآن ۱/ ۳۸۳)

ان کے علاوہ اکثریت آئندہ تفاسیر نے اپنی اپنی تفاسیر میں ایسے ہی ذکر کیا ہے۔

ان عبارات تفاسیر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ کہنا کہ صنم صرف سونے، چاندی وغیرہ کا انسانی مخل پر بنا ہوا بت ہے درست نہیں بلکہ صنم کا لفظ کسی بھی چیز سے کسی بھی مخل و صورت کے بنے ہوئے مجسم کو کہا جاتا ہے۔ یہاں تک ہم نے آئندہ تفاسیر سے اس بات کو عیان کیا ہے، اب آئیں لغت عرب کی طرف کر عربی لغت میں بھی صرف سونے یا چاندی وغیرہ سے انسانی مخل کے بنے ہوئے مجسم کوہی صنم نہیں کہا جاتا بلکہ کسی بھی چیز سے کسی بھی مخل و صورت پر بنائے گئے مجسم کو اہل لغت صنم کہتے ہیں، بلکہ آئندہ آنے والی عبارات میں آپ دیکھیں گے کہ بعض کے نزدیک تو صرف کسی چیز کے مجرم کوہی صنم کہا گیا ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دور کرنے کا باعث بن جائے، خواہ وہ مجرم کی مخل و صورت میں ہو، یا زندہ انسان ہو، یا دنیا کا مال و دولت ہی کیوں نہ ہو۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صنم : الصنم جثة متخذة من فضة او  
نحاس او خشب كانوا يعبدونها  
متقربين به الى الله تعالى ، وجمعه  
اصنام . قال الله تعالى : ﴿أَتَتَّخِذُ  
أَصْنَاماً أَيْلَهَةً﴾ [الأنعام : ٢٣]  
﴿لَا يَكِنْدُنَ أَصْنَمُكُمْ﴾ [الأنبياء : ٥٧]  
قال بعض الحكماء : كل ما عبد من  
دون الله بل كل ما يشغل عن الله

تعالیٰ یقال لہ صنم، وعلیٰ هذا  
الوجه قال ابراهیم صلوات اللہ علیہ  
السلام نے دعا کی تھی کہ "اور مجھے اور میری  
اولاد کو اصنام کی عبادت سے بچا" یہ جانتا  
چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ  
کی معرفت اور اُس بات کی پوری پوری  
اطلاع تھی پھر انہیں یہ خوف کیسے ہو سکتا ہے  
کہ وہ ان سورتیوں کی عبادت کی طرف لوٹیں  
گے تو اسی لئے آپ نے عرض کی مجھے (ہر اس  
چیز) سے پچا جو نافل کردے اور مجھے سے پھر

[ابراهیم : ۳۵] فمعلوم ان ابراهیم  
مع تحققہ بمعرفة اللہ تعالیٰ واطلاعہ  
علیٰ حکمتہ لم یکن ممن یخاف ان  
یعود إلى عبادة تلك الجهة التي  
کانوا یعبدونها فکانہ قال اجنبی عن  
الاشغال بما یصرفی عنک (۱)

۔۔۔

امام ابن اثیر جزیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
صنم: قد تقرر فيه ذکر الصنم و  
الاصنام وهو ما اتخذ إلها من دون  
الله تعالى . وقيل هو ما كان له جسم  
او صورة . فان لم يكن له جسم او صورة  
 فهو وثن . (2)

صنم وہ جو قرار پا گیا جن کے بارے میں صنم  
اور اصنام کا ذکر آیا، اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا  
میبود بنا لئے گئے، اور کہا گیا ہے کہ وہ جس کا  
جسم اور صورت ہو وہ صنم ہے اور جس کا جسم و  
صورت نہ ہو پس وہ وثن ہے۔

(۱) المفردات في غريب القرآن (۲۹۸)

(۲) النهاية في غريب الحديث والآثار (۵۲/۳)

امام ابن منظور افرق تی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صنم : الصنم : معروف واحد الأصنام "صنم" معروف ہے جس کی جمع "أصنام" ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ مغرب ہے یعنی اصل کے لحاظ سے نہن اور وہ وہن ہے۔ ابن سیدہ نے کہا کہ وہ یعنی صنم بنایا جاتا ہے لکڑی سے اور ڈھالا جاتا ہے چاندی اور تابنے سے اور جمع اس کی اصنام ہے اور حدیث میں صنم اور اصنام کا ذکر بار بار آیا ہے، اور وہ وہ ہے جو اللہ کے سوا معبود بنایا جاتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ جس کا جسم اور صورت ہو، پس جس کا جسم اور صورت نہ ہو وہ وہن ہے، اور ابو العباس نے ایک اعرابی سے بیان کیا کہ صنم اور نصہ ایسی صورت کو کہا جاتا ہے جس کی عبادت کی جائے، اور قرآن مجید میں (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں ہے) اور بچا مجھے اور میری اولاد کو اصنام کی پوجائے، این عرف نے کہا: جس کو آنہوں نے معبود بنایا رکھا ہے۔ پس اگر اس کی صورت نہیں تو وہ وہن ہے اور اگر اس کی صورت ہو تو

يقال : إله معرب شمن ، وهو الوثن ؛  
 قال ابن سیده : وهو ينحت من خشب  
 ويصاغ من فضة ونحاس ، والجمع  
 أصنام ، وقد تكرر في الحديث ذكر  
 الصنم والأصنام ، وهو ما اتخذ إلها  
 من دون الله ، وقيل : هو ما كان له  
 جسم أو صورة ، فإن لم يكن له جسم  
 أو صورة فهو وثن . وروى أبو العباس  
 عن الأعرابي: الصنة والنصلة الصورة  
 التي تعبد . وفي التزيل العزيز ﴿وَاجْنِيْنِي  
 وَتَبَّنِيْ أَنْ تَعْبُدُ الْأَصْنَامَ﴾ قال ابن عرفة  
 ما اتخذوه من آلهة فكان غير صورة  
 فهو وثن ، فإذا كان صورة فهو صنم  
 وقيل الفرق بين الوثن والصنم أن  
 الوثن ما كان له جثة من خشب أو  
 حجر أو فضة ينحت ويعبد ، والصنم  
 الصورة بلا جثة ، ومن العرب من جعل

ضم ہے اور کہا گیا ہے کہ وہن اور ضم میں فرق ہے، وہن وہ ہے جس کے لئے جو شہر، لکڑی، پتھر، یا چاندی سے ہایا گیا ہو اور اس کی عبادت کی ہے، اور ضم صورت بلا جش کو کہتے ہیں اور عربوں نے بار کئے ہیں وہن یعنی نصب کر کے ہیں ضم، اور حسن سے روا ہت ہے فرمایا کہ عرب قبیلوں میں سے کوئی قبیلہ بھی بت سے خالی نہیں تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کا نام انہوں نے اشیٰ نبی فلاں رکھا ہوا تھا، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول، ”نہیں پکارتے (یعنی عبادت کرتے) وہ مگر اس کے سوالات کو، اور اثاث کہتے ہیں ہر اس چیز کو جس میں زوج نہ ہو، میں لکڑی اور پتھر کے، کہا اور صنمہ وابہیہ برا بات، ازہری نے کہا اسکی اصل صلمہ ہے اور بنو صنمیم شاخ ہے۔

ضم یعنی حرکت کے ساتھ، بری ہوا اور ایسے

اللون المنصوب صنم، ورقی عن الحسن اسے قال: لم یکن حی من احیاء العرب الا ولها صنم یعبدونها یسمونها انشی بنتی فلان؛ و منه قول اللہ عزوجل: ﴿لَمْ يَكُنْ مِّنْ دُّونِهِ إِلَّا إِنَّمَا﴾؛ والإناث كل شيء ليس فيه روح مثل الخبطة والحجارة، قال: والصنمة الذاهية؛ قال الأزهري: أصلها صلمة، وبنو صنمیم: بطن۔ (۱)

علام محمد رضا زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[ضم] الصنم، محرکة: خبت الرانحة

(۱) (السان العرب ۱۲/۳۰۲)

وأيضاً: قوة العبد وقد صنم، وهو صنم عني بندے کی طاقت اور صنم، هم مثل كتف اور ككتف . والصنم: واحد الأصنام، صنم واحد ہے امانتاں کی، اور قرآن و حدیث میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے، جو ہری نے کہا وہ وثن ہے اور وہ صریح ہے، بے شک دونوں متراوف یہیں ایک دوسرے کے، اور ہشام کلبی نے اپنی کتاب الامانتاں میں صنم اور وثن میں فرق بیان کیا ہے کہ جو لکڑی اور سونے چاندی وغیرہ جو ہر ارضی سے بنایا گیا ہو وہ تو صنم ہے اور جو پتھر سے بنایا گیا ہو وہ وثن ہے۔ اور ابن سیدہ نے کہا: جو لکڑی سے بنایا ہوا ہو یا چاندی، تابہ وغیرہ سے ڈھالا گیا ہو۔ فہری نے ذکر کیا ہے کہ صنم وہ ہے جس کے لئے صورت سورت بنائی گئی ہو اور وثن وہ ہے جس کی صورت نہ ہو، میں کہتا ہوں یہ قول ابن عزفہ کا ہے اور کہا گیا ہے کہ وثن وہ ہے جس کے لئے جسم ہو، لکڑی کا یا پتھر یا چاندی کا اور جو عبادت کرنے کے لئے بنایا گیا ہو، اور صنم وہ ہے کہ جو صورت بلا جسم و جثہ ہو، اور کہا گیا ہے کہ صنم وہ ہے جو خلقت بشر پر صورت

وقد تکرر ذکرہ فی القرآن  
والحدیث . قال الجوہری : هو الوثن  
وهو صریح فی إنہما مترادفان . وفرق  
بینہما هشام الكلبی فی كتاب الأصنام  
لہ بان المعمول من الخشب او النسب  
والفضة او غيرها من جواهر الأرض  
صنم ؛ او إذا كان من حجارة فهو وثن  
وقال ابن سیده : هو ينحت من خشب  
و يصاغ من فضة و نحاس . وذكر  
الفهری : أن الصنم ما كان له صورة  
جعلت تمثلا ، والوثن ما لا صورة له .  
قلت : وهو قول ابن عزفة . وقيل :  
أن الوثن ما كان له جثة من خشب او  
حجر او فضة ينحت وبعد ، والصنم  
الصورة بلا جثة . وقيل : الصنم ما كان  
على صورة خلقة البشر والوثن ما  
كان على غيرها كذلك في شرح الدلال

رکتا ہوا روشن جو اس کے برعکس ہو، اور  
دوسروں نے کہا ہے کہ جس کے لئے جسم اور  
صورت ہو وہ صنم ہے اور جس کے لئے جسم اور  
صورت نہ ہو وہ وشن ہے، اور کہا گیا ہے کہ صنم  
وہ ہے جو پھر دفیرہ سے بنایا گیا ہو، اور وشن وہ  
ہے جو کہ صورت مجسم رکھتا ہو، اور کبھی کبھی  
خت تین چیز پر بھی وشن کا اطلاق کیا جاتا  
ہے اور ہر اس چیز پر بھی جو اللہ تعالیٰ سے دور کر  
دے اور اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ  
السلام نے عرض کی تھی، اور بچانجھے اور میرے  
بیٹوں کو احتمام کی عبادت سے، کیونکہ حضرت  
ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور  
اس بات کی پوری پوری اطلاع تھی پھر انہیں  
یہ خوف کیسے ہو سکا ہے کہ وہ ان سورتیوں کی  
عبادت کی طرف لوٹن گے، اسی لئے آپ  
نے عرض کی تھے (ہر اس چیز) سے بچا جو  
غافل کر دے اور تجھ سے پھر دے۔ یہ امام  
راغب نے کہا، اور کہا گیا ہے کہ مغرب

وقال آخرُونَ : ما كان له جسم أو  
صورة لِصَنْمٍ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ جسم  
أو صورة فهو وشن . وقليل : الصنم من  
حجارة أو غيرها ، والوشن : ما كان  
صورة مجسمة ؛ وقد يطلق الوشن على  
الصلب وعلى كل ما يشغل عن الله  
تعالى ، وعلى هذا الوجه قال إبراهيم  
عليه السلام : (وَاجْتَبَنِي وَتَبَّنِي أَنْ  
تُبَعَّذَ الْأَحْسَانَمَ ) لأنَّه عليه السلام مع  
تحقيقه بمعرفة الله عزوجل ، و  
اطلاعه على حكمته لم يكن من  
يختلف عبادة تلك الجهة التي  
كانوا يعبدونها ، فكانه قال : اجتنبى  
عن الاشتغال بما يصرفني عنك ؛  
قاله الراغب . يقال إنه مغرب شمن ،  
هكذا بالشين المعجمة ولا ادرى أنه  
في أي لسان ، فإنه في الفارسية بت  
(1).

(1) (تاج العروس مع جواهر القاموس ۱ / ۳۲۱)

ہے شمن اور شمن مجھ کے ساتھ، اور میں نہیں  
جانتا کہ یہ کون سی زبان میں ہے، بے شک  
فارسی میں بتتے ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ صنم صرف انسانی ٹھیک و صورت کی صورتی کو  
ہی نہیں کہا جاتا بلکہ یہ بہاں تک عام ہے کہ جو چیز بھی انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے وہی صنم  
ہے۔

اب ہم ان کی حقیقت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ یہ بت کیجئے تھے۔ ان کی شکلوں کے  
بارے میں وضاحت کے بعد یہ بات مزید پختہ ہو جائے گی یہ صالحین کے مجسم نہیں تھے، بلکہ  
مشرکین کے من گھڑت قسم کے معبدوں تھے جن کو انہوں نے خود گھڑا ہوا تھا اور اپنے خیال کے  
مطابق ان کو مختلف شکلیں دی ہوئیں تھیں، اور انہی مجسم شکلوں کو وہ معبد خیال کرتے تھے اور انہی  
کی عبادت کرتے تھے۔ وہ ان کے خود ساختہ معبدوں تھے جن کا نئگی و اصلاح سے حقیقت میں کوئی  
تعلق نہیں تھا۔ کسی کے بت کی مجسم صورت انسانی ساخت کے مطابق تھی تو کسی کا معبد کوئی  
خوبصورت پتھر تھا۔ کسی کے معبد کی مجسم صورت اگر گانے کی ساخت پر تھی تو کسی کا معبد گھوڑے  
کی صورت کا تھا، کسی کے معبد کی صورت اگر گدھ کی مجسم صورت تھی تو کسی کا معبد شیر کی مجسم  
صورت کا تھا، کسی کا معبد اگر سورج تھا تو کوئی چاند کا پچماری تھا، اگر کوئی فلک بوس پیہاڑوں کو معبد  
خیال کئے ہوئے تھا تو کوئی درختوں اور جھاڑیوں کے سامنے بجھ دہ رہتا تھا۔

سب سے پہلے ہم انہی کی شکلوں کے بارے میں ذکر کرتے ہیں جن کا ذکر سورہ نوح  
میں وہ، سواع، یفوث، یعوق اور نسر کے ناموں کے ساتھ کیا گیا ہے، ان کے بارے میں ملاحظہ  
فرمائیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَحَكَى الْوَالِدِي قَالَ : كَانَ وَدْ عَلَى آدَمَ كَهْبَةً كَهْبَةً وَدَعْلَى  
صُورَةِ رَجُلٍ، وَسَوْاعَ عَلَى صُورَةِ امْرَأَةٍ  
وَيَغُوثَ عَلَى صُورَةِ أَسْدٍ، وَيَعُوقَ  
عَلَى صُورَةِ فَرَسٍ، وَنَسَرَ عَلَى صُورَةِ  
طَائِرٍ، وَهَذَا شَادُ الْمُتَهَوِّدِينَ“  
کانوا علی سورۃ البشیر۔ (۱)

میں کہتا ہوں! کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کوشاز قرار دینا غالباً بخاری  
وغیرہ کی روایات کی وجہ سے ہے حالانکہ بخاری کی روایت میں بھی یہ صراحت تو موجود نہیں کہ ان  
کے بیٹھنے کی جگہوں پر جو بت نصب کیے گئے تھے، وہ انہی کی شکل پر بنائے گئے تھے اور دوسرا  
روایت جس میں ہے کہ ان کی تصویریں بنائی گئی تھیں اور ان کو ان کی عبادت گاہوں میں آؤزیں کیا  
گیا تھا۔ اگر اس کی وجہ سے اس کوشاز قرار دیا ہے تب بھی جچھے صفات میں بخاری اور دیگر روایت  
کی فیضیت ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں کہ کسی پر اعتماد کرتے ہوئے حتی طور پر یہ کہا  
جائے کہ وہ تمام بت انسانی شکل و صورت کے تھے جبکہ اکثر اہل تفاسیر نے ان کی صورتوں کا اسی  
طرح ذکر کیا ہے اور اس کا رد بھی نہیں کیا، ملاحظہ ہو:

علام ابوالقاسم الزخیری [۵۲۸ھ] لکھتے ہیں:

”وَقَبْلَ : كَانَ وَدْ عَلَى صُورَةِ رَجُلٍ ، اُور کہا گیا ہے کہ وَآدَمَ کی شکل کا تھا اور سَوْاعَ  
وَسَوْاعَ عَلَى صُورَةِ امْرَأَةٍ ، وَيَغُوثَ  
عورت کی شکل پر اور یغوث شیر کی شکل پر

علی صورۃ اسد، ویعوق علی صورۃ فرس، ونسر علی صورۃ نسر۔ (۱) کہل پر بنایا گیا تھا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال الواقدي: كان ود على صورة رجل، وسوانع على صورة امرأة، ويفجوت على صورة اسد ويعوق على صورة فرس، ونسر على صورة نسر من الطير، فالله أعلم. (2)

اور واقدی نے کہا کہ ودآدمی کی کھل پر تھا اور سواع عورت کی کھل پر اور یغوث شیر کی کھل پر اور یعوق گھوڑے کی کھل پر اور نسر پرندوں میں سے گدھ کی کھل پر بنایا گیا تھا۔ فانہ اعلم

امام ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی رحمۃ اللہ علیہ [م ۵۹۷] فرماتے ہیں:

قال الواقدي: كان ود على صورة رجل، وسوانع على صورة امرأة، ويفجوت على صورة اسد ويعوق على صورة فرس، ونسر على صورة نسر من الطير. (3)

اور واقدی نے کہا کہ ودآدمی کی کھل پر تھا اور سواع عورت کی کھل پر اور یغوث شیر کی کھل پر اور یعوق گھوڑے کی کھل پر اور نسر پرندوں میں سے گدھ کی کھل پر بنایا گیا تھا۔

امام ابوحنیان الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ [م ۳۲۵] لکھتے ہیں:

وفيـل: كان ود على صورة رجل، وعورـتـ کـهـاـ گـيـاـ ہـےـ کـوـدـآـدـیـ کـیـ کـھـلـ کـاـ تـھـاـ اـورـ سـوـاـعـ سـوـاـعـ عـلـیـ صـورـۃـ اـمـرـأـةـ، وـیـفـجـوـتـ شـیرـ کـیـ کـھـلـ پـرـ

(۱) تفسیر الكشاف ۳/۴۰۷۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن ۱۸/۲۶۶۔ ۲۶۷۔

(۳) زاد المیر فی علم التفسیر ۸/۱۲۷۔

علی صورۃ اسد، و یعوق علی صورۃ فرس، و نسر علی صورۃ نسر۔ (۱) پر بنایا گیا تھا۔

امام عبدالشہب بن احمد بن محمد نسیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور نہ چھوڑنا و دکو، دا، کی لمحٰ اور ضر کے ساتھ  
اوڑ دہ نافع کی قرات ہے دتوں لغتیں۔ (اس  
کا) بت آدمی کی شکل کا تھا، اور نہ سواع کو وہ  
عورت کی شکل کا بت تھا، اور نہ چھوڑنا یعنی تو کو  
دہ شیر کی شکل کا بت تھا، اور یعوق کو وہ گھوڑے  
کی شکل کا بت تھا، اور نسر کو وہ گندھ کی شکل کا بت  
تھا۔

امام ابن عادل مشقی ضمیٰ رحمۃ اللہ علیہ [۸۸۰ھ] فرماتے ہیں:

وقال الواقدي: كان و د على صورۃ او ر والقدی نے کہا کہ و د آدمی کی شکل پر تھا اور  
سواع عورت کی شکل پر اور یعنی تو شیر کی شکل  
پر اور یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر پر ندوں  
میں سے گندھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔ فانہ اعلم  
صورۃ فرس، و نسر علی صورۃ نسر  
من الطیب ، فالله اعلم۔ (۳)

(۱) تفسیر البحر المحيط ۲۲۵/۸

(۲) تفسیر نسفی ۱۲۸۵

(۳) الباب في علوم الكتاب سورۃ نوح

امام ابو سعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ امدادی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۸۲ھ] فرماتے ہیں:

وقیل: کان و د علی صورۃ رجل، و اور کہا گیا ہے کہ و آدی کی شکل کا تھا اور سواع  
سواع علی صورۃ امراء، و بیغوث عورت کی شکل پر اور بیغوث شیر کی شکل پر اور  
علی صورۃ اسد، و بیعوق علی صورۃ بیعوق گھوڑے کی شکل پر اور ترس گدھ کی شکل پر  
فرس، و نسر علی صورۃ نسر۔ (۱) بنایا گیا تھا۔

علامہ صدیق بن حسن بن علی المقوی [م ۷۳۰ھ] لکھتے ہیں:

قال الواقدي: کان و د علی صورۃ اور و اقدی نے کہا کہ و آدی کی شکل پر تھا اور سواع عورت کی شکل پر اور بیغوث شیر کی شکل پر اور بیعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر پر ندوں میں سے گدھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔

الظاهر۔ (۲)

ابوالعلیٰ مودودی نے لکھا:

قوم نوح کے معبودوں میں سے یہاں ان معبودوں کے نام لئے گئے ہیں جنہیں بعد میں اہل عرب نے بھی پوجتا شروع کر دیا تھا اور آغازِ اسلام کے وقت عرب میں جگہ جگہ ان کے مندر بنے ہوئے تھے، بعد نہیں کہ طوفان میں جو لوگ فتح گئے تھے ان کی زبان سے بعد کی نسلوں نے قوم نوح کے قدیم معبودوں کا ذکر سننا ہو گا اور جب از سر نوان کی اولاد میں جاہلیت پھیلی ہو گی تو انہی معبودوں کے بت بنا کر انہوں نے پھر انہیں پوجتا شروع کر دیا ہو گا۔ ودقیلہ قضاۓ کی

(۱) (تفسیر ابو سعود او ارشاد العفیل السليم الی مزایا الكتاب الکریم ۳۱۱، ۳۱۰)

(۲) (فتح البیان فی مقاصد القرآن ۲۱۸)

شاخ فی کلب بن دبرہ کا مسجد و تھا جس کا استھان انہوں نے دو مرد الجہل میں بنارکھا تھا عرب کے قدیم کعبات میں اس کا نام ددم ابم (دو بابو) لکھا ہوا ملتا ہے۔

لکھی کا بیان ہے کہ اس کا بست ایک نہایت عظیم الجہش مرد کی شکل کا بنا ہوا تھا قریش کے لوگ بھی اس کو میعبد و مانتے تھے اور اس کا نام ان کے ہاں و تھا اسی کے نام پر تاریخ میں ایک شخص کا نام عبد و ملتا ہے۔

سوانح قبیلہ ہذل کی دیوبی تھی اور اس کا بست عورت کی شکل کا بنا یا مگیا تھا پیغمبر کے قریب رہا اس کے مقام پر اس کا مندر رواق تھا۔

یونٹ قبیلہ طلکی شاخ فہم اور قبیلہ نمنج کی بعض شاخوں کا مسجد و تھانہ نج والوں نے یمن اور حجاز کے درمیان جوش کے مقام پر اس کا بست نصب کر رکھا تھا جس کی شکل شیر کی تریش کے لوگوں میں بھی بعض کا نام عبد یونٹ ملتا ہے۔

یعوق یمن کے علاقہ ہمان میں قبیلہ ہمان کی شاخ خیوان کا مسجد و تھا اور اس کا بست گھوڑے کی شکل کا تھا۔

نرجیس کے علاقے میں قبیلہ حسیر کی شاخ آل ذوالکلاع کا مسجد و تھا اور پلنگ کے مقام پر اس کا بست نصب تھا جس کی شکل گدھ کی تھی۔ سبا کے قدیم کتبوں میں اس کا نام سور لکھا ہوا ملتا ہے اس کے مندر کو وہ لوگ بیت سور، اور اس کے پچار یوں کوائل سور کہتے تھے قدیم مندوں کے جو آثار عرب اور اس کے تعلق علاقوں میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بہت سے مندوں کے دروازوں پر گدھ کی تصویر یعنی ہوئی ہے۔ (۱)

شاہ عبدالعزیز محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سے ملتی جلتی بات لکھی ہے اور علماء دیوبند

(۱) فہم القرآن ۲/ ۱۰۳، ۱۰۴

میں سے اکبریت نے اسے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں: (۱)۔

مفسر قرآن، شارح بخاری و مسلم علامہ غلام رسول سعیدی مدخلہ العائی طویل کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اسی اصح روایت کو اختیار کیا ہے۔ (۲)

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "تاریخ ارض القرآن" میں لکھا کہ:

ایک غیر مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بت گزشتہ بزرگوں کے مجسمے تھے جن کو اہل عرب نے بعد میں پوجا شروع کر دیا تھا [حاشیہ میں لکھا کہ: "صحیح بخاری تفسیر سورہ نجم و سورہ توہ" ] ممکن ہے کہ ان میں بعض ایسے بھی ہوں لیکن زیادہ صحیح خیال یہ ہے کہ اصل میں یہ مختلف ستاروں کی خیالی صورتیں تھیں، نمر کے متعلق تو تحقیق ثابت ہے کہ وہ ایک آسمانی شکل کا نام ہے اسی پر دوسرے بتوں کو بھی قیاس کرنا چاہئے بعد میں مرور زمان سے ان کی اصلیتیں ہی ذہنوں سے اتر گئیں اور وہ صرف پھر اور منی کا ذہیر بن کر رہ گئے چنانچہ لات، عزی اور مناۃ کی بھی صورت تھی۔

لات: گول پسید پھر اور اس پر ایک عمارت تھی۔

عزی: ایک درخت تھا اس کے نیچے ایک بت تھا چاروں طرف چار دیواری تھی۔

مناۃ: پھر کی ایک چٹان تھی۔

دوسرے: بتوں کی مختلف صورتیں تھیں

(۱) (تفسیر عزیزی ۲/۲۲۵-۲۲۶ ترجم، معالم العرقان فی دروس القرآن سوالی ۱۵/۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰ میں شاہ عبد القادر، انوار القرآن، محمد نجم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔ تفسیر حاتمی ۳/۵۸۷-۵۸۸۔ مواہب الرحمن ۹/۱۰۱۔ وغیرہم۔)

(۲) (بیان القرآن ۱۲/۲۶۲)

وو: دراز قد مرد کی ایک صورت تجد کر میں لپیئے، ایک چادر اوڑھے گئے میں تکوار حائل کمان <sup>لٹکی</sup> ہوئی، ایک طرف ترکش پڑا ہوا، سامنے نیزہ اس میں جھنڈا بندھا ہوا، ستارہ جبار کی تقریباً بھی <sup>ٹھل</sup>  
ہے۔

سوانح: کی <sup>ٹھل</sup> عورت کی تھی، آسمان میں مرادہ سلسلہ ذات الکری وغیرہ عورت کی شکلیں ہیں۔

بیوٹ: (فراورس) کی <sup>ٹھل</sup> شیر کی تھی، ستارہ اسد ہو گا، ایک فراورس اور مدگار کی صورت شیر  
سے بہتر کیا خیال کی جاسکتی ہے؟

یوق: (صیحتوں کو روکنے والا) کی صورت گھوڑے کی تھی، ستاروں کی ایک <sup>ٹھل</sup> فرس بھی ہے  
عربوں کے نزدیک تو فرس <sup>ھیئت</sup> ان کے مصائب کا کاچارہ گر ہے۔ (۱)

بقول مودودی صاحب عرب اور اس کے متصل علاقوں میں پائے جانے والے  
مندوں کے آثار اور ان کے دروازوں پر گدھ کی تصاویر کا پایا جانا اس بات کو پختہ کرتا ہے کہ ان  
کے یہ خود ساختہ عبود صرف انسانی <sup>ٹھل</sup> صورت کے عینہں تھے بلکہ مختلف روپوں میں ہائے  
گئے تھے۔

ذکورہ بالاشکلوں کے بارے میں اگر کسی کو واقعی کی وجہ سے ٹک ہو تو عرض یہ ہے کہ قدیم  
مندوں کے جو آثار عرب اور اس متصل علاقوں میں پائے گئے ہیں ان میں ان کی شکلؤں کا پایا  
جانا واقعی کی بات کی صحت کی دلیل ہے جبکہ اس کے خلاف کوئی صحیح روایت بھی موجود نہیں کہ  
جس سے ثابت ہو سکے کہ یہ انسانی <sup>ٹھل</sup> صورت کے بت تھے۔

ایک بات ہر یہاں چیز کی تائید کرتی ہے کہ اگر وہ نیک و صالح انسانوں کے بھے تھے تو  
جب ان کی نعمت یہاں کی گئی چاہیے تھا کہ ان کے مخباری ان کی تعریفوں میں ان کی بھلائیوں

(۱) (التاریخ ارض القرآن ۳۱۹، ۳۲۰)

اور ملاح کے پل باندھتے لیکن اس بارے میں بھی ہمیں اس کا کوئی صحیح شاہد نظر نہیں آتا۔

هزید یہ کہ اگر ان لوگوں نے ان کی نیکی و ملاح کی وجہ سے ان کے مجسمے بنائے تھے تو اس میں انہیں سب سے پہلے حضرت آدم اور ادریس علیہما السلام جیسی شخصیات کے مجسمے بنانے چاہیے تھے جن کی مثل ان میں کوئی بھی نیک و مسلسل نہیں تھا۔

قرآن و احادیث اور آثار بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ شرکیں جن بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ صرف انسانی شکل و صورت کے نہیں بلکہ مختلف شکلوں اور صورتوں کے مجسمے تھے جیسا کہ آگے شعری اور عزی وغیرہ مانای بتوں کے بارے میں ذکر ہو گا۔

## بت پرستی کی ابتداء کے بارے میں

اس زمین پر انسانیت کے نئے کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر آتارے جانے کے ساتھ شروع ہوئی، اور پیدائش انسانیت کی ابتداء حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے زمین پر اتنے کے بعد کافی عرصہ جدا گا خطرہ میں پر ہونے کی وجہ سے نہ ہوئی۔

پس جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو اس کے بعد پیدائش انسانیت کا سلسلہ شروع ہوا، تو سب سے پہلے انسانوں میں جو اختلاف پیدا ہوا اور اس کے جو شایخ برآمد ہوئے ان کے ساتھ ہی اس زمین پر کفر و عصیاں کا دور شروع ہو گیا۔

سب سے پہلے اولاد و آدم علیہ السلام میں جو اختلاف پیدا ہوا اس کو الشدرب العزت نے

اپنی مقدس کتاب میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

**هُوَ أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِأَنْتِي آدُمْ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَبْتَا فِرْنَبَانَ فَتَقْبَلَ مِنْ أَخْدِيمَةً وَلَمْ يَتَقْبَلْ مِنَ الْآخِرِ قَالَ لَأَفْتَلَكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقْبَلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ . إِنَّمَا يَنْكِثُ إِلَيْيَّ يَذْكُرُ لِنْفَلْتَنِي مَا أَنَا بِسَابِطٍ يَبْدِي إِلَيْكَ لَأَفْتَلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبِّ الْعَالَمِينَ . إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوا بِإِنْجِيٍّ وَإِنِّي مَكَ فَنُكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ خِزَاءُ الظَّلَمِينَ )**

تودوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی بیکی سزا

ہے۔<sup>(۱)</sup>

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت مبارک کے بارے میں دونوں بحاجتوں کے اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

يقول تعالى مبينا و خيم عاقبة البغي والحسد والظلم في خبر ابني آدم لصلبه في قول الجمهور وهو ما قabil و هابيل كيف عدا أحدهما على الآخر فقتله بغيا عليه و حسد الله شرع لآدم عليه السلام أن يزوج بناته من بنيه لضرورة الحال ولكن قالوا كان يولد له في كل بطنه ذكر و أنثى فكان يزوج أنثى هذا البطن لذكر البطن الآخر و كانت أخت هابيل دمية واخت قabil و ضينة فاراد أن يستائز بها على أخيه فابني آدم ذلك إلا أن يقربها قربانا فمن تقبل منه فهو له فقبل هابيل ولم

الله تعالى نے حضرت آدم علی السلام کے دو صلبی میٹوں قاتل اور باتل کی خبر میں سرکشی، حسد اور ظلم کے انعام کو بیان فرمایا جبکہ رکن کے مطابق کہ کیسے ایک دوسرے کا دشمن ہو گیا تو اس کو سرکشی اور حسد کی وجہ سے قتل کر دیا۔

..... حضرت آدم علی السلام کے لئے یہ شریعت تھی (ابتداء دنیا کی وجہ سے) کہ وہ ضرورت حال کی وجہ سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح اپنے ایک بیٹے سے کریں اور لیکن کہتے ہیں کہ ان کے ہاں ہر حل میں سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوتے تھے تو اس حل کے لڑکی کا نکاح دوسرے حل کے لڑکے سے کرا دیا جاتا تھا اور باتل کی بیٹیں (یعنی اس کے ساتھ ایک حل میں پیدا ہونے والی) بہت خوبصورت

(۱) [سورة العنكبوت: ۲۷ إلی ۲۹]

يَقْبَلُ مِنْ قَابِيلَ لَكَانَ مِنْ أَمْرِهِمَا مَا خَوْبَسُورَتْ تَحْتِي، اُورْ قَاتِلَ كَمْ سَاتِحَهْ بِيدَا  
 هُونَةِ وَالِّي بِهِنْ خَوْبَسُورَتْ نَتْحِي، توْ قَاتِلَ  
 فَصَهْ إِلَهُهْ لِي كَحَابِهِ (۱)

ہونے والی بہن خوبصورت نہ تھی، تو قاتل نے چاہا کہ اپنے ساتھ پیدا ہونے والی بہن کے ساتھی نکاح کر لے، تو آدم علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا مگر یہ کہ تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں اپنی اپنی قربانی پیش کرو، پس جس کی قربانی قول ہو گئی اس کا نکاح اسی سے ہو جائے گا، تو ہائل کی قربانی قول ہو گئی، اور قاتل کی قربانی قول نہ ہوئی، پھر ان کا معاملہ وہ ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

حافظ اہن کثیر کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جانے والی قربانی کا ذکر ہے اور جب ایک کی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قول فرمایا اور دوسرے کی قربانی کو قول نہ فرمایا تو اس نے سرکشی کی اور بتعادت پر اڑا آیا جس کی وجہ سے اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔  
 پہلے زمانوں میں غنائم اور قربانی کی قبولیت کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے آگ آتی اور غنائم و قربانی کو کھا جاتی یہ غنائم و قربانی کی قبولیت کی دلیل ہوتی۔  
 اسی لئے یہود نے نبی اکرم ﷺ سے بھی اس بارے میں کہا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

(۱) (تفہیم ابن کثیر ۲/۵۸، سورۃ العائدۃ)

فرقان حید میں ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهْدُهُ إِلَيْنَا أَلَا  
كُرْبَمْ لِرَسُولِنَا خَتَى يَأْتِيَنَا يَقْرُبَانِ تَأْكُلُهُ  
إِنَّكُمْ قَرْبَانِ كَعْكُمْ نَلَائِيَّ جَيْهُ آگَ كَحَائِيَّ﴾  
(1)

علام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:  
وإنما طلبوا القربان لأنه كان من سن  
الأنبياء المتقدمين وكان نزول النار  
علامة القبول . قال ابن عباس كان  
الرجل يتصدق فإذا قبلت منه نزلت  
نار من السماء فاكملته وكانت نار لها  
دوي وحفيض . (2)

اور انہوں نے جو اسی قربانی طلب کی اس وجہ  
سے کہ وہ پہلے انبیاء کی سنت تھی اور اس کے  
مقبولیت کی علامت یہ ہوتی تھی کہ آسمان سے  
آگ ہازل ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی  
الله تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی  
صدق کرتا اگر اس سے قبول ہوتا تو آسمان  
سے آگ آتی جو اس کو کجا جاتی اور آگ کے  
ساتھ بادل کی گرج اور سرراہٹ ہوتی تھی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی الله تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال لما كان يوم بدر تعجل الناس إلى جب بدءَ كَوْنَتْ لَهُمْ  
النَّارَمْ ثَاصَابُوهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

[(1) سورۃ آل عمران ۱۸۳]

(2) زاد المیسر ۱/۵۱۶ فی تفسیر سورۃ آل عمران ، آیة: ۱۸۳، وما قاله ابن عباس :  
آخر جه الطبری فی تفسیره ۵۲۷/۳ ، وعنه الصحاک نحوه ، وابن ابی حاتم فی تفسیره  
(۳۶۳۵) ، والشوکانی فی الفتح القدیر ۱/۳۳۱

إن النعمة لا تحل للأحد سود الرؤوس  
غيركم وكان النبي وأصحابه إذا  
تارے علاوه کی امت کے لئے حلال نہ تھا  
اور سابقہ نبی اور ان کے ساتھی جب مال  
نیمت جمع کر لیتے تو آسمان سے آگ آتی  
السماء فاکلتها فانزل اللہ هذه الآية  
اور اس کو کما جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ  
آیت ﴿لَنُزِّلَ الْكِتَابُ مِنْ اللَّهِ سَبِّقَ﴾<sup>(1)</sup> دو  
آیت ﴿لَنُزِّلَ الْكِتَابُ مِنْ اللَّهِ سَبِّقَ﴾<sup>(2)</sup> دو  
آئتوں کے آخر تک ہازل فرمائی۔

پس جب حضرت آدم علیہ السلام کے وقوف بیٹوں ہائل اور قاتل نے اپنی اپنی قربانیاں پیش  
کیں، تو ایک کی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول و منظور ہوئی، اور دوسرے کی نامنظور، جیسا کہ  
حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ:

فَارسل اللہ نارا بيهضاء فاکلت قربان  
هابيل و تركت قربان قابيل و  
بدلك كان يقبل القربان قبله.<sup>(2)</sup>

تو اللہ تعالیٰ نے آگ پہنچی، تو اس نے ہائل کی  
قربانی کو کھالیا، اور قاتل کی قربانی کو چھوڑ دیا  
اور یہ اس وقت قربانی کی قبولیت کی علامت  
تھی۔

پس جب قاتل کی قربانی شرف قبولیت حاصل نہ کر سکی تو اس نے اپنے بھائی کو قتل  
کرنے کی خان لی (یاد رہے کہ بعض مفسرین سے نکاح کی بات کو بسب قتل بیان نہیں کیا بلکہ صرف  
(۱) (آخرجه الطیالسی فی مسنده ۲۳۲۹ (۳۱۸)، واحد فی مسنده ۲۵۲/۲، کلاهعا  
فی مرویات ابی هریرۃ، والترمذی فی الجامع (۳۰۸۵) فی التفسیر، وابن حبان فی  
الصحیح ۱۳۳ (۳۸۰۶)، والطبری فی تفسیره ۲۸۸/۲، وغیرہم).  
(۲) (تفسیر ابن کثیر ۵۸/۲، سورۃ العائدۃ).

قریانی کی قبولیت کوئی سب تسلیم کیا ہے کہ اس نے اس حد میں کہ میری قربانی کیوں قول نہیں ہوئی، اور اس کی کیوں مقبول ہو گئی تھی سب تھا جس کے حد کی وجہ سے قاتل نے ہائل کو قتل کر ڈالا) اور اس موقع کا خطرہ رہا کہ جب ہی موقع ہاتھ آئے میں اس کو قتل کر دوں گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میان فرمایا:

﴿فَطَرُعْثَ لَهُ نَفْسَةٌ قُتْلُ أُخِيْهِ قَتْلَةً  
كَقُتْلٍ پَرْ آمَادَهُ كَرْدِيَا اور اس نے اسے قُتْلَ كَر  
ڈالا پس وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو گیا

ہائل کو قتل کرنے کے بعد قاتل کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَامَا قَابِيلُ فَقِيلَ لَهُ اذْهَبْ طَرِيدَا اور قاتل تو اس سے کہا گیا کہ (نکل) جا  
شَرِيدَا فَزَعًا مَرْعُوباً لَا تَأْمُنُ مِنْ تَرَاهُ  
فَاحْذَبِدْ أَخْهَ أَقْلِيمَا وَهَرَبْ بَهَا إِلَى  
عَدْنَ مِنْ أَرْضِ الْيَمَنِ فَأَتَاهُ إِبْلِيسُ  
فَقَالَ لَهُ إِنَّمَا أَكْلَتِ النَّارَ قَرْبَانَ هَابِيلَ  
لَا نَهُ كَانَ يَعْدِ النَّارَ فَانْصَبَ أَنْتَ نَارًا  
إِيْضًا تَكُونُ لَكَ وَلَعْبَكَ لَبْنَى بَيَا  
لِلْسَّارِ لَهُو أَوْلَ مِنْ عَدِ النَّارِ وَكَانَ لَا  
يَمْرُبَهُ أَحَدٌ إِلَّا رَمَاهُ فَلَاقَبْلَ أَبْنَ لَهُ  
أَعْمَى وَمَعْهُ أَبْنَ لَهُ فَقَالَ أَبْنَهُ: هَذَا

(۱) (سورۃ المائدۃ : ۳۰)

ابوک قابل فرمی الاعمی ابہاہ فقط  
پس وہ پہلا آدی تھا جس نے آگ کی عبارت  
کی اور جو کوئی بھی اس کے پاس سے گزرتا تو  
وہ اسے طعن کرتا، پس ایک دن اس کا اندر حاصل  
اس کے سامنے آیا اور اس کے ساتھ اس کا بینا  
تھا تو اس کے بیٹے نے اس سے کہا کہ یہ تیرا  
باپ قاتل ہے تو انہے نے اپنے باپ کو تیر  
مارا اور قتل کر دیا، انہے کے بیٹے نے کہا تو  
نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تو اس نے اپنا ہاتھ  
اٹھایا تو اپنے بیٹے کو تھپڑ مارا تو وہ مر گیا تو  
انہے نے کہا میرنے لئے ہلاکت ہے میں  
نے اپنے ہاپ کو اپنے تیر سے قتل کر دیا اور میں  
نے اپنے بیٹے کو اپنے تھپڑ سے مارڈالا۔

ذکورہ بالاعبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شرک کی ابتداء اس دور سے شروع  
ہوئی اور اس کا سبب حضرت آدم علیہ السلام کے فرمان کی تا فرمائی تھی اور نافرمانیاں اور تنادیاں  
انسان کو گمراہی و بے راہ روی کی طرف لے جاتے ہیں اور انسان گناہوں کی دلدل میں ڈوبتا چلا  
جاتا ہے اگر خدا بدعت عطانہ فرمائے تو انہی گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ انسان  
ان کو بیکا بھینٹ لگتا ہے جس کی وجہ سے اس کی طبیعت میں گناہ و عصیاں رچ لس جاتے ہیں اور وہ

(۱) (تفسير معالم التنزيل للبغوي سورة المائدۃ : ۳۱، والقرطبي في تفسيره ۱۳۲/۶،  
محضراً برأبوب سعود في تفسيره ۲۹/۳، ومحمد الألوسي في تفسيره ۱۱۵/۶)

گمراہی دے بے راہ روی کی راہوں پر چلتا ہوا کفر و شرک جیسی لعنت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔  
پس قاتل کا محاملہ بھی ایسا ہی ہوا کہ اسی ت Afr مانی کے باعث وہ گمراہ ہوا اور بعد میں  
اصرار پر کفر و شرک جیسی لعنت میں گرفتار ہو گیا، واللہ اعلم۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو جب مبعوث کیا گیا اس وقت بت پرستی عام تھی، اور ان کے  
بنوں میں سے پانچ بنوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا، جن کے بارے میں تفصیلاً ذکر  
ہو چکا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو نیست و نابود کر دیا، صرف وہ لوگ بچے جو آپ علیہ السلام  
کے ساتھی تھے، یعنی فقط اہل ایمان۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قرآن مجید کی تاریخ اہم سامیہ اولی و ثانیہ، بنو قحطان اور  
بنو ابراتیم کے بارے میں بیان کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

اہم سامیہ اولی میں عاد، ثمود اور جرم وغیرہ قبائل شامل ہیں ان کی آبادی عرب سے لے کر عراق و  
شام اور مصر تک تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جس دور میں بت پرستی شروع ہوئی اس کے  
بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"وَهُمْ عَادُ الْأُولَىٰ كَانُوا أَوَّلَ مَنْ عَبَدَ" یعنی وہ عاد اولی ہیں، جنہوں نے طوفان کے  
الأَصْنَامَ بَعْدَ الطَّوفَانِ، وَكَانَتْ بعد سب سے پہلے بت پرستی کو اختیار کیا، اور  
أَصْنَامَهُمْ ثَلَاثَةٌ: صَدَا، وَصَمُودًا وَ ان کے تین بت تھے، صدا، صمود اور ہرا۔  
ہرا۔" (۱)

**صدَا، صمودا اور ہرا کی حقیقت کیا تھی؟**

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو توحید کی دعوت دینا بیان کرنے کے بعد آپ علیہ

(۱) (البداية والنهاية، قصة هود علیہ السلام، ۱/۱۳۱)

اللَّامُكَ قَوْمٌ كَلَوْنَ كِلَ بَاتٍ كَوْ حَاتِتَ كَيْ طُورٍ پِرْ بَيَانٍ كَرَتَتَ هَوَئَ اِرْ شَادِ فَرِمَا يَا كَهْ  
 قَالُوا اِجْتَنَّا لِتَقْبِيدِ اللَّهِ وَخَدَةَ وَنَلَزَ بُولَے: کیا تم ہمارے پاس اس نے آئے ہو  
 مَا سَكَانَ يَعْصِمْ اِلَّا وَنَا قَابِنَا بِسَا قِيلَنَا إِنْ كَهْ ایک اللہ کو پوچھیں، اور جو ہمارے باپ  
 دادا پوچھتے تھے انہیں چھوڑ دیں، تو لا و بس کا  
 ہمیں وعدہ دے رہے ہو، اگرچہ ہو، کہا  
 ضرور تم پر تمہارے رب کا نذارہ اور غصب پر  
 گیا۔ کیا مجھ سے خالی ان ناموں میں جھگڑا  
 رہے ہو، جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے  
 رکھ لئے، اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتنا ری، تو  
 راستہ دیکھو میں بھی ہمارے ساتھ دیکھتا ہوں  
 (1)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿وَإِلَى عِادٍ أَخَاهُمْ خُوذًا، قَالَ يَقُومٌ اغْبَلُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ﴾ (2)

تمہارا افتراء ہے۔

اللہ کے فرمان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسکے وہ معبدوں جن کی وہ عبادت کرتے تھے وہ  
 صرف ان کے رکھے ہوئے فرضی نام تھے جن کی اور کوئی حقیقت نہیں تھی۔

(1) (سورة الاعراف : ۷۰، ۷۱)

(2) (سورة هود : ۵۰)

اگر ان کی کوئی اور حقیقت ہوتی تو آپ علیہ السلام کی قوم ضرور ان کے بارے میں کچھ چکھ کتی۔  
قوم عاد کی تباہی و بر بادی کے بعد قوم ثمود کو شہرت اور سیاسی جائشی حاصل ہوئی۔  
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

**﴿وَذْكُرُوا إِذْ جَعَلْنَاكُمْ خُلْفَاءَ مِنْ بَعْدِ أَوْرِيادِكُمْ وَجَبَّ تَمْ كُو عَادَ كَا جَائِشَنْ كِيَا۔﴾**  
غاید ۴۶ (۱)

قوم ثمود عرب مغربی و شمالی میں آباد تھے جس کو اس زمانہ میں ”وادی القری“ کہا جاتا تھا، اور یہ اس لئے کہ اس دور میں یہ وادی چھوٹی چھوٹی آبادیوں سے آباد تھی، قوم ثمود کے ملک کا دار الحکومت جغر تھا اور یہ شہر اس قدیم راستہ پر واقع ہے جو جاز سے شام کو جاتا ہے۔

پس یہ قوم کبھی بت پرستی کی لعنت میں جلاء ہو گئی ان کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مسیح  
فرمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

**﴿وَإِنِّي نَمُوذِ أَخْاَهُمْ صَالِحَاعَالَّقَالَ يَقُولُمْ اورَهُمْ نَمُودِكِ طَرْفِ انَّ كَمَّا صَارَلَعَ اغْبُدُوا اللَّهَ مَالَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾** (۲) علیہ السلام کو بیجا انہوں نے کہا کہ اے میری  
قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا  
کوئی معبود نہیں ہے۔

قوم ثمود کی بت پرستی کے بارے میں تو قرآن مجید واضح بیان فرمرا رہا ہے لیکن وہ قوم کن جتوں کی  
عبادت کرتے تھی اس کے بارے میں کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔  
لیکن علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب ”تاریخ ارض القرآن“ میں لکھا کہ:

(۱) (سورۃ الاعراف: ۷۳)

(۲) (الاعراف: ۷۳)

قوم کی آخری زندگی میں جو رض عام پیدا ہوتا ہے ٹھوڈی بھی اس سے مشکلی نہ تھے، خداے واحد کی پرستش چھوڑ کر انہوں نے ستاروں کے مادی ہیکلوں کے سامنے سر جھکایا۔ (۱) علامہ سلیمان عدوی کی ہمارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس قوم کے ہتوں کے مجھے بھی کسی نیک و صالح انسان کی صورت پر نہیں تھے بلکہ وہ ان کی اپنی خیالی صورتیں تھیں جو انہوں نے اپنے خیالات کے مطابق مختلف ستاروں کی ہیکلوں پر بنائے ہوئے تھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے جس نبی علیہ السلام کا دورہ میں تاریخی اعتبار سے قرآن مجید میں نظر آتا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات ہے جو انہی سماجی قبائل کی طرف بسوٹ کے گئے تھے آپ کی قوم میں بھی بت پرستی جاری تھی اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات قرآن مجید میں اس حادثہ کو فرمایا ہے ملاحتل فرمائیں:

﴿وَإِذْ قَالَ إِنْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ أَزْرَهُ التَّعْجُدُ  
أَصْنَاعُنَا إِلَهَةٌ إِنِّي أَرَاكَ وَقُوَّمَكَ فِي  
ضَلَالٍ مُّبِينٍ . وَأَخْذِلْكَ نُرُبِّي إِنْرَاهِيمَ  
مُلْكُوكُ الْمُؤْمَنَاتِ وَالْأَذْرِضِ لِيَكُونُ  
مِنَ الْمُؤْفِقِينَ . فَلَمَّا جَاءَنِ عَلَيْهِ الظَّلَلُ  
زَانِي شَوَّحْجَبَا قَالَ هَذَا زَانِي فَلَمَّا أَفَلَ  
قَالَ لَا أَحِبُّ الْأَلَلِيِّينَ . فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ  
بَازِغًا قَالَ هَذَا زَانِي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَيْسَ  
آيَا إِيكَ تَارِدِكَمَا بُولَے : اسے میرا رب  
نُھَرَاتے ہو، پھر جب وہ ذوب گیا بولے :

(۱) تاریخ ارض القرآن (۱۵۲)

الضَّالِّينَ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ يَازِغَةً  
 قَالَ هَذَا دَرَبِي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَ  
 قَالَ يَنْقُومُ إِنِّي بَرِيءٌ مَمَّا تُشَرِّكُونَ  
 إِنِّي وَجْهَتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ  
 السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ خَيْرًا وَمَا أَنَا مِنْ  
 الْمُشْرِكِينَ ) (۱)

مجھے خوش نہیں آتے ذوبنے والے، پھر جب  
 چاند چکتا دیکھا یوں اسے میرا رب بناتے  
 ہو، پھر جب وہ ذوب گیا کہا: اگر مجھے میرا  
 رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انھی گمراہوں  
 میں ہوتا پھر جب سورج جنمگاہ دیکھا یوں:  
 اسے میرا رب کہتے ہو، یہ تو ان سب سے بڑا  
 ہے، پھر جب وہ ذوب گیا کہا اے قوم! میں  
 بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک  
 نہ ہراتے ہو، میں نے اپنا مناس اس کی طرف کیا  
 جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا  
 ہو کر میں مشرکوں میں نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم پر جنت پیش کرنے کے لئے ان کے معبودوں کی  
 لاچارگی و بے بسی کو بیان کرتے ہوئے ستارے، چاند اور سورج کا ذکر فرماتا، اس بات کو واضح  
 کرتا ہے کہ وہ قوم ستاروں، چاند اور سورج کی بُجھاری تھی، انھی کے بت تھے، جو انہوں نے  
 اپنے خیالات کے مطابق بنائے ہوئے تھے اور ان کو اپنا معبود خیال کرتے تھے اور ان آیات کی  
 ابتداء میں آپ علیہ السلام کا اپنے پچا کو خاص کر رفاقت کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ  
 علیہ السلام کا پچا جو بت بناتا تھا وہ بھی کسی انسانی مجھے کے نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی سورج، عقل و  
 فہم کے مطابق تخلوقات سادی میں سے کسی نہ کسی کی تشبیہ ہوتی تھی جو ان کی خیالات کے مطابق

(۱) (سورة الانعام: ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵)

ان کا سیعودہ بتا جس کی وہ پوچھا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر "البداية والهایة" میں لکھتے ہیں کہ:

**لَبِينَ لَهُمْ أَوْلًا عِلْمٌ صَلَاحَةٌ** ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں سب  
**الْكَوَاكِبُ لِذَلِكَ، قَلِيلٌ هُوَ الزَّهْرَةُ،** کو اکب لذلک، قلیل ہو الزهرہ،  
**نَبِينُهُمْ هُوَ كَيْفَيَّتُهُ، كَيْمَانُهُمْ كَيْفَيَّتُهُ،** نبینوہم ہو کیفیتہ، کیمانہم کیفیتہ،  
**عَبَادَتُ كَرَتَتِهُ، بَهْرَ آپْ چَانِدَ كِ طَرْفٍ** عبادت کرتے تھے، بھر آپ چاند کی طرف  
**مَتَوَجِّهٌ هُوَيْهُ جَسُّ كِ رَوْشَنٍ اورْ چَكْ دَكْ** متوجہ ہوئے جس کی روشنی اور چک دک  
**زَهْرَهُ سَهْنَيْزِ زَيْدَهُ تَحْتِي، پَھَرْ سُورَجَ كِ طَرْفِ** زہرہ سے کہیں زیادہ تھی، پھر سورج کی طرف  
**مَتَوَجِّهٌ هُوَيْهُ جَوْ تَامَ اَجْرَامَ فَلَكِيْ سَرَوْشَنِيْ،** متوجہ ہوئے جو تمام اجرام فلکی سے روشنی،  
**خَوْبُصُورَتِيْ اورْ جَمِيْمِ بِرَأْنَظَرَاتِيْ تَاهِيْ،** خوبصورتی اور جنم برائے نظر آتا ہے آپ نے ان  
**كُو مَتَوَجِّهٌ كَرَكَ فَرِمَيَا كَهِيْسَ كَامْسَزَ كَيَا ہَوَاهِيْ،** کو متوجہ کر کے فرمایا کہ یہ اس کا مسخر کیا ہوا ہے  
**إِيْسَيْنَ اَسَ كَامْحُورَ اَوْرَ مَرْكَزَ مَقْتَيْنَ كَيَا ہَيْ،** ایسے اس کا محور اور مرکز مقتنیں کیا ہے یہ  
**سَعِيدُوْنِيْسَ بِلَكَهُ تَلُوقَ ہَيْ جِيْسَا كَرَ اللَّهُ تَعَالَى نَيْ،** سعیدوںیں بلکہ تلوق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے  
**اَرْشَادَ فَرِمَيَا ہَيْ كَهِيْ: "اُور اس کی نشانیوں مِنْ** ارشاد فرمایا ہے کہ: "اور اس کی نشانیوں میں  
**سَے ہِيْ رَاتَ اُور دَنَ اُور سورَجَ اُور چَانِدَ، بَجَدَهُ** سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند، بجدہ  
**نَدَكَرَهُ سُورَجَ كَوَ اُور شَهْ چَانِدَ كَوَ، اُور اللَّهُ كَوَ بَجَدَهُ كَرَهُ** ند کر و سورج کو اور شہ چاند کو، اور اللہ کو بجدہ کرہ  
**جَسَ نَيْ اَنْبِيَسَ پَيْدا كَيَا اَكْرَمَ اَسَ كَهِيْ بَنَدَهُ ہَوَهِ"** جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو

(1) سورۃ لھلۃت: ۳۷

(2) البداية والهایة، فضیلۃ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام (۱۶۵/۱)

یہاں تک یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عام طور پر امام سامنے میں جن بتوں کی پوجا کی جاتی تھی ان میں مختلف ستاروں، چاند اور سورج کی ان کے وہم گمان کے مطابق ہائی ہوئی سورتیاں تھیں جن کا کسی نیک و صالح انسان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔

آخر میں ہم علامہ سلیمان ندوی کی کتاب ”تاریخ ارض القرآن“ سے کچھ نقل کرتے ہیں کہ ندوی صاحب کی تحقیق کے مطابق بت پرسی کی ابتداء کیسے ہوئے اور ان کی تحقیق ہماری اگزنشن تمام بحث کی تائید بھی کرتی ہے ملاحظہ فرمائیں:

”مفتر و رانسان کی اندر ورنی حالت یہ ہے کہ وہ قدم قدم پر اپنے ہمراور بیچارگی کے اعتراف پر مجبور ہے اور اس کا یہی اعتراف اُسکی طاقتوں کی خلاش پر آمادہ کرتا ہے جو اس کے مجرمہ بیچارگی کی خلاف کر کے انسان آغاز تخلیق میں اپنے سواہر شے سے جھوکتا تھا اور ذرا تھا اور اس لئے ہر شے سے وہ اپنی مدد کا طالب تھا، مگنا درخت، اونچا پہاڑ، پُر شور دریا، خوفناک جانور ان میں سے ہر چیز اُس کا خدا تھی۔ وہ ایک مدت بعد جب ان سے آشنا ہوا اور ان وتوں کو اچھی طرح آزمایا، سب چکا تو زمین سے اوپر آسمان کی طرف اس کی نظر انہی، یہاں ہر ستارہ اُس کو اپنا معبود نظر آیا، سب سے بڑے ان میں سات سیارے دکھائی دیئے یہ ساتوں آسمان و زمین کے تمام محیات کے کارکن سمجھے گئے، انسان کی مختلف ضرورتوں کا ایک ایک قادر علی الاطلاق مانا گیا، کوئی حسن کی دیوبی تھی، کوئی لڑائی کا دیوباتھا، کوئی زندگی اور موت کا خرزینہ دار تھا، کوئی علم و کمال کا خدا تھا۔ آنتاب کا جاہ جلال اور چاند کا حسن و جمال خداوند اعظم ہونے کا بہترین اتحقاق تھا یہ سورج، چاند اور مختلف الائچکال ستاروں کے جھرمٹ اس کی نگاہوں سے اتنی دور تھے کہ انسان ان کو پیار نہیں کر سکتا تھا، اور نہ ان کی خدمت گزاری کا فرض ادا کر سکتا تھا اس لئے ان کی خیالی مورتیں بن کر اپنے بخانوں کی اس نے بنیاد ڈالی۔ ان ستاروں کی گزوری کا راز بھی جب افشا ہوا تو غیر محسوس روحوں کا اعلان

شروع ہوا اور چونکہ وہ بھی آنکھ سے اوپر جل تھے، تجھد نے جن اشکال میں چاہا ان کی تصویر کھینچ کر سامنے رکھی ان کی عقبت و اقدار کے لحاظ سے مٹی، پتھر، چاندی، ہونے اور جواہرات کے ان کے مجھے تیار کئے۔۔۔۔۔ ہم نے آغاز باب میں لکھا ہے کہ جب انسانوں میں کسی قدر تحدیب و تمدن پیدا ہوا تو گلوقات ارضی سے ہٹ کر دیکھا تو آسمان کے بلند اور روشن ستارے ان کو خداوندی کے بہترین مستحق نظر آئے چنانچہ ان کی پرستش شروع ہوئی، مشہور عرب سوراخ مسعودی نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ ستارے نکلتے اور ڈوبتے رہتے تھے اس لئے ان کی تخلیل شہیمیں بنا بنا کر لوگوں نے ان کو پوچھا شروع کیا اور اسی طرح بت پرستی کی ابتداء ہوئی، یہ نظریہ بظاہر غلط معلوم نہیں ہوتا اس لئے لائق قبول ہے۔۔۔۔۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ ستارہ پرستی کے ساتھ بت پرستی بھی اس قوم کا شیوه تھا۔۔۔۔۔ اصول مذکورہ کے مطابق یہ بت ان ہی کو اکب کی شبیہ ہوں گے۔۔۔۔۔ اس زمانہ کے سامیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ تمام ارواح سے بھری ہوئی ہے جن میں زیادہ تر ارواح خبیث اور کچھ ارواح طیبہ ہیں ان کے مذہب کا خلاصہ یہ تھا کہ ارواح خبیث کو نذر و نیاز قربانی اور چیز حادیے سے خوش رکھنا اور ارواح طیبہ کی مدح و شناگار کران کے مقابلہ کے لئے تیار کرنا ان میں ہر روح کا مسکن ایک ستارہ ہے۔۔۔۔۔ مصر میں بھی سامیہ اولیٰ کے زمانہ میں اسی سم کی ستارہ پرستی جاری تھی بنو قطان جو ام سامیہ اولیٰ کے بعد جزوی عرب میں بربر اقدار ہو گئے تھے، واقعات تاریخی اور آثار حقيقة دنوں کی بنا پر ستارہ پرست تھے مختلف قبائل میں مختلف ستاروں کی پرستش ہوتی تھی ان ستاروں کے نام سے یہ کل قائم تھے اور وہاں ان کی خیالی صورتیں بنا کر رکھی گئی ہیں۔(۱)

ندوی صاحب کی عبارت پر تبصرہ اور اس بارے میں تفصیل آئندہ کروں گا مان شاء اللہ العزیز

(۱) تاریخ ارض القرآن ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۷

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اس بارے میں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت بیان کی جاتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

عن ابن عباس قال کان بین آدم و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نوح عشرۃ قرون کلہم علی السلام۔ روایت ہے فرمایا کہ حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کا درمیانی فاصلہ دس قرون تھا اور ان کے (1)

درمیانی وقت کے تمام لوگ اسلام پر تھے۔

امام حاکم نے اس کی صحیح فرمائی ہے اور کہا کہ یہ امام بخاری کی شرائط پر ہے لیکن اس کا بخاری اور مسلم نے اخراج نہیں کیا اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔

**وبه نستعين :**

اولاً: اللہ رب انعزت نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید فرمان حمید میں ارشاد فرمایا کہ:  
 کَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ لَوْلَى إِكْ دِينَ پر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء  
 الْبَيْتَنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنذِّلِيْنَ وَأَنْزَلَ (علیہم السلام) یعنی خوبخبری دیتے اور  
 فِعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ بِالْحَقِّ لِيَحُكُمَ بَيْنَ ذُرْسَاتِ اور ان کے ساتھ کچی کتاب آثارِ  
 النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفُ كہ وہ لوگوں میں اُن کے اختلافوں کا فائدہ کر  
 فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوا مِنْ بَعْدِ ما دے اور کتاب میں اختلاف اُنہی نے ڈالا

(۱) (آخر جه الطبری فی تفسیره سورۃ البقرۃ، و سورۃ الوفو، والحاکم فی المستدرک  
 ۳۸۰/۲ (۳۶۵۳)، فی التفسیر تفسیر سورۃ حم عرق، و ۵۹۶ (۳۰۰۹)، فی ذکر  
 نوح النبی، فیہ: "علی شربعة من الحق" وابن عساکر فی تاریخه ۲۳۲/۲۲، وغیرہم).

جاءَتْهُمَا لِيَنْكِثُ بَعْدًا بَيْنَهُمْ فَهَذِهِ اللَّهُ  
 الَّذِينَ افْتَأَلُوا إِلَيْهَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ  
 إِيمَانُ وَالْوَلُوْنَ كُوْدُهُ حَنْ بَاتْ نُوْجَادِيْ جِسْ مِنْ  
 جَحْرِ رَبِّهِ وَاللَّهُ يَهْدِيْ مَنْ يَشَاءُ إِلَيْهِ  
 صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ (۱)

نہ کورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تمام لوگ ایک امت تھے یعنی ایک ہی دین پر تھے پس جب ان میں اختلاف واقع ہوا تو ہم نے ان کی طرف نبی مسیح عیسیٰ فرمائے جوان کو بشارت کی دیتے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے اب ہم سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے انسانیت کی ابتداء ہوئی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں اترنے کے بعد کون سا دور ہے کہ جس میں اختلاف واقع ہوا تو جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی میتوں میں ہی اختلاف پڑھ گیا تھا تو جب ان میں اختلاف واقع ہوا اور قabil نے ہائل کو قتل کر دیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہائل کے بدلوں میں ایک وصالح میٹا عطا فرمایا جن کو شیعث علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ

”وَمَعْنَى “شَيْثٍ ”، هَبَةُ اللَّهِ وَسَمَاءٌ“ اور شیعث کے معنی ہیں عطاۓ ربائی، اور انہوں نے ان کا نام شیعث اس لئے رکھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہائل کے قتل کے بعد یہ (ایک وصالح میٹا) عطا فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا ابوذر بن عتبۃ بن میثہ : انَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مَاهَةً صَحِيفَةً وَ

اربع صحف، علی شیعیت خمسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے، جس کو وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت صحیفہ (۱) کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سو محیف اور چار صحف نازل فرمائے، حضرت شیعیت علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل کئے۔

پس اختلاف تو واقع ہو چکا تھا ہائل کے قتل پر ہی، تو اس کے بعد حضرت شیعیت علیہ السلام کی ولادت ہوئی، جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر صحیفے بھی نازل فرمائے۔ لہذا معلوم ہوا کہ لوگوں میں اختلاف حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں یہ شروع ہو گیا تھا، اور وقوع اختلاف کے بعد انبیاء کی بیشتر کا سلسلہ حضرت شیعیت علیہ السلام سے شروع ہو گیا، جن کو اللہ تعالیٰ نے صحیفوں کے ساتھ مسجوب ثبوت فرمایا تھا۔

پس وہ عرصہ جس میں اختلاف نہیں تھا اور لوگ ایک ہی خدا کی بجاوت کرتے تھے اور ایک ہی دین پرست تھے وہ بعثت شیعیت علیہ السلام سے پہلے کا دور ہے۔ یہاں ایک بات ذکر کرنا فائدہ سے چالی نہیں ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”**هُوَ الَّذِي مَعَهُمُ الْكِتَابُ بِالْحَقِّ**“ اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل فرمائی۔

لہذا حضرت شیعیت علیہ السلام پر تو کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ صحیفے نازل کئے گئے ہیں، تو اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک لوگ ایک دین پرستے جب تک کوئی صاحب کتاب نبی مسیح نہیں ہوا۔

(۱) (البداية والنهاية ۱/ ۱۲، و في القصص الأنبياء ۵۰)

تو مرض یہ ہے کہ اگر اس سے مراد وہی کتاب لی جائے تو لازم آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بخش سے قبل کوئی اختلاف نہ ہو کیونکہ کتابوں کا نزول حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوا کیونکہ پہلی کتاب تورات ان پر نازل کی گئی۔

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے لوگ ایک خدا کی تھی مہادت کرنے والے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں، کیونکہ یہ بات نفس سے ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بخش سے قبل دین میں اختلاف شروع ہو چکا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تو حضرت ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، یوسف، الیوب اور یوسف علیہم السلام وغیرہم انبیاء کے بھی بعد کا زمانہ ہے اور ان کے زمانوں میں ان کی اقوام میں بت پرستی کی لعنت عام تھی، جیسا کہ قرآن مجید کا ایک عام قاری بھی اس سے واقف ہے۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ ﴿وَأَنْزَلَنَا مِنْهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ میں کتاب سے مراد تورات، زبور، انجیل یا قرآن مجید نہیں بلکہ صحیفے مراد ہیں، اور صحیفوں کا نزول حضرت شیعہ علیہ السلام سے شروع ہو گیا تھا۔

حافظ ابن کثیر نے یہاں لفظ "صحیفة" استعمال فرمایا ہے جبکہ وہ حدیث جس میں اس بات کا ذکر ہے اس کو حافظ ابو حییم وغیرہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ ایک طویل حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

قلت: يارسول الله ﷺ	كم كتاب	من نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ
أنزله الله تعالى؟	قال: مائة كتاب	الله ﷺ
	و أربعة كتب	نے ارشاد فرمایا: سو کتاب اور چار کتب
	و أربعون	حضرت شیعہ علیہ السلام پر پچاس اور خنوج
	صحیفة، و أنزل على خوخ ثلاثون	صحیفة، و أنزل على خوخ ثلاثون

صحیفہ و انزل علی ابراہیم عشر      علیہ السلام پر تمیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام  
صحابف و انزل علی موسی قبل      پر دس اور حضرت موسی علیہ السلام پر تورات  
الشوراء عشر صحائف و انزل التوراة      کے نزول سے پہلے دس صحیفے نازل ہوئے اور  
والانجیل والزبور والفرقان .... (۱)      تورات، انجلیل، زبور اور فرقان  
پس معلوم ہو گیا کہ صحیفہ کے لئے بھی لفظ کتاب استعمال کیا جاتا ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں کتاب کی وجہ سے صحیفہ کی نظر نہیں کی جاسکتی اگر بھی کہا جائے کہ نہیں  
وہ جن کے ساتھ کتاب میں نی نازل فرمائیں تو پھر کسی طرح بھی وہ زمانہ شرک و عصیاں سے خالی  
ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ پہلی کتاب تو حضرت موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی اور ان کی بحث  
بالاتفاق حضرت نوح علیہ السلام سے کافی عرصہ بعد ہے جب کہ کفر شرک کی موجودگی تو آپ کے  
زمانہ میں نص سے معلوم ہوتی ہے۔

**ثانیا:** حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان فاصلہ کے بارے میں تو نبی  
اکرم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ دس قرن کا فاصلہ تھا لیکن اس میں یہ بات ثابت نہیں کہ ان دس  
قرنوں کے درمیان عرصہ میں تمام لوگ ایک دین پر تھے۔

(۱) آخر جده ابو نعیم فی الحدیۃ الاولیاء / ۱۶۶ - ۱۶۸، فی ترجمة: ابو ذر، وابن حبان فی  
الصحيح / ۲۷۷، وفی الثقات / ۲۱۲۰، فی تم بعث رسول الله ﷺ، ابن عساکر فی تاریخه  
۲۲۳ - ۲۴۳، فی ترجمة: شیعہ بن آدم، والطبری فی تاریخه / ۱۹۶، وذکرہ ابن کثیر  
فی تفسیرہ / ۱۷۷۸، فی سورة النساء: ۱۱۳، والقرطی فی تفسیرہ / ۱۲۲۷ فی سورۃ الفرقۃ:  
۲۰، الشوکانی فی الفتح القدیر / ۲۴۸۹، فی سورۃ الاعلیٰ: ۱۹، والبیوطی فی الدر المغیر  
۸/ ۳۸۹ فی سورۃ الاعلیٰ: ۱۹، واللوysi فی تفسیرہ / ۳۰۱۱، والمعنی فی کنز العمال  
. ۱۷۲/ ۱۵۸ (۳۳۱۵۸).

جیسا کہ حضرت سیدنا ابو امامہ باطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

ان وجہاں میں میں بار رسول اللہ ﷺ پر شک ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے؟ اپنی کان آدم؟ قال: نعم مکلم، قال: آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ سے کلام کرنے لکھ کان بنتہ وہن نوح؟ قال: وائل، اس نے عرض کی تو حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟

آپ ﷺ نے فرمایا وہ قرآن۔

ای مطرح حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال بین آدم و نوح علیہما السلام فرمایا حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان

(۱) (آخر جه ابن حبان في الصحيح ۲۹/۱۳ (۲۱۹۰) في كتاب التاريخ بباب: بدء الخلق، والدارمي في الرد على الجهمية ۱۶۲، ۱۶۴ (۲۹۹)، والحاكم في المستدرك ۲۸۸/۲ (۳۰۳۶)، في من سورة البقرة، والطبراني في الكبير ۱۱۸/۸ (۵۳۵)، وفي الأوسط ۱۲۸/۱ (۳۰۳)، وفي مستند الشاميين ۱۰۵/۳ (۳۸۲۱)، وابن عساکر في

تاریخه ۷/۳۳۶.

وقال الهیشی في المجمع الزوائد ۱/۱۹۶: رواه الطبراني في الأوسط ورجاله رجال الصحيح.

وقال أيضاً ۲۱۰/۸: رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح غير احمد بن خلید الحلبی، وهوثقة.

وقال الحالظ في الفتح الباري ۲/۳۷۲ باب: قول الله تعالى ولقد أرسلنا نوحًا إلى قومه: وصحح بن حبان من حدیث أبي أمامة.

وقال ابن كثير في البداية والنهاية ۱/۱۱: قلت: وهذا على شرط مسلم ولم يخرج له.

عشرہ قرون و بین نوح و ابراہیم عشرہ دن قرنوں کا فاصلہ اور حضرت ابراہیم اور نوح  
قرنون . (۱)

حافظ ابن کثیر حضرت سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مبارکہ اور حضرت سیدنا عبد  
اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

فیان کان المراد بالقرن مائة سنة كما  
هو المتصادر عند كثير من الناس  
فینهمما ألف سنة لا محالة ، لكن لا  
يغپى أن يكون أكثر ، باعتبار ما قيد به  
ابن عباس بالإسلام ، اذ قد يكون  
بینهما قرون أخرى متأخرة لم يكنوا  
على الإسلام لكن حديث أبي أمامة  
يبدل على الحصر في عشرة قرون  
وزادنا ابن عباس أنهem كانوا على  
الإسلام . (۲)

پس اگر قرن سے مراد سو سال ہو جیسا کہ  
لوگوں میں سے اکثر ہیت کا خیال ہے تو الحال  
حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کا درمیانی  
فاصلہ ہزار سال ماننا پڑے گا لیکن اگر ابن  
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قید (اسلام) کا  
اعتبار جائے تو اتنی مدت صحیح معلوم نہیں ہوتی  
کیونکہ اتنی مدت گزرنے کے باوجود ان  
لوگوں کا اسلام پر قائم رہنا محال نظر آتا ہے  
لیکن ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دس  
قرنوں کی تھی مدت پر دلالت کرتی ہے اور  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہ الفاظ زائد  
ہیں کہ وہ تمام اسلام پر تھے۔

(۱) (آخر جه العقيلي في الضعفاء ۲۹۸/۳ في ترجمة: نصر بن عاصم الانطاكي)

(۲) (البداية والنهاية ۱/۱۱۷، وفي الفصوص الأنبياء ۶۳)

یاد رہے کہ حافظ ابن کثیر نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو بخاری کی صحیح کی طرف  
منسوب کیا ہے جو کہ ان کا وہ تم ہے یہ روایت صحیح بخاری میں نہیں ہے مذکورہ بالانکھوں کے ساتھ، والشامل۔)

حاجات این بیرون کے جوں اگر ہزار سال کا قابل تسلیم کیا جائے تو اس عرصہ میں تمام لوگوں کا اسلام پر زہنا عوال نظر آتا ہے۔

بجہ حضرت ابو ہماسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے بیان کردہ حدیث مبارکہ اس پر دال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کا درمیانی فاصلہ ہزار سال ہے، اور اتنے عرصہ تک بالخصوص اس دور میں لوگوں کا ایک دین پر رہنا عالیٰ نہیں بلکہ عالیٰ تر ہے۔ یہی عالیٰ ہے کہ تعلیمات آدم و شیعہ و ادریس علیہم السلام جن کو اس دنیا سے پرداز فرمائے ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا کہ لوگوں نے یاد کھا ہوا اور ان کو ان کی حالت اصلی پر رہنے دیا ہو، جبکہ یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو کئی صدیاں نہیں بلکہ ایک صدی کے اندر اندر ہی بدل دیا گیا تھا۔

پس عقلاً یہ بات بالخصوص اس دور کے پیش نظر عالی نظر آتی ہے کہ اتنے طویل عرصہ تک لوگ ایک دین اسلام پر قائم رہے ہوں، بلکہ اس کی تائید قرآن مجید کی آئندہ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی توحید کی طرف بلا یا تو آپ کی قوم کے کافر سرداروں نے جو کہا اس کو اللہ تعالیٰ نے حکایا بیان فرمایا ہے کہ:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَقُولُ  
أَغْبُلُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا  
تَشْفَعُونَ . فَقَالَ الْمُلُوُّا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ  
قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مُّثْلُكُمْ بِرِينَدَ أَنْ  
يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ  
مَنِّيْكَ مَا سِعْنَا بِهِنَا فِي الْأَيَّامِ الْأُولَى

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنْةٌ فَرَبَضُوا إِلَيْهِ فَرَشَتْ أَثَارَتْ، هُمْ نَتْوَيْ أَپَنِي اَنْكَلَ بِاَپِ  
خَتْتِي جِنْيْنِ. (۱)  
دَادَاوَنْ مَلِي سَتْ نَبِيْسْ سَنَا، وَهُوَ تَنْبِيْسْ مَكْرَايْكَ  
دِيْوَانَهْ مَرَدْ، وَكَچْمَزَمَانَكَ اَسْ كَا انْغَارَكَ  
رَهَوْ.

امام ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ ﴿مَا سَمِعْنَا بِهَذَا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
﴿مَا سَمِعْنَا بِهَذَا﴾ الَّذِي يَدْعُونَا إِلَيْهِ یعنی ہم نے نہیں سنی یہ بات جس کی طرف  
نُور، مِنْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ لَنَا غَيْرُ اللَّهِ فِي ہمیں نور علیہ السلام بھلاتے ہیں کہ ہمارے  
الْفَرُونَ الْمَاضِيَّةِ وَهِيَ آباؤُهُمْ لئے اللہ کے سوا کوئی محبوب نہیں، وہ کچھ لے زمانوں  
میں اور تھی اپنے آباؤ اجداد سے۔ (۲)

امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:  
﴿مَا سَمِعْنَا بِهَذَا﴾ یعنی ما یاد ہونا یعنی ہم نے نہیں سنی یہ بات یعنی اسکی توحید کر  
إِلَيْهِ نُورُ مِنَ التَّوْحِيدِ. (۳)  
جس کی طرف ہمیں نور علیہ السلام بلاستے ہیں۔

امام مقائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
﴿مَا سَمِعْنَا بِهَذَا﴾ التَّوْحِيدُ. (۴)

(۱) سورۃ المؤمنون: ۲۵، ۲۳.

(۲) (تفسیر الطبری ۹/۲۰۹ سورۃ المؤمنون: ۲۳).

(۳) (بحر العلوم للسمرقندی سورۃ المؤمنون: ۲۳).

(۴) (تفسیر مقائل سورۃ المؤمنون: ۲۳).

امام بن حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**﴿نَاسٌ سِعْنَا بِهِنَّا بِمَا الَّذِي يَدْعُونَا إِلَهٍ  
أَجَادَوْسَ، جَسَّ كَيْ طَرْفَهُمْ لَوْحَ بِلَاتَةَ  
بِلَاتَةَ﴾ (۱)**

ہیں۔

امام مادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**﴿نَاسٌ سِعْنَا بِهِنَّا فِي الْأَهْنَى الْأَرْلَئِنَ﴾**

فِيَهُ وَجْهَانٌ : أَحَدُهُمَا : مَا سَعَنَا  
بِمُثْلِ دُعَوْتِهِ . وَالثَّانِي : مَا سَعَنَا  
بِمُثْلِ بَشَرٍ أُتْبِي بِهِرَسَالَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَفِي  
إِبَانَهُمُ الْأَوَّلِينَ وَجْهَانٌ : أَحَدُهُمَا : أَنَّهُ  
الْأَبُ الْأَدَنِي ، لَا إِنَّهُ أَقْرَبُ فَصَارَ هُوَ  
الْأَوَّلُ . وَالثَّانِي : أَنَّهُ الْأَبُ الْأَبْعَدُ لَا إِنَّهُ  
أُولُوْ أَبٍ وَلَدُكَ . (۲)

امام ابن عجیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**﴿نَاسٌ سِعْنَا بِهِنَّا بِمَا يُحَثِّلُ هَذَا  
الْكَلَامُ ، الَّذِي هُوَ الْأَمْرُ بِعِبَادَةِ اللَّهِ  
طَرْحَ کَيْ وَهْ جَوَهْمِسْ حَمْ دِيَتَهْ ہِیَنَ اِکَ اللَّهُکِ**

(۱) *(معالم التزيل سورة المؤمنون: ۲۳)*

(۲) *(النکت والمعیون سورة المؤمنون: ۲۳)*

وحدة وترك عبادة متساوية... (۱) عبادت کا، اور اس کے سوا کی عبادت کے ترك کا۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهَذَا﴾ الّذِي يَدْعُونَا إِلَيْهِ  
کہ جس کی طرف نوحؐ میں بلاتے ہیں اپنے  
پہلے باپ داداوں میں سے کسی سے۔  
نوح من التوحید ﴿فِي آيَاتِ  
الْأُولَئِينَ﴾ (۲)

اما قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهَذَا﴾ ای بمثل دعوته .  
وقيل و ما سمعنا بمثله بشرًا ، أتى  
برسالة ربہ . ﴿فِي آيَاتِ الْأُولَئِينَ﴾ ای  
فی الأمم الماضية قالہ ابن عباس .  
(3)  
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے۔

ابن عادل حنبلي رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آيَاتِ الْأُولَئِينَ﴾  
فقولهم "بهذا" اشارة إلى نوح عليه  
حضرت نوح عليه السلام کی طرف اشارہ ہے،  
السلام أی: بارسال بشر رسول

(۱) البحر العدید سورۃ المؤمنون: ۲۳

(۲) زاد المسیر سورۃ المؤمنون: ۲۳

(۳) الجامع لاحکام القرآن سورۃ المؤمنون: ۲۳

لیعنی کہ بشر کو رسول ہا کر بھیجا، یا یہ کہ جس کی  
دعویٰ نوح وحده ہے، لان آہا نہم کالوا  
ایک خدا کی، کیونکہ ان کے باپ دادا، توں کی  
بھعدون الأولان۔ (۱)  
پوچھا کرتے تھے۔

سریع ططاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نہیں ناہم نے اپنے پہلے باپ دادا کوں سے  
ایسا، یعنی جو کلام ہم سختے ہیں جو لے کر آئے  
ہیں ہمارے پاس اپنے پہلے باپ دادا کوں سے، وہ جماعت جن کی ہم اجاتع کرتے ہیں  
اور جن کی ہم ان بتوں کی پوچھائیں اقتداء  
کرتے ہیں۔  
(۲)

﴿فَمَا سِمعْنَا بِهِنْدَأَ فِي أَبَانَا الْأُولَئِينَ﴾  
ای ما سمعنا بهندا الکلام الذي جاء نا  
بہ نوح فی آبانتا الاولین الذين ندین  
باتبا عهم ونقضی بهم فی عبادتهم  
لهندا الاصنام۔

شکافی نے لکھا کہ:

نہیں ناہم نے اپنے پہلے باپ دادا کوں سے  
ایسا یعنی انسانوں میں سے اس مدّی نبوت  
کے دعوے کی طرح کا دعویٰ یا اس کی طرح کا  
کلام، اور وہ یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کریں، یا  
نہیں ناہم نے اپنے پہلے باپ دادا کوں سے  
بمثل دعویٰ ہذا المدعى للنبوة من  
البشر، او بمثل کلامه وهو الأمر  
بعادة الله وحده او ما سمعنا ببشر  
يدعى هذه الدعوى في اباننا الأولين

(۱) (تفسير الباب سورۃ المؤمنون : ۲۳)

(۲) (الوسيط سورۃ المؤمنون : ۲۳)

ای فی الامم الماضية قيل هذا۔ (۱) کسی بشر نے ایسا دعویٰ کیا ہو جنی ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے۔

صلاح الدین یوسف نے اپنی تفسیر "احسن البیان"، جس کو غیر مقلدین کے عالی ادارہ "دار السلام" نے شائع کیا، اور اس کی جلد پر لکھا کہ "صحیح احادیث کی روشنی میں تفسیر" اس میں لکھا ہے کہ:

(فائدہ نمبر ۳) یعنی اس کی دعوت توحید ایک نرالی دعوت ہے اس سے پہلے ہم نے اپنے باپ دادوں کے زمانے میں تو یہ سئی ہی نہیں۔

(فائدہ نمبر ۲) یہیں اور ہمارے باپ دادوں کو ہتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے، یہ وقف اور کم عقل سمجھتا ہے۔۔۔۔۔ (۲)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر رہاروں کی بات جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ "ہم نے تو یہ اپنے اگلے باپ دادوں میں سے نہیں سننا، اور اس کے باڑے میں آئندہ تفاسیر کی عبارات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان سے پہلے مبعوث ہونے والے نبی کے درمیان کافی فاصلہ تھا جس کی وجہ سے ان سے پہلے نبی کی تعلیمات سے وہ لوگ بے خبر ہو چکے تھے ورنہ وہ ایمان نہ کہتے اور پھر ان کا اس بات کو اپنے باپ دادوں سے سننے کی قسم کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ اور ان کے باپ دادوں پر نہیں تھے، اگر وہ اسلام پر ہوتے تو ان کی اولادان کی طرف سے اس بات کے سننے کی لٹی نہ کرتی۔

لہذا یہ آیت مبارکہ جہاں حضرت نوح اور ان سے پہلے مبعوث ہونے والے نبی کے درمیانی

(۱) (فتح القدير ۲/۱۴۵)

(۲) (حسن البیان ۳۳۹ سورۃ المؤمنون: ۲۳/۲۵)

فاطلہ کی طوالت کو ظاہر کرتی ہے اسی طرح اس بات کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جس قوم میں بجوت ہوئے تھے اس قوم کے آباؤ اجداد اسلام پر نہیں تھے اور لفظ **آئین الائین** سے ظاہر ہے کہ ان سے مکمل ان کی ایک اصل بیٹی بابی نہیں بلکہ کئی اصلیں یعنی اجداد اللہ رب العزت کی توحید اور اس کی تعلیمات سے نا آشنا ہو چکیں تھیں، اور وہ بتوں کے پیماری بن چکے تھے، ورنگرستہ وہ ایسا نہ کہتے اگر انہوں نے ایسا غلط بیانی کی وجہ یا نقطہ ضد و عناوی بنا، پر یعنی کہا تھا تو اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتا، اور ان کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام سے ان پر کوئی محنت قائم کروانا کا رے نوح علیہ السلام تم ان کو کہو کہ تم اپنی اس بات میں جھوٹے ہو، کیونکہ تمہارے باپ دادا تو ایک خدا کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کیا گیا جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اور میں علیہم السلام کے زمان میں لوگ کفر و شرک کی دلدوں میں گر چکے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے باپ دادا اس سے ایسی کوئی بات نہیں سن سکی جو حقیقی توحید کی حقیقت کی بارے میں ہو۔

پس یہ کہتا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانے کے لوگ ایک دین اسلام پر تھے جہاں عقلائی حال ہے وہاں قرآن مجید کی مذکورہ و بالا آیت مبارکہ اور آئندہ تفاسیر کی مذکورہ عبارات بھی اس کی فتنی کرتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانے کے سب لوگ ایک دین اسلام پر نہیں تھے۔

پس قائل کا واقعہ اس بات پر شاہد ہے کہ وہ حق سے پھر اور گمراہ ہوا تو لامحالہ جب اس کی اولاد ہوئی ہو گی تو انسان نے اپنے باپ کو جیسا کرتے دیکھا وہ بھی اسی ذُگر پر چل نکل ہوں گے جس کی وجہ سے کفر و شرک جیسی احتیثت اس دنیا میں شروع ہو گئی ہو گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

## کیا انبیاء، اولیاء اور صالحین کی تعظیم و محبت بت پرستی کا باعث بنی؟

تعلیمات اسلامیہ اس بات پر شاہد ہیں کہ الٰہ اسلام کو انبیاء، اولیاء اور صالحین کی تعظیم و محبت کا ہمیشہ درس دیا گیا ہے، ان کی تعظیم و محبت کو یہ کہہ کر رکرتا یا ان کی تعظیم و محبت سے الٰہ اسلام کو روکنا اسلامی تعلیمات کو روکنے کا مصدقہ ہے۔

انبیاء، اولیاء اور صالحین تو بڑے مقام و درجات کے مالک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو ان چیزوں کی بھی تعظیم کا حکم فرمایا ہے جو ان کے ساتھ نسبت رکھتی ہیں، اور ان کی تعظیم کو دلوں کا تقویٰ قرار دیا ہے۔

قرآن مجید فرقان حیدر میں اللہ تعالیٰ نے کہ مکرمہ کی دو پہاڑیوں صفا و مردہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْدُوَةَ مِنْ شَعَابِ اللَّهِ بَيْنَكُمْ صَفَا أَوْ مَرْدُوَةُ اللَّهِ كَثِيرَ الْمُنَذِّرِ مَنْ حَجَّ إِلَيْكُمْ أَوْ اغْتَسَلَ لِلْحَجَّ حَاجَّاً غَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَلِلَّهِ الْحَمْدُ شَاكِرٌ عَلَيْهِمْ﴾ (۱)

بعض کے نزدیک ان دلوں پہاڑیوں کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہما السلام کے ساتھ ہے اور بعد میں ان کی نسبت حضرت سیدنا امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے ساتھ ہو گئی کہ انہوں نے ان پر چکر لگائے ہیں، تو وہ پہاڑیاں جن پر اللہ کے نیک بندوں نے

(۱) [سورة البقرة : ۱۵۸]

قدم لگائے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیں قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں کی تضمیم کرنے کے فائدہ کے ہمارے میں ارشاد فرمایا:  
**﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ فَقَاتِرَ اللَّهِ لِمَنْ هَا مِنْ﴾** اور جو اللہ کے ننانوں کی تضمیم کرے تو یہ  
 نقویٰ اللذوب (۱) دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

اکی مثالیں قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں بیشتر موجود ہیں کہ کسی مقام کو کسی اللہ کے نیک بندے سے نسبت ہو گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی مقام و مرتبہ کا حال ہو گیا۔ جیسا کہ مقام ابراہیم، دادی طور سینا وغیرہ۔

میں یہ کہ کہ کہ تضمیم و محبت ہی بت پرستی کا باعث ہوتی ہے، اس کی وجہ سے اللہ والوں کی تضمیم و محبت سے روکنا قطعاً بحث ہے، اگر ایسا ہی درست ہوتا تو وہ پہاڑیاں جن کو صفا و مردہ کہا جاتا ہے ان کی تضمیم و محبت تو قلعہ حرام قرار دی جانی چاہیئے حتیٰ کہ ان پر تو بتوں کو نصب کیا گیا تھا اور وہ لوگ اپنے عبیدوں کے مقام ہونے کی وجہ سے ان کی تضمیم اور ان سے محبت رکھتے تھے، لہذا اس کو حرام قرار دیا جانا چاہیئے تھا، جب کہ ان کی تضمیم و محبت سے نہیں روکا گیا بلکہ ان پر نصب کیے جانے والے بتوں اور ان کے پہاڑیوں کی خدمت کی گئی ہے، اسی طرح اگر کوئی تضمیم و محبت کے نام پر ایسا کام کرتا ہے تو اس کے اس رجیک کو قلعہ حرام دیا جا سکتا ہے اور اس کی مخالفت کی جاسکتی ہے لیکن ان کے ساتھ تضمیم و محبت کے رشتے کو قلعہ حائل نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اس کو روکا جا سکتا ہے۔

بلکہ اگر ہم تحلیمات اسلامیہ میں غور و فکر کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تضمیم و محبت ہی بت پرستی کا باعث نہیں ہی بلکہ اس بات پر کئی دلائل موجود ہیں کہ فاسقین، مکبرین، اور کفار بلکہ جانوروں بیک کے بت بنائے گئے اور ان کی پوجا کی گئی ہے جس کا سبب یا تو ان کا ظلم و تم تھا

(۱) [سورة الحج : ۳۲]

یا اُن کی جادو حشمت یا کوئی انکی بات جو عام حالات سے ہٹ کر واقع ہوتی۔  
جیسا کہ کسی غیر ناطق چیز سے آواز کا آنا، اور اس کا سب عام طور پر یہ تھا کہ اُس چیز یا مجسمے میں کوئی  
شیطان صفت جن وغیرہ طول کرتا، اور اس میں بولتا تو لوگ اس کو مجبور ہتھ لیتے اور اس کی عبادت  
ہونے لگتی۔

قرآن مجید فرقان حید میں اللہ رب العزت نے "سورۃ النجم" میں ارشاد فرمایا:  
 ﴿أَفَرَءِيْتُمُ الْأَلَّاثَ وَالْغُرَبِيِّ وَمَنَاهَ﴾ تو کیا تم نے دیکھا تھا اور اس  
 ﴿النَّاَلِيَّةَ الْأُخْرَى الْكُمُ الْذَكْرُ وَلَهُ الْأَنْثَى﴾ تیری منات کو، کیا تم کو پیٹا اور اس کو بینی  
 ﴿إِنَّكَ إِذَا قِسْمَةً جِبِيزِيٍّ﴾ جب تو یہ سخت بھوٹڑی (غلظاً) تقسیم ہے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اسی آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

يقول تعالى مقرعاً للمرشكين في يعني اصنام، انداد، اور اوثان کی عبادت اور  
 عبادتهم الأصنام والأنداد والأوثان، عبادہ اللہ جس کو ظلیل اللہ علی السلام نے بنایا  
 واتخاذهم لها البيوت مضاهاة للكعبة التي بناها خليل الرحمن عليه الصلاة  
 والسلام ﴿أَفَرَءِيْتُمُ الْأَلَّاثَ﴾ اور لات یہ سفید رنگ کا متش  
 و كانت اللات صخرة بيضاء منقوشة و عليها بيت بالطائف له استار و  
 سدنة وحوله فناء معظم عند أهل الطائف، وهو نقيف ومن تابعها،  
 پھر تھا اور اس کا گمراہ یعنی مقام طائف میں تھا،  
 اس پر پردے پڑے ہوئے تھے اور بجا در مقرر  
 تھے اور اس کے اردو گرد کی جگہ اہل طائف کے  
 نزویک بہت مقدس تھی۔ اور وہ ثقیف اور ان

کے ہم نو اتھے اور وہ قریش کے بعد تمام عرب  
قبائل میں اپنے آپ پر فخر کرتے تھے۔ ان  
جریر نے کہا کہ انہوں نے اس کا نام اللہ تعالیٰ  
کے ام سے مشتق کیا اور اسے لات کہتے تھے  
اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی مؤنث سمجھتے تھے، اللہ  
تعالیٰ کی ذات ان کے اس قول سے پاک،  
بلند و بالا ہے۔ اور حضرت ابن عباس، مجاهد  
ربیع بن انس رضی اللہ عنہم سے بیان کیا گیا  
ہے کہ انہوں نے "لات" کو تشدید کے  
ساتھ پڑھا ہے اور اس کی وضاحت یہ بیان  
کی ہے کہ درود جہالت میں ایک آدمی حاجیوں  
کے لئے ستون تیار کیا کرتا تھا جب وہ مر گیا تو  
لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی  
اور اس کی عبادت کرنے لگے۔ اور امام  
بنخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالاسند سے  
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
روایت کی کہ "اللات والعزی" "فرمایا  
لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لئے ستون  
تیار کرتا تھا۔ اور ابن جریر نے کہا کہ اسی طرح

يَكْتُبُونَ بِهَا عَلَى مِنْ هُدَاهُمْ مِنْ  
أَهْلَاءِ الْعَرَبِ بَعْدَ قُرْبَىٰشٍ . قَالَ أَبْنُ  
جَرِيرٍ وَ كَانُوا قَدْ اشْتَقُوا أَسْمَاهُمْ مِنْ  
إِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى ، فَقَالُوا : الْلَّاتُ ،  
يَعْنُونَ مَرْثَةً مِنْهُ ، تَعَالَى اللَّهُ عَنْ  
قُولِهِمْ عَلَوْا كَبِيرًا . وَحَكَى عَنْ أَبْنِ  
عَبَّاسٍ ، وَمُجَاهِدٍ ، وَالرَّبِيعِ بْنِ أَنْسٍ :  
أَنَّهُمْ قَرَزُوا الْلَّاتَ بِتَشْدِيدِ النَّاءِ  
وَفَسَرُوهُ بِأَنَّهُ كَانَ رَجُلًا يَلْتَمِسُ  
لِلْحُجَّاجِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ السَّوِيقَ ، فَلَمَّا  
مَاتَ عَكْفُوا عَلَى قَبْرِهِ فَعَلَيْهِ . وَقَالَ  
الْبَخَارِيُّ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ هُوَ أَبْنُ  
إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبَ ، حَدَّثَنَا  
أَبُو الْجُوزَاءَ ، عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ :  
هُنَّ الْلَّاتُ وَالْمُغْرِزُ . فَقَالَ : كَانَ الْلَّاتَ  
رَجُلًا يَلْتَمِسُ السَّوِيقَ ، سَوِيقَ الْحَاجِ .  
قَالَ أَبْنُ جَرِيرٍ : وَ كَذَا الْعَزِيزُ مِنْ  
الْعَزِيزِ . وَ كَانَتْ شَجَرَةً عَلَيْهَا بَنَاءٌ وَ  
أَسْتَارٌ بَسْخَلَةٌ ، وَهِيَ بَيْنَ مَكَةَ

والطائف کانت قریش يعظمونها.. و عزی یہ عزیز سے مشق ہے اور یہ ایک درخت  
اما، منا، فکانت بالمثلل عند  
تحا جس پر عمارت بنائی گئی اور اُس پر  
پردے ڈالے گئے تھے اور یہ کہ اور طائف  
کے درمیان میں تھا اور قریش اس کی تعظیم  
کرتے تھے ---- اور مرات یہ قدیر کے  
نزویک کہ اور مدینہ کے درمیان مثلل کے  
مقام پر تھا اور بنخراعہ، اوس، اور خزرج کے  
لوگ اس کی تعظیم کرتے اور یہاں سے حج کے  
لئے احرام باندھتے تھے، اسی طرح امام  
بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
سے روایت کیا ہے ---- (آگے عزی کے  
بارے میں لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں (یعنی  
حافظ ابن کثیر) کہ رسول اللہ ﷺ نے  
حضرت خالد بن ولید کو اُس کی طرف بیجا تھا،  
پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو منہدم کر  
دیا اور یہ شعر کہا:  
 ياعز كفرانك لا سبحانك  
 إني رأيت الله قد أهانك  
 وقال النباني: أخبرنا علي بن المنذر أور امام نسائي رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالاسند

سے حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اخبرنا ابن فضیل ، حدثنا الولید بن جمیع ، عن ابی الطفیل قال (۱) : لما فتح رسول الله ﷺ مکہ بعث خالد بن الولید الى نخلة ، و كانت بها العزی فاتحها خالد و كانت ثلاث سمرات ، وهدم البيت الذي كان عليها . لم اتی النبي ﷺ فاعبره فقال ارجع فانك لم تصنع شيئاً . فرجع خالد ، فلما ابصرته السيدة وهم حججهها امنعوا في الجبل وهم يقولون : يا عزی ، يا عزی فاتحها خالد فإذا امرأة عربانة ناثرة شعرها تحفن التراب على رأسها فقمسها بالسيف حتى قتلها ، لم رجع الى رسول الله ﷺ فاعبره ، فقال : تلك العزی . (۲)

(۱) (آخرجه النسائي في الكبرى ۱۰/۲۷۹، ۱۳۸۳) کتاب التفسیر ، وابو يعلى في مسنده ۱/۲۹۱ (۴۰۳)، والضياء في الأحاديث المختارة ۸/۲۱۹، ۲۲۰، الطبقات الكبرى ۲/۱۳۵).

(۲) (تفسير ابن كثير ۳/۲۷۳۵، ۲۷۳۶)

پھیلائے کمزی ہے اور اپنے سر پر مٹی ڈال  
رہی ہے، لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس  
پر کوارکاوار کیا اور اس کو قتل کر دیا، پھر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس کی خبر  
دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبی عزی  
تمی۔

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالاعبارت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں  
(۱) ان میں سے کوئی بھی انسانی شکل و صورت پر نہیں تھا جبکہ اکثریت آمر تفاسیر نے ان کے  
لئے لفظ صنم بھی استعمال کیا ہے۔

(۲) "لات" اگرچہ بقول حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آدمی تھا لیکن اس کا وہ فعل  
کہ جاج کے لئے ستون تیار کرنا انسانی ہمدردی کے تحت تھا، باقی اس کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا  
کہ صالحین میں سے تھا، اور لات کی جگہ انسانی مجسم نہیں بلکہ بقول حافظ ابن کثیر ایک سفید رنگ کا  
منقش پتھر تھا۔

امام ابن حجریر کے بقول مشرکین نے اس کو اسم الہی سے مشتق کیا ہوا تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی  
مowitz خیال کرتے تھے۔

قرآن مجید کی اگلی آیات مبارکہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں:  
﴿أَلْكُمُ الذُّكْرُ وَلَهُ الْأَنْثى بِلْكَ كیا تم کو بینا اور اس کو بینی جب تو یہ سخت  
إِذَا قُسْمَةً ضِيْزِی . إِنْ هُمْ إِلَّا أَنْسَاءٌ بیوٹی (غلط) قسم ہے وہ تو نہیں مگر کچھ نام

سَمِعْنُهَا أَتْهُمْ وَأَهْنَكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ كرم نے اور تمہارے باپ وادا نے رکھ لئے  
جیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتنا رہی۔  
**بِهَا مِنْ سُلْطَنٍ** (۱)

سید احمد حسن دہلوی نے اپنی تفسیر "احسن التفاسیر" میں لکھا:  
"حالاً نکہ ان کی عصیٰ مندی کا یہ حال ہے کہ بلا سند اللہ کے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے ہیں اور  
ان کی مورثیں بنا کر ان مورتوں کے عورتوں کے مناۃ اور لاتہ نام رکھتے ہیں اور ان کی پوچا کرتے  
ہیں" (۲)

(۳) "عزیٰ" تم کیکر کے درخت تھے اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی طرف بیجا تو آپ نے ان کو کاثد دیا اور اُس کے مکان کو گردادیا۔  
پس جب دوبارہ حکم نبوی ﷺ کے مطابق تشریف لے گئے تو اُس کی حقیقت عیاں ہو  
گئی کہ وہاں ایک خبیث مادہ جن یا چیزیں کا بقدر تقا جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
سامنے ایک بہن مورت کی ٹھیک میں بال پھیلانے ہوئے اور سر پر مٹی ڈالتے ہوئے آئی تو آپ  
نے گوار کا وار کر کے اُس کو قتل کر دیا اور یہ ماجرہ جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ  
ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سبھی عزیٰ تھی۔

پس اس بات سے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ خبیث جنات کی چیزیں طول کرتے اور پھر اسی  
حرکات کرتے جن کو دیکھ کر لوگوں میں تعجب پیدا ہوتا، جس کی وجہ سے کمزور عقائد و یقین کے  
ماںک لوگ انہیں ہی خدا بخوبی پیشئے اور ان کے سامنے بجدے کرنے لگتے اور ان کو اپنا معمود تصور  
کرنے لگتے تھے۔ اور اکثر ایسے معاملات ہوتے تھے کہ کسی چیزیں خبیث جنوں کے طول کرنے

(۱) [سورة النجم : ۲۲-۲۱]

(۲) (حسن التفاسیر ج ۱/ ۲۲۳، ۲۲۴، سورۃ المفتت تفسیر آہت ۱۳۹۵ء۔ المکتبۃ المدنیۃ شیش محل روڈ لاہور)

اور مختلف قسم کی آوازیں نکالنے کی وجہ سے لوگ ان بے جان و بے زبان اشیاء کو معمود خیال کرنے لگتے تھے۔

بعض مشرکین کا تو یہ عقیدہ تھا کہ یہ جن اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ:

﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسْبًا وَلَقَدْ شَكَ جِنُونَ كَوْمَ حَلَّوْمَ هُمْ لَمُخْضَرُونَ . سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ (۱) اور اس میں اور جنون میں رشتہ نہیں بلکہ اس کے ضرور حاضر لائے جائیں گے پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں۔

اور اس بات پر تعلیمات اسلامیہ میں دلائل موجود ہیں کہ اکثر دیشتر جنات و شیاطین مختلف جسموں، جمادات اور بیات میں طول کرتے اور ان میں کلام کرتے۔ جیسا کہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسلام قبول کرنے کے واقعات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

اور اس پر قرآن مجید بھی گواہ ہے کہ غیر عادی و اقدروں تما ہونے کی وجہ سے یعنی اسرائیل کے کمزور عقائد و ایمان والوں نے پھرے کو معمود بنا لیا اور اس کی پوچھا کرنے لگے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان مجید میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اور آپ کی قوم کا ذکر کئی مقامات پر کیا ہے اور قوم موسیٰ علیہ السلام کا گاؤ پرستی میں ملوث ہوتا اس کا بھی ذکر کیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یعنی اسرائیل کو فرعونوں کے ظلم و تم سے نکلا، اس وقت ان کے حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ مصر میں رہتے ہوئے اس ماحول سے وہ بہت متاثر

ہوچکے تھا ورنہ کی طرح گائے کا تقدیس ان کے دلوں میں جگدے لے چکا تھا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

﴿وَأَنْهِرْ بُوَاہِي لِلْتَّوْبَةِ الْمُجْلَلِ﴾ (۱) اور پھر زان کے دلوں میں بسا ہوا تھا۔

اور اس بات کو مزید ہوا اس سے مل گئی جب وہ ایک ایسی قوم پر سے گزرے جو اپنے بتوں کے گرد جمع تھی اور ان کے بتوں کی خلی بھی گائے، بعل کی تھی۔

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تو ان کی غیر موجودگی میں سامری نے زیورات سے پھرزاہیا تو مصریت زدگی کا اثر اور راستے میں ایک دوسری قوم کو بھی گائے، بعل کی حمادت میں گمن دیکھنا، یہی ان کے ایمانوں کی کمزوری کا سبب تو تھا ہی۔ جن جب اس پھرے سے آواز لٹلی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿جَسَدَاهُ لَهُ خُوازٌ بِهِ﴾ (۲) بے جان کا دھڑکائے کی طرح آواز کرنا۔

تو ایک بے جان چیز سے آواز لٹکنے نے ان کو مزید گمراہی میں جلا کر دیا جس کے سبب وہ بت پرستی کا شکار ہو گئے۔

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید فرقانِ حید میں مخدود مقامات پر فرعونِ مصر کا فیکر کیا ہے اور قرآن مجید میں یہ واضح بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مجبوراً اور بڑا رب کہتا تھا۔

جیسا کہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَائِكَةُ مَا اور فرعون بولا: اے دربارِ یو ایں تمہارے لئے

(۱) (سورة البقرة: ۹۳)

(۲) (سورة الأعراف: ۱۳۸)

عِلْمٌ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي فَأُرْفُكُمْ  
يَهَامِنْ عَلَى الطَّيْنِ فَاجْهَلْ لَيْ صَرْخَا  
مُوْيِي كَهْدَجَمَكْ آوْسِ، اور بے شک  
مِيرے گان میں تو وہ جھوٹا ہے۔

(۱) مِنَ الْكَلْدَبِينَ

اور قرآن مجید میں ہی دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الْمَلَائِكَةُ مِنْ قَوْمٍ فَرْعَوْنَ أَتَلَذْ  
اوْ فَرْعَوْنَ کی قوم کے سرداروں نے کہا (اے  
مُؤْسِی وَقَوْمَهُ لِيُفْسِلُوا فِي الْأَرْضِ وَ  
یَذْرَكَ وَإِلَيْهِنَّكَ قَالَ سَنُقْتَلُ أَبْنَاهُمْ  
مُوْیِي اور اس کی قوم کو، تاکہ فساد برپا کرتے  
وَنَسْخِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَا لَوْقَهُمْ  
رہیں زمین میں، اور چھوڑے رہے مُویں تجھے  
قَهْرُونَ (۲)

اور تیرے معبودوں کو، اس نے کہا: ہم نے تخت  
کر دیں گے ان کے بیٹوں کو، اور زندہ چھوڑ  
دیں گے ان کی عورتوں کو، اور بے شک ہم ان

پر غالب ہیں۔

ان ہر دو آیات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ فرعون اپنی عبادت کروانا تھا اور اپنے آپ کو معبود  
نہ ہرا جاتا اور لوگ اُس کی عبادت کرتے تھے۔ اس آیہ کریمہ کے تحت علماء تفاسیر لکھتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ [۳۱۰] لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَكَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ لَهُ بَقْرَةٌ اور حَمْنَى حَمْنَى حَمْنَى حَمْنَى حَمْنَى حَمْنَى

(۱) سورۃ القصص: ۳۸

(۲) سورۃ الاعراف: ۱۲۷

یعندها .. عن السدی : ﴿وَنَذَرَكَ سے ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے لئے گائے تھی جس کی وہ عبادت کرتا تھا، اور سدی سے  
 روایت ہے کہ ﴿وَنَذَرَكَ وَالْفَتَّكَ﴾ عباس کاتب الہقرۃ کاتبو إذاراً وَبَقْرۃ حسناء امرہم ان یعندها، للذک  
 حسناء امرہم ان یعندها، للذک اخراج لهم عجلوا و بقرۃ ..... وعن  
 الحسن قال : کان لفرعون جمالۃ معلقة في نحره یعندها و یسجد لها  
 ... و عنہ يقول : بلهی ان فرعون  
 کان یعبد إلها في السر ... عن ابن عباس قال : إنما کان فرعون یعبد ولا یعبد . (۱)  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خیال  
 ہے، کہا کہ اس کا معبود گائے تھی، جب وہ کوئی  
 حسین گائے دیکھتا تو اس کی عبادت کرنے کا  
 حکم دیتا، اور حسن سے روایت ہے کہ فرمایا کہ  
 فرمون ایک موٹی کو گلے میں لٹکائے رکھتا تھا  
 جس کی عبادت کرتا اور جس کو بجھہ کرنا تھا، اور  
 انہی سے ہے کہا کہ مجھے یہ بات پہچنی کہ فرعون  
 کا معبود تھا جس کی وہ چھپ کر عبادت کرتا تھا،  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
 روایت ہے کہ فرمایا ہے شک فرعون اپنی  
 عبادت کروانا تھا اور خود کسی کی عبادت نہیں  
 کرتا تھا۔

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ [۶۰۳ھ] فرماتے ہیں :  
 فقیل ان فرعون کان قد وضع لقومہ پس کہا گیا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے  
 اصلہا صفارا، امرہم بعبادتھا چھوٹے چھوٹے بت بنا رکھے تھے اور ان

(۱) (جامع البیان ۲/۳۰۱)

وقال أنا ربكم الأعلى ورب هذه الأصنام فذلك قوله ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ وقال الحسن: كان فرعون بعد الأصنام. (1)

ان کو ان کی عبادت کرنے کا حکم دے رکھا تھا، اور کہتا تھا کہ میں تمہارے اور ان بتوں کا سب سے بڑا رب ہوں، اسی لئے اس کا قول ہے میں تمہارا رب سے بڑا رب ہوں، اور حسن نے کہا کہ فرعون بتوں کی پوجا کرنا تھا۔

صدریٰ حسن قتوی [۷۰۰ھ] نے لکھا:

وقيل له كأن بعد بقرة، وقيل كان بعد النجوم وقيل كان له أصنام يعبدها قومه تقربا إيله فسبت إليه، ولهذا قال ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ قاله الزجاج. (2)

اور کہا گیا ہے کہ وہ گائے کی عبادت کرتا تھا، اور کہا گیا ہے کہ وہ ستاروں کی عبادت کرتا تھا، اور کہا گیا ہے کہ اس کے لئے بت تھے جن کی اس کی قوم اس کے تقرب کے لئے عبادت کرتی ہے اس کی طرف منسوب تھے لہو اسی لئے اس نے کہا میں تمہارا رب سے بڑا رب ہوں، یہ زجاج نے کہا ہے۔

”جواهر القرآن“ میں غلام اللہ نے لکھا:

فرعون کے بتیتے کے اپنی صورت بنا دیتا تھا لوگوں کو کہ اس کو پوجا کریں۔ (3)

سید احمد حسن دہلوی نے ”حسن التفاسیر“ میں لکھا:

فرعون نے اپنی صورت کے بت بنا کر لوگوں کو پوجا کے لئے دے رکھے تھے اور اپنے آپ کو بنا

(1) التفسير الكبير او مفاتيح الغرب جزء ۱۳۲ ص ۱۳۲

(2)فتح البیان فی مقاصد القرآن ج ۲ ص ۵۶۱

(3) جواهر القرآن ج ۱ ص ۳۸۱

خدا اور ان مورتوں کو چھوٹے خدا کہتا تھا۔ (۱)

دیوبندی مکتبہ حضرت شیخ الشفیروالحمدیت مجدد اور لیس کانن حلبوی نے لکھا:

فرعون دہری تھا اور صانع عالم کا مکفر تھا اور بتا شیر کا کب کا قائل تھا، خود چاند اور سورج اور ستاروں کو پوچھتا تھا اور لوگوں سے اپنی ہبادت کرانا تھا اور یہ کہتا تھا کہ زمیں میں میں تھا رہا سردار اور پور و گارا اور رب اعلیٰ ہوں اور اپنی صورت کے بت بناؤ کر لوگوں میں تقسیم کر دیئے تھے اور ان سے ان کی ہبادت کرانا تھا اور اپنے کوتوب کا سردار بتا تھا اور اسی وجہ سے ﴿أَنَا زَكْرٌمُ الْأَغْلَانِ﴾ یعنی یہ بت تھا رے چھوٹے خدا ہیں اور میں تھا را بڑا خدا ہوں، بہر حال وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھو کر بھلوانا تھا۔ (۲)

درالحلوم دیوبند کے شیخ الحدیث محمد فیض نے لکھا:

﴿الْيَقِنَ﴾ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرعون جو خوبصورت گائے دیکھا خود بھی اس کی پوچھا کرنا اور دوسروں سے بھی کرانا، اور سدی کہتے ہیں کہ فرعون نے بت بناؤ کر تقسیم کر کر کے تھے، ان کی پوچھا کی جاتی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اپنی سورتیاں بتاؤ کر کیمی کیں۔ (۳)

عبدالحید سواتی کی "معالم العرفان فی دروس القرآن" میں ہے:

"فرعون اپنے آپ کو توب سے اعلیٰ معبدوں کہتا تھا بلکہ خود کو سورج دیوبنامشہور کر کر کھاتھا اور اپنی ذاتی پوچھا بھی کرانا تھا، اس کے علاوہ اس نے اپنے بھنے بنا کر لوگوں کو مہبیا کر کر کے تھے کہ جہاں کہیں ہوان کے ذریعے میری پوچھا کر لیا کرو۔ (۴)

(۱) (الحسن الفاسیم ۲۸۵/۲)

(۲) (معارف القرآن ۱۸۱/۳)

(۳) (أنوار القرآن ۵۲۹/۳)

(۴) (معالم العرفان فی دروس القرآن ۳۷۵/۸)

اور بعض روایات میں اس کے پہلے اور دوسرے اعلان کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے جنی پہلے اس نے اللہ ہونے کا اعلان کیا اور چالیس سال بعد رب ہونے کا، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

**فَخَسِرَ قَنَادِيٌّ فَقَالَ أَنَا زَبَّاجُمْ** پس لوگوں کو (اس نے) جمع کیا پھر پکارا، پھر **الْأَغْلَى** ۝ (۱)

فرعون جو کہ ایک ظالم کا فرمانکر ان تھا، وہ خود الوہیت اور ربویت کا دعویدار تھا اور لوگوں سے اپنی عبادت کرواتا تھا، اور لوگ اُس کی عبادت کرتے تھے جبکہ وہ خود کسی کی عبادت نہیں کرتا تھا (بعض روایات کے مطابق ستاروں، سورج، گائے، یا گردن میں لٹکائی ہوئی کسی چیز کی عبادت کرتا تھا) اپنے دربار میں آنے والوں سے وہ اپنی عبادت کرواتا تھا اور جو دربار میں نہیں آتے تھے (عنی دور کی رعایا یا وہ لوگ جن کی بخشی دربار تک نہیں تھی ان کے لئے اس کا حکم تھا کہ میرے ہنئے ہوئے ہوں جن میں بعض روایات کے تحت گائے کی صورت کے بت اور اس کی اپنی مورتیاں تھیں، کی عبادت کرو۔ (جبیسا کہ گذشتہ اوراق میں مذکور ہوا)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

**إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ** بے شک مفا اور مرودہ اللہ کے نثافوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر **فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اغْتَسَلَ فَلَا جُنَاحَ** کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے **عَلَيْهِ أَنْ يَنْظُفَ بِهِنَا وَمَنْ نَطَوْعَ خَيْرًا** **فَإِنَّ اللَّهَ شَاءَ كَرَّ عَلَيْهِمْ** ۝ (۲)

(1) [سورة النازعات: ۲۳، ۲۴]

(2) [آلہ البر: ۱۵۸]

کرے تو اللہ تعالیٰ کا صدیقینے والا خبردار ہے۔

صفا اور مردہ کعبہ شریف کے سامنے دو پیاریاں ہیں جن کا مندرجہ بالآئت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان دونوں پیاریاں پر محمد جامیلت میں جوبت نصب تھے ان کے نام اساف اور نائلہ ہیں، جن کے مختلف روایات میں یہ بات موجود ہے کہ انہوں نے حرم کعبہ میں زنا کیا تو ان کو پتھروں میں سُخ کر دیا گیا جن کو اٹھا کر لوگوں نے صفا اور مردہ پر رکھ دیا اور ان کی پرستش کی جانے لگی۔

جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

”ما زلت انسمع ان اسافا و نائلہ رجل ہم ہمیشہ سنتے کہ اساف اور نائلہ بنی جرہم و امراء من جرہم ، زنیا فی الكعبۃ ، سے آدمی اور عورت تھے، انہوں نے کعبہ میں فمسخا حجرین . (۱)

صورت میں۔

ذکرہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات پائی ہے ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ مشرکین جن کو اپنا معیود خیال کرتے تھے وہ ان کی سن گھڑت سورتیاں تھیں یا کسی ظالم و جاہر کا مجسمہ یا پھر کوئی ایسا مکان اور چیز جس میں خبیث جنوں کا اثر تھا۔

(۱) (کشف الاسفار (۱۱۷۳)، وقال الہیشعی فی المجمع ۲۹۶/۳: رواه البزار و فیه: احمد بن عبد الجبار المطاردي، وهو ضعيف. وابن إسحاق فی السیرة ۲، وابن هشام فی السیرة ۱/۲۰۸، وذکرہ ابن كثير فی تفسیرہ ۱/۵۰۰، ۵۰۱، رابو عبد الله، باقوت الحموي فی معجم البلدان ۱/۱۷۰، باب الهمزة والسين .

وآخرجه الطبراني فی الأوسط ۲/۲۶۰ (۲۳۵۰)، عنها مرفوعاً، بلطف: ان الیہ صلی اللہ علیہ وسالم قال: كان اساف و نائلة رجالاً و امراء فمسخهما اللہ حجرین فلكانا بمكة . = =

= وقال الهيثمي في المجمع ٢٩٦/٣: رواه الطبراني في الأوسط: وفي خالد ابن  
يزيد العمري، وهو كذاب.  
 وأعيار مكة للفاكهي ١٦٣/٥، عن أبي مجلز، وقال الحالظ في فتح الباري ٩٥٩/١  
 وفي نسخة: ٥٠١/٣: وروى الفاكهي باستاد صحيح إلى أبي مجلز. وفيه: يزعم أهل  
 الكتاب انهم اذنوا... الخ.  
 وقال: وذكره الواحدى في أسبابه، عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما.)

## مُشَرِّكِينَ مَكَّهُ وَأَكْثَرِيَّتُ أَهْلِ عَرَبٍ كَسْ كَيْ عِبَادَتْ كَرَتْيَ اُورْ كَسْ وَجَهَ سَمَّ كَرَتْيَ ۖ

حَانَقَاتِنَ كَثِيرٌ الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ " مِنْ "بَابِ بَنِي اسْمَاعِيلَ وَمَا كَانَ مِنْ أُمُورِ الْجَاهِيلِيَّةِ إِلَى زَمَانِ الْجَعْلَةِ " مِنْ عَرْوَبِنَ حَارَثَ كَيْ سَرْوَارِيَ كَيْ بَعْدَ كَذَّ كَرَتْيَ هَوَيْ لَكَتْيَ هِنْ :

لَمْ يَفْتِ جَرَّهُمْ بِمَكَّةَ، وَأَكْتُرَتْ بَهْرَمَةَ كَرَمَهُمْ مِنْ جَرَّهُمْ بِعَوَادَتْ پَرْ أَتَرَأَيْ  
أَوْرِيَّتْ اللَّهُمَّ قَسَادُوا لَهَادِيَّكَ فَنَّا مَيْنَ قَامَمْ هُوَ  
تَكَسْ تَحْيَى كَهْيَهَانَ تَكَنْ لَوْبَتْ پَهْنَيْ كَهْيَ كَرَيْكَ  
آدَيْ جَسْ كَوَاسَافَ بَنْ بَهْنَيْ كَهْيَ جَاتَهَا تَحَا اُورَ  
أَيْكَ عَوْرَتْ جَسْ كَوَانَكَلَهَ بَنْتَ وَأَكَلَهَ كَهْيَ جَاتَهَا تَحَا  
يَهْ دَوْنَوْنَ كَعْبَهُمْ اَكَتْيَهَ هَوَيْ اُورَأَنْهُوْنَ نَهَيْ  
بَيْتَ اللَّهِمَّ بَدَكَارِيَّ كَيْ، بَيْسَ اللَّهِتَعَالَيَّ نَهَيْ  
انَّ كَوَقَرَوْنَ مِنْ سَخَّ كَرَدِيَّا تَوْلَوْگُونَ نَهَيْ  
عَبْرَتْ وَصِحَّتْ كَهْ لَئَهَ انَّ كَوَيَّتْ اللَّهِ كَهْ  
قَرِيبَ نَصَبَ كَرَدِيَّا، بَهْرَجَبَ اَيْكَ عَرَصَ دَرَازَ  
غُورَمَيَا تَوَانَ كَوَعَبْرَتْ وَصِحَّتْ حَاصِلَ كَرَنَهَ  
كَمَا سَيَّاتِي بِيَانَهَ فَيِ مَوْضِعَهَ، لَكَانَا  
صَنَيْنِ مَنْصُوبِينَ، يَقَالُ لَهُمَا : إِسَافَ  
وَنَاثَلَهَ (1)

(1) الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ ۲/۷۷، ۷۸، ۷۹، والسِّيَرَةُ النَّبُوَيَّةُ ۱/۵۷

یہ دونوں بُت جو نصب کیے گئے تھے ان کو  
اساف اور ناگلک کہا جاتا۔

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ یہ دور ایسا تھا کہ ملکہ کمرہ میں عصیان و نافرمانی تو شروع ہو گئی تھی لیکن ابھی تک بُت پرستی نے ڈیرے نہیں جائے تھے، اسی عصیان و نافرمانی کے ذور میں یہ المناک واقع زمین ہوا کہ اساف اور ناگل نے کعبہ میں بدکاری کی جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو پتوڑوں کی صورت میں سُخ کر دیا، ہیں اس وقت کے اہل ملکہ نے ان دونوں کے سُخ خدا مجسموں کو نشان عبرت کے طور پر بیٹھ اللہ کے قریب نصب کر دیا تاکہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں لیکن جب ان کو نصب کئے ہوئے ایک مذہت گزر گئی تو خزانہ کے زمانہ میں ان کی عبادت کی جانے لگی اور ان کو معبد بنایا گیا۔

گویا کہ سب سے پہلے بُت جن کا وجود ملکہ کمرہ میں ملتا ہے وہ ان دونوں نافرانوں کے بجے تھے کہ جن کو ان کی بدکاری کی وجہ سے پتوڑوں کی صورت میں سُخ کر دیا گیا تھا۔

اب یہ دونوں بُت پہلے تو نشان عبرت تھے لیکن بعد میں یہی معبد بنالے گئے، آخر کیوں؟  
کیا ان کی نیکی و صلاح کی وجہ سے ان کو اہل مکہ نے اپنا معبد بنایا تھا؟  
نہیں۔

لہذا سب سے پہلے بُت جن کا وجود ملکہ کمرہ میں پایا جاتا ہے [حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا روایت کے مطابق] ان میں سے کوئی بھی کسی نیک و صالح انسان کا مجسم نہیں تھا بلکہ ظالم، بدکار اور عذاب الہی کے سُختن انسانوں کے بجے تھے۔

لہذا یہ کہنا کہ ملکہ والوں کے بُتوں کے پیچھے یہ چیز کار فرمانی کہ وہ نیک و صالح لوگوں کی بُرگی و صلاح کی وجہ سے ان کی تعظیم میں غلوٰ کرتے کرتے بُت پرستی کا شکار ہوئے، بعض غلط و

بے غیاد ہے۔

آخری کیسے مجبود بنے؟

ان کے مجبود بنا لئے جانے کی صرف اور صرف ایک حق وجہ ہے کہ شیاطین عام طور پر عوام میں طول کرتے اور ان میں طرح طرح کے کلام کرتے تھے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جس کو حافظاً هنَّ كَثِيرٌ نَّ لَقُلْ كَيْا ہے کہ:

عَنْ أَبْنَى عَبَّاسٍ ، قَالَ : هُنَّ هُنَّ لَفَلْ مَنْ جَنَّ عَلَى أَبِي قَبِيسٍ ، فَقَالَ :

حضرت ابی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جملی ابو قبیس پر ایک بار کسی جن کی نیبی آواز آئی کہ:

قَبْحُ الْأَنْهَى رَأَيْكُمْ آلَ فَهْرٍ

مَا أَرَقَ الْمَقْوُلُ وَالْأَفْهَامُ

حِينَ تَعْصِي لِمَنْ يَعِبُّ عَلَيْهَا

دِينَ آبَانَهَا الْحَمَّةُ الْكَرَامُ

حَالَفُ الْجَنُّ جَنُّ نَصْرِي عَلَيْكُمْ

وَرَجَالُ النَّخِيلِ وَالْأَطْامِ

تُوْدِكُ الْخَبِلَ أَنْ تَرُوهَا تَهَادِي

تَقْتِلُ الْقَوْمَ فِي حَرَامِ بَهَامِ

هَلْ كَرِيمُ مَنْ كُمْ لَهُ نَفْسٌ حَرَ

سَاجِدُ الْوَالَّدِينَ وَالْأَعْمَامِ

## ضارب ضربة تکون نکالا

**ورو اخسامن کربہ واغتمام**

”اے آئی فہر! اللہ تعالیٰ تمہاری رائے کو نہ اکرے، (تمہاری) عقلیں اور فہم کتنا کمزور ہے، جب تمہاری خلاف ورزی کی جاتی ہے، جو کوئتھی مچھی اور حرف گیری کرتا ہے (تمہارے) غیرت مند اور معزز آباء کے دین کی، حلف لیا ہے اُس نے تمہارے خلاف بھری کے جھات، نخستان اور عالی شان بحثات میں رہنے والے لوگوں سے، قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ اس کا شکر بیہاں آئے گا اور (تمہاری) قوم کو حرم میر قتل کر دے گا۔

کیا تم میں کوئی کریم، آزاد منش ہے، جس کے باپ دادا اور پچھے معزز ہوں، اور وہ اُسکی عمرت آمیز ضرب کاری لگائے کہ سب تر خون غم ذور ہو جائیں۔

قال ابن عباس : فاصبح هذا الشع  
حضرت ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كتبه ہیں  
حديـسا لأهـل مـكـة يـتـاشـدوـنـه بـيـتـهـمـ ،  
فـقاـل رـسـول الله ﷺ : ”هـذا شـيـطـانـ  
بـكـلـمـ النـاسـ فـي الـأـوـنـانـ ، يـقـالـ لـهـ :  
مـسـعـرـ وـالـهـ مـخـزـيـهـ . فـمـكـنـواـ ثـلـاثـةـ  
أـيـامـ فـاذـا هـاتـفـ عـلـى الجـبـلـ يـقـولـ :  
هـیـںـ اـوـاـشـاـسـ کـوـذـیـلـ کـرـےـ گـاـ، پـیـسـ اـبـیـ تـمـ  
دـنـ ہـیـ تـزـرـےـ تـھـےـ کـہـ جـبـ پـہـاـزـ سـےـ اـیـکـ  
نـبـیـ آـواـزـ آـلـیـ جـوـ کـہـ رـہـاـ تـھـاـ۔

نـحـنـ قـلـنـافـیـ نـلـاثـ مـسـعـرـاـ

## إذْفَهُ الْجَنْ وَسَنِ الْمُنْكَرَا

### لِنَحْنَ مِنْ فَاحِسَاتِ الْمُنْهَرَا

#### بِشَمْهَدِ نَبِيِّنَا الْمُطَهَّرَا

”ہم نے متواتر تین دن کی کوشش کے بعد سر کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے جنوں کو احتیاط نہ دیا اور نہ راستے پر چلا یا، میں نے اس کے جسم میں قاطع برہنہ تکوار مگونپ دی ہے کیونکہ اس نے ہمارے پاک نی ہلکتے کی شان میں ٹھٹھا خی کی ہے۔“

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا عَرْفِيٌّ تُورِسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى إِنَّمَةً مِنَ الْجَنِّ، إِنَّمَةً سَمْحَ، آمِنَ بِهِ، مِنْ سَمِّهِ بَهْتَ بِهِ، جَنْ هُنَّ بِهِ اسْكَانٌ لَكُمْ تَحْمِلُّهُ، سَمِّيَّهُ عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرْنِي أَنَّهُ فِي طَلَبِهِ بَحْرٌ پَرِ اِيمَانٍ لَا يَأْتِي مَنْ لَا يَأْتِي بِهِ، عَبْدُ اللَّهِ رَكَّهَا، اسْنَ نَهَى بَحْرَهُ خَرْدَهُ بِهِ كَوْدَهُ تَمِّنْ دَنْ دَلَاثَةً اِيَامٍ، فَقَالَ عَلَىٰ: جَزَاهُ اَفْهَهُ خَيْرًا، يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، (۱) اَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَنْ نَهَىٰ كَمَا: اَنَّ اللَّهَ كَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!

اللَّهُ تَعَالَى اسْكَانٌ لَكُمْ تَحْمِلُّهُ، اسْكَانٌ لَكُمْ تَحْمِلُّهُ، اسْكَانٌ لَكُمْ تَحْمِلُّهُ،

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیاطین اکثر و پیشتر بُرُوں میں داخل ہو کر لوگوں سے باتمیں کرتے تھے اور پھر وہوں کی سورتیوں سے آواز کا پیدا ہوتا ان لوگوں کو تُحِبُّ میں ذالتا اور وہ ان پھر وہوں کی سورتیوں کو جبود خیال کرنے لگتے اور آن کی عبادت کرنے لگتے تھے۔ ان انساف اور نائلک کی پرش کا باعث بھی بھی چیز بھی ہو گئی کہ اہل مکہ جن کے سامنے وہ واقع زونما ہوا کہ ان کی بدکرواری کی وجہ سے ان کو تُحِبُّ کیا گیا، لازماً اپنی آنے والی نسلوں کو ان کے

(۱) (البداية والنهاية / ۲، ۲۵۱، ۲۵۰، والسرة النبوية / ۱، ۳۴۰، والصارم المسلول لابن نعمة

١٥٦ الاصابة في تغیر الصحابة (٣/٢٤٦)

بارے میں بتاتے ہوئے تو اس بات کے باوجود لوگوں کا ان کو معجود بنا لیا اس بات پر دلیل ہے کہ بعد والوں کے سامنے کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے ان کے آباؤ اجداد کی بتائی ہوئی باتوں کو بھی ان کے بلوں سے بھلا دیا اور انہوں نے ان کو خدا کجھ لیا بلہ ایک ہی بات بھی میں آتی ہے کہ ان پر کوئی شیطان جن مسلط ہوا اور اُس نے ان میں کلام کیا جس کی وجہ سے لوگوں نے ان کو معجود بنا لیا۔

اس پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نائل کے بنت کو تو زنے کا حکم صادر فرمایا تو اس سے ایک بخوبت لکڑا جوانپنے چہرے کو فوج رہا تھا اور وہ ایک رہا تھا۔

جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے علی "البداية والنهاية" میں لکھا ہے:

وقد ذکر الواقدی أن رسول الله ﷺ اور تحقیق واقدی نے ذکر کیا ہے کہ بے شک لما أمر بكسر نائلة يوم الفتح: رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جب نائل (بنت) خرجت منها سوداء شمطاً تخمش كوتوراً گیا تو اس سے ایک سیاہ قام، سفید ووجهها وتدعوا بالولیل والشبور .(۱) بالوں والی چیزیں لکلی جوانپنے چہرے کو فوج رہی تھی اور وہ ایک رہا تھی۔

واقدی کی سند کے علاوہ ایک ذہری سند کے ساتھ بھی یہ روایت موجود ہے جس کو امام بنیقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل البوہة" میں بیان کیا ہے جس کی سند و متن مندرجہ ذیل ہے:

احبرنا أبو الحسين بن بشران بغداد قال : احبرنا أبو عمرو بن السماع ، قال : حدثنا حنبل بن إسحاق قال حدثنا أبو الربيع قال : حدثنا يعقوب النعمي ،

(۱) (البداية والنهاية ۲/ ۸۵ ، والبيرة النبوية ۳/ ۵۷۲ ، والتاريخ الاسلام للنهضي ، و تاريخ مكة المشرفة لابن الصبّاء ، ۳۱ ، باب ما جاء في أول نصب الأصنام ، و أخبار مكة للأزرقى ۱/ ۶۲ ، والمخازن للواقدی)

قال حدثنا جعفر بن أبي الصفرة عن سعيد ذرور يعني جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو ایک بوزگی سیاہ قام، سفید بالوں والی چیل آئی جو اپنے چہرے کو توجہ رہی تھی اور واپس اکر رہی تھی، میں کہا گیا اے الشذوذ و الجل کے رسول ﷺ! ام نے سفید بالوں والی ایک سیاہ قام چیل دیکھی ہے جو اپنے چہرے کو توجہ رہی تھی اور واپس اکر رہی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نائلہ تھی یہ نا امید ہو گئی ہے کہ اب کبھی بھی تمہارے شہروں میں اس کی عبادت کی جائے۔

اس روایت کی سند کے تمام راویوں کی توشنی کی گئی ہے۔

ان روایات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ان میں بھی خبیث بتوں اور چیلبوں کا قبضہ ہوا اور یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے قبضہ کرنے کے بعد ان کی عبادت کی گئی۔ جب انہوں نے ان سے کلام سناتو اس نے ان کو تجوب میں ڈالا ہو گا کہ پھر کی مورتی باقی کرتی ہے تو اس غیر عادی و اقادی وجہ سے انہوں نے اس کو مسجد و خیال کر لیا اور زیادہ تر بتوں کی عبادت کا سکنی باقی سبب نہیں۔

ذکرہ بالا دونوں روایات پر اگر کوئی اعتراض کرتا ہے کہ ان میں واقعی اور یعقوبؑ میں لہذا یہ دونوں ضعیف ہیں اور ضعیف سے استدلال کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔

(۱) (دلائل النبوة ۵/۵) بودکہ ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ صفة دخولہ مکہ، (۳۹۹/۲)

تو عرض یہ ہے کہ اس بارے میں حافظ ابن کثیر کی تفسیر کے حوالے سے "العزی" کے منہدم کیے جانے کی روایت بحوالہ امام بن سائی ذکر ہو چکی ہے جس کی صحیح امام ضیاء الدین المقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے ہم طوالت کے خوف سے اس کے الفاظ یہاں ذکر نہیں کر رہے ملاحظہ فرمائیں (۱)

حافظ ابن کثیر ہی "البداية والنهاية" میں "قصة خزاعة وعمرو بن لحيٰ وعبادة العرب للأصنام" کا عنوان قائم کرنے کے بعد اس میں لکھتے ہیں:

وذلك لأن في زمانهم كان أول اوري كه ان کے زمان حکومت میں قبائل مقدس عبادة ا، وثان بالحجاز، وذلك بسب میں بت پرستی کی ابتداء ہوئی اور ان کے عهد نیسهم عمرو بن لحيٰ لعنہ الله، فإنه میں عمرو بن لحیٰ لجن نے بت پرستی کی طرف لوگوں کو بلا یا اور وہ بہت بڑا مالدار تھا، کہتے ہیں اول من دعاهم إلى ذلك، وكان ذلك مال جزيل جداً، يقال : إنه فلقاً أعين كہ اس نے میں اوثنوں کی آنکھیں پھوڑ دی عشرین بعیراً، وذلك عبارۃ عن أنه ملک عشرين ألف بعير، وكان من عادة العرب أن من ملک ألف بعير فقاً عین واحد منها، لأنه يدفع بذلك عین عنها. وممن ذكر ذلك الأزرقى . وذكر السهيلي : أنه ربما رہیں، اور یہ ذکر کیا ہے ازرقی نے، اور سہلی

(۱) (آخر جه النسائي في الكبير ۲۷۹/۱۰، ۱۱۳۸۳) كتاب التفسير، والضياء في الأحاديث المختارة ۲۱۹/۸، ۲۲۰، و أبو علي في مستند ۲۹۱/۱ (۴۰۳)، وابن سعد في الطبقات الكبيرى ۲/۱۳۵.

ذبح أيام الحجيج عشرة آلاف بدنة،  
وکسا عشرة آلاف حلة ، فی كل  
سنة يطعم العرب ، ویحس لهم  
الحس بالسمن والعلل ، ویلت لهم  
السویق . قالوا : وکان قوله و فعله  
لهم کالشرع المتبوع ، لشرفه فیهم ،  
ومحلته عندهم وکرمه عليهم . قال  
ابن هشام : حدثني بعض أهل العلم ،  
أن عمرو بن لحي خرج من مكة إلى  
الشام فی بعض أموره ، فلما دخل  
ما ب من أرض البلقاء ، وبها يومن  
العمالق ، وهم ولد عمالق ، ویقال  
ولد عملق بن لاوذ بن سام بن نوح  
رآهم يعبدون الأصنام ، فقال لهم : ما  
هذه الأله ناصي التي أراكم تعبدون ؟  
قالوا له : هذه الأصنام نعبدناها ،  
فاستطرها فتمطرنا ، و تستصرها  
فتشمرنا . فقال لهم : ألا تعطونني  
منها صنمًا ، فاسير به إلى أرض

نے ذکر کیا کہ وہ حج کے موسم میں عربوں کو ہر سال دس ہزار اوقت ذبح کر کے کھلایا کرتا تھا اور دس ہزار طے پہناتا ، اور سمجھی اور شہد کا حلہ کھلانا اور ستوپلانا تھا ، کہتے ہیں کہ اس کا قول و فعل قوم میں شریعت کی طرح قابل اتباع تھا ، اس کی عظمت جوان میں تھی اور سرمایہ داری کے باعث اور جو وہ ان پر عنایات کرتا تھا ۔ ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے بعض الہی علم نے بیان کیا کہ عمرو بن لحی کسی اپنی غرض کے لئے ایک بار مکہ سے شام گیا ، پس جب وہ بلقاء کے شہر میں آیا جو عمالق کے زیر گنگیں تھا جو اولاد عمالق اور کہا گیا ہے کہ علیین بن لاوذ بن سام بن نوح میں سے تھے ، اس نے ان کو توں کی عبادت کرتے دیکھا تو ان سے پوچھا نیہ بت جن کی تم پوچھا کرتے ہو ان میں کیا فائدہ ہے ؟ انہوں نے اس سے کہا کہ یہ بت جن کی ہم پوچھا کرتے ہیں ، پس ان سے ہم بارش طلب کرتے ہیں تو یہ ہمیں بارش دیتے ہیں ، ان سے ہم فتح مانگتے ہیں تو یہ ہمیں فتح

العرب فيبعدوه؟، فاعطوه صنماً يقال سے ہکنار کرتے ہیں، لیکن اس نے ان سے  
 کہا: تم مجھے بھی کوئی بست دے دو، میں اس کو  
 سرزین عرب میں لے جاؤں گا، لیکن وہ بھی  
 اس کی عبادت کریں گے، تو انہوں نے اس کو  
 بھی ایک بست دے دیا، جس کو "هبل" کہتے  
 تھے۔ لیکن وہ اس کو کہ لا یا اور اس کو نصب کر دیا  
 اور لوگوں کو اس کی عبادت اور تعظیم کا حکم دیا۔  
 ابن اسحاق نے کہا اور ان کا خیال ہے کہ می  
 اسماعیل میں سب سے پہلے بنت پرستی کی  
 ابتداء یوں ہوئی کہ مکہ کرہ سے جب کوئی  
 آدمی سفر پڑا تو احرام حرم کی وجہ سے حرم کا  
 کوئی پتھر اپنے ساتھ لے جاتا اور جہاں کہیں  
 وہ نہیں رتا تو کعبہ کی طرح اُس کا طواف کرتا حتیٰ  
 کہ آہستہ آہستہ وہ ہر غمہ پتھر کی پوچھا کرنے  
 لگے اور اصل حقیقت کو بھول گئے۔ اور صحیح  
 بخاری میں البر جاء عطاردی سے روایت ہے  
 فرمایا کہ زمانہ جالمیت میں یہیں جب کوئی پتھر  
 نہ ملتا تو ہم مٹی کا ڈیم برنا کر اس پر بکری کا  
 دودھ دو دھنے اور اس کا طواف کرتے۔

له: هبل . فقدم به مکة فنصبه ، وأمر  
 الناس بعبادته وتعظيمه . قال ابن  
 إسحاق : ويزعمون أن أول ما كانت  
 عبادة الحجارة في نبي إسماعيل عليه  
 السلام ، انه كان لا يطعن من مكة  
 ظاعن منهم ، حين ضاقت عليهم  
 والتمسوا الفسح في البلاد ، إلا حمل  
 معه حجرًا من حجارة الحرم ، تعظيماً  
 للحرم ، فحيثما نزلوا وضعوه ، فطالوا  
 به كطوا اليهم بالكعبة ، حتى سلخ  
 ذلك بهم إلى أن كانوا يبعدون ما  
 استحسنوا من الحجارة وأعجبهم ،  
 حتى خلفت الغلوف ونسوا ما كانوا  
 عليه . وفي الصحيح وفي نسخة  
 [صحيح البخاري] ، عن أبي رجاء  
 المطاردي ، قال : كان في الجاهلية إذا  
 لم نجد حجراً ، جمعنا حشبة من  
 التراب ، وجتنا بالشاة فحلبناهم عليه

نہ طفنا بھا۔ (۱)

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا عمارت سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

نبر (۱)

سب سے پہلے حجاز مقدس میں بت پرستی کا لوگوں کو حکم دینے والا عمر بن الحنفی تھا اور اس نے یہ بت پرستی ملائکی سلطنت میں سے ایک شہر "بلقاء" کے باشندوں سے مرغوب ہو کر شروع کروائی تھی۔

آولًا: یہ عمر بن الحنفی کون تھا؟

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا عمارت کے مطابق یہ ایک مالدار آدمی تھا جس کا حکم اپنی قوم میں اس لئے نہیں کر دے ایک نیک سیرت تھا بلکہ وہ تو ایک بد کردار اور بر اپلکھ جہنمی انسان تھا (جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث اس پر شاہد ہیں) اس کی دولت وجاه اور ان پر نوازشات کی وجہ سے شریعت کی طرح تسلیم کیا جاتا تھا اور اس نے ضمن پرستی کو "بلقاء" میں دیکھا تو اس سے مرغوب ہو کر اپنے ساتھ وہاں سے بت لایا اور اس کی پرستش کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔

اس بت پرستی کی ابتداء میں نہ تو کسی صالح و نیک کی صلاح و بزرگی کو مل دل تھا اور نہ یہ ان لوگوں کے سامنے اس مجسم کا کوئی انسانی کردار تھا بلکہ اس کی پوچائیں صرف ایک مالدار کے حکم کی محیل تھی جس کی وجہ سے وہ اس بت کی عبادت کرتے تھے۔

لہذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حجاز مقدس میں بت پرستی کی ابتداء کا باعث نہ تو کسی بزرگ و نیک انسان کی بزرگی کا فرمائی اور نہ یہ کسی قبر والے کی تقطیم و احترام اس کا باعث تھا۔

(۱) (البداية والنهاية ۱/ ۵۸۳، ۵۸۴، وفى نسخة ۲/ ۸۱، والمسرة النبوية ۱/ ۶۰، ۶۱).

ثانیا:

عمرو بن الحبیب جو بن لایا تھا وہ "ہبل" تھا جیسا کہ حافظ ابن کثیر کی عبارت میں موجود ہے اب ہمیں اس بات کی سمجھو کر فی چاہئے کہ جس علاقے سے یہ بت لا گیا تھا اس علاقے میں اس بت کے بارے میں لایا کہانی موجود تھی جب ہم اس کو خلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو حقیقت عیاں ہو گئے گی کہ مکہ کرمہ میں جس بت کی سب سے پہلے پوجا کی گئی اس کی حقیقت کیا تھی کیا وہ کسی نیک و صالح انسان کا مجرس تھا یا اس کی حقیقت کچھ اور تھی؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:-

﴿قَالَ إِلَيْهِ إِلَيَّا إِنَّ الْمُرْسَلِينَ إِذَا قَالُوا لِلنَّاسِ أَلَا تَشْكُونَ أَنَّا لَدُغُونَ بَعْلًا وَتَلَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ الْأَنْبَيْكُمُ الْأَزْلَيْنَ﴾ (۱) اور بے شک الیاس تنبیہوں سے ہے جب اس نے قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں کیا جعل پوچھتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی حضرت الیاس علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کیا ہے علماء محدث اسلامیہ میں ان کے بارے میں وہ قول پائے جاتے ہیں ایک گروہ اس طرف گیا کہ یہی حضرت اور نبی علیہ السلام ہیں۔

جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تعلیقاً بیان کیا ہے کہ:-

عن ابن مسعود و ابن عباس ان الیاس حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ

(۱) (الصفت: ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۳، ۱۲۲)

هو اور میں [علیہ السلام] (۱) تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام ہی اور میں علیہ السلام ہیں۔

جب کہ دوسری جماعت کا میلان اس طرف ہے کہ حضرت اور میں علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام دو علیحدہ علیحدہ شخصیات کے نام ہیں۔

**الف:**

اگر پہلے قول کو تسلیم کیا جائے تو یہ بات واضح ہو گی کہ بت پرستی کی ابتداء حضرت اور میں علیہ السلام کی بخشش سے قبل شروع ہو چکی تھی۔ اگر دوسرے قول کو تسلیم کیا جائے تو یہ زمانہ عمرو بن الحنفی کے زمانے کے قریب کا بنتا ہے۔

**ب:**

مفتی حوشیع نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں لکھا کہ:

"بعل" کے لغوی معنی شہر اور مالک وغیرہ ہیں لیکن یہ اس بخشش کی تاریخ بہت قدیم ہے شام کے علاقے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اس کی پرستش ہوئی تھی اور یہ ان کا سب سے زیادہ مقبول دینا تھا۔ شام کا مشہور شہر "بعلک" بھی اسی کے نام سے موسم ہوا، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسی جاگہ کا مشہور نبیت "ہبل" بھی یہی "بعل" ہے۔ قصص القرآن ص ۲۸۲۔ (2)

"بعل" کے بارے میں سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "تاریخ ارض القرآن" میں لکھا کہ:

"ہمارے مضریں نے عکرمہ، مجاهد اور قادہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ "بعل" یعنی کی زبان

(۱) صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، ۱ / ۳۷۰

(2) (معارف القرآن ۷ / ۳۷۳)

میں "آقا" اور "مالک" کو کہتے ہیں اور یہ حضرت الیاس (علیہ السلام) کی قوم کا بات تھا اور اسی لئے عربی میں شوہر کو "بعل" کہتے ہیں، ہمارے مفسرین اور اہل لغت کا بیان بالکل صحیح ہے لیکن صرف اس تخصیص سے انکار ہے کہ "یہ صرف یمن کی زبان کا لفظ ہے" صحیح یہ ہے کہ یہ فقط تمام سامی زبانوں میں پایا جاتا ہے یہ بھی اپر معلوم ہو چکا کہ "بعل" صرف قوم الیاس (علیہ السلام) میں نہیں بلکہ مشرقی سامی قوموں میں پوچھا جاتا تھا "بعلک" ملک شام کا ایک قدیم شہر ہے جو اسی بعل دیوتا کی طرف متوجہ ہے رواۃ رسول میں ہے کہ یہ دیوتا سونے کا تھا جو وہ ہاتھ لبا تھا اور اس کے چار مند تھے۔۔۔۔۔ مستشرقین یورپ کی تحقیقیں کے مطابق "بعل" ستارہ زمل کا نام تھا جس کی دوسری ماںوس عربی مخل "هبل" ہے۔۔۔۔۔ (1)

مزید آگے جمل کر لکھا کہ:

"بعل" کی نسبت پر تحقیق گذر چکا ہے کہ یہ دیوتا شام کا معبود تھا قرآن مجید بھی اسی ضمن میں اس کا ذکر کرتا ہے "بعل" کے لغوی معنوی قوت کے ہیں، اسی سے مجاز آقا کے معنی اور اس کے بعد شوہر کے معنی میں یہ لفظ مستعمل ہوا، چنانچہ درسے معنی میں یہ لفظ قرآن میں بکثرت آیا ہے عرب کا مشہور دیوتا "هبل" جو قریش کا خدا نے اُغْمَتْ حَايٰ بعل کی تحریف ہے عبرانی میں ھکلہ تعریف ہے بعل کو وہ "بعل" کہتے تھے عمرہ بن الحنفی شام کے دیوتاؤں کو جب عرب لے کر چلا تو کہ مخفیتے مخفیتے "بعل" کی صورت "هبل" سے بدلتی ہے۔۔۔۔۔ (2)

علامہ سلیمان عدوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:  
"قیس جو عدالتی تباہ میں بہت برا بیله تھا شیری پوچھا تھا، قبیلہ کنا نے چاند کا پرستار تھا،

(1) (تاریخ ارض القرآن ۳۷۷، ۳۷۶)

(2) (تاریخ ارض القرآن ۳۱۹)

اسد کا قبیلہ عطارد کی پرستش کرتا تھا، تمیم ستارہ دبران پوجتے تھے، قریش اور ان کے دیگر ہم زب قبائل جس "ہمل" کو پوجتے تھے، ہمارے دمیم ملائے نافت تو کچھ نہیں بتاتے، مگر حقیقتاً موجودہ (کے مطابق) درحقیقت ستارہ زحل تھا۔ (۱)

پس معلوم ہوا کہ کرمودی صاحب کی حقیقت کے مطابق یہ "ہمسل" نامی بت جو کہ مکرہ میں سب سے بڑا بنت تھا یہ کسی انسان کا مجسم نہیں تھا بلکہ ایک ستارہ زحل کی سورتی تھی جس کو قدیم ستارہ پرستوں نے اپنے تخلیقات کے مطابق ستارہ زحل کی سورتی بنایا ہوا تھا۔

یعنی بات زیادہ صحیح بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ عمر بن الحنفی جہاں سے اس کو لایا تھا یہ وہ خطہ میں ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مسجوت ہوئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے جس میں انہوں نے چاند، سورج اور ستاروں کی پوچھائی سے پیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا ﴿هُنَّا قَوْمٌ إِنَّمَا يُرَيُّهُمْ مَعْنَاطُ شَرِيكٍ كُوْنٍ﴾ (۲) جیسا کہ یہ پھر ذکر ہو چکا۔

### ج:

عمرو بن الحنفی جہاں سے وہ بت لایا تھا وہ قریبہ "سلقاء" ہے جو کہ شام کے علاقہ میں واقع تھا اور ان دونوں ان علاقوں پر قوم عمالقہ کی حکومت تھی اور یہ لوگ عاملقہ کے اولاد میں سے تھے اور عاملقہ، اوذ کا بیٹا تھا اور اوذ، سام کا اور سام نوح علیہ السلام کا اور عاملقہ کوئی ابو اعلماً لیق کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن کثیر "السیرۃ النبویة" میں ابتداء لکھتے ہیں کہ:

قَبْلَ إِنْ جَمِيعِ الْعَرَبِ يَنْتَسِبُونَ إِلَى يَعْنِي كہا گیا ہے کہ تمام عرب حضرت اسماعیل  
إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بن ابراہیم علیہما السلام والخیر والاکرام کی

(۱) (تاریخ ارض القرآن ۳۸۲)

(۲) (سورۃ الانعام: ۷۸)

والتحية والا كرام والصحيح طرف منسوب ہیں، اور صحیح و مشہور یہ ہے کہ المشهور ان العرب العاربة قبل حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے عرب اسماعیل وقد قدمنا ان العرب العاربة عارب آباد تھے اور ان میں عاد، ثمود، طسم منہم عاد و ثمود و طسم و جدیس و جدیس، ایم، جرم، عمالقة اور دیگر اقوام تھیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کوئی ہے۔ ایم و جرم و العمالق و امم آخرین لا یعلمہم إِلَّا اللَّهُ (۱)

معلوم ہوا کہ قوم عمالقة حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دور سے پہلی کی تھی، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر عمرو بن حارث بن مخاض الا صفر کے دور تک مکہ کمرہ میں بت پرستی نہیں پائی جاتی تھی اس کے بعد جب بن خزاعة نے اپنے ہمراہوں کے ساتھ مل کر بوجرم سے بیت اللہ شریف کی تولیت چھین لی اور قابض ہو گئے تو اس کے بعد ان کے دور میں یہ کام شروع ہوا۔ اور بن خزاعة نے اپنے ہمراہوں سے مل کر مکہ کمرہ پر جب قبضہ کیا تھا اس وقت تک مکہ کمرہ کا والی عمر بن حارث بن مخاض تھا۔

جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ:

عن ابن اسحاق ان الذي اخرج يعني ابن اسحاق سے روایت ہے کہ بے شک  
قبيله جرم کو بیت اللہ سے نکالنے والے صرف  
بن خزاعة اکیلے نہیں تھے بلکہ ان کی گراہیوں پر  
نفرت کا اظہار کرنے والوں میں خزاعة اور  
کنانہ اور غوثان بھی تھے، پس وہ ان سے  
بن عبد منانہ بن کنانہ و بنو غوثان

(۱) (السیرة النبوية ۱/۳ و البداية والنهاية ۲/۳۳)

بن عبد عمر و بن بوی بن ملکان بن جنگ کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے، اور ان سے قتال کیا اور ان پر غالب ہوئے۔۔۔ ہم الصی بن حارثہ فاجتمعوا الحربہم عرو و اور کہا گیا ہے کہ عاصہ بن حارث بن والقلوا و غلهم ہنو بکر و ہتو غیشان مضاض اصر اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو جرہی تھے میں کی طرف نکل گئے اور ترک طلن سے پہلے انہوں نے مجر اسود اور کعبہ کے تمام اموال کو زمزم کے کنویں میں پھینک کر دفن کر دیا۔

..... و خزانۃ علی الہیت و نفوہم من مکہ ل الخرج عمر و قیل عاصہ بن الحارث بن مضاض الأصغر بمن معہ من جرمہم الی الیمن بعد ان دفن حجر الرکن و جمعیت موال کعبہ بزمزم (۱)

حافظ ابن کثیر نے "البداية والنهاية" میں "باب ذکر بنی اسماعیل" کے تحت جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ "عرو بن الحارث بن المضاض بن عرو و بن سعد بن الرقیب بن ہین بن مبت بن جرمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے نابت کا نام مضاض تھا اس کا بیٹا حارث تھا اور اس کا بیٹا عمر و تھا (2)

اس کا زمانہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد زیادہ دور کا نہیں بتا۔

لہذا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی بنو خزانہ نے کہ کمرہ پر قبضہ کر لیا تھا اور انہی کے دور میں بت پرستی کا آغاز ہو لہذا اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کے قریب ترین زمانہ میں عمالقات میں سے جو لوگ بلقاء و شام پر حکمران تھے۔

اور جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ اس دور میں شام وغیرہ کے علاقوں میں قریب ترین دور میں

(۱) (تاریخ ابن خلدون ۲/۶۸۶، ۶۸۷)

(۲) (البداية والنهاية ۲/۷۷)

کس نبی کی بعثت ہوئی تو ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ دوسرے ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت یوسف بن نون علیہ السلام مجموعت کیے گئے تھے یا اس کے قریب کا زمانہ ہے۔ اور اس میں تو شک نہیں کہ ان علاقوں میں فرعونوں اور جبارین کی حکومتیں قائم تھیں جو کہ اپنی عبادت کرواتے تھے، اور ان کے ساتھ ساتھ چاند سورج کے بھی پچاری تھے۔

لہذا زیادہ سے زیادہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اگر کسی انسان کا مجرسم بھی تو کسی فرعون و جبار کا مجرسم ہو گا، جس میں کوئی نیکی و صلاح نہیں یہ بات بھی فرض محال ہے یونکہ بقول سلیمان ندوی اس مجرسم کے چار منہ تھے۔

۵

ایک قول کے مطابق عرب بن الحمی کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے تھا اور یہ لوگ سبائے آئے تھے۔ جنی جب سدمارب کے نوٹھے کا ان کے کسی کاہن نے بتایا میں میں سے کسی نے خواب دیکھا تو وہاں سے دیا پر غیر کی طرف رخ کرنے والوں میں سے یہ لوگ تھے اور وہاں سے چلتے چلاتے حرم مکہ میں آئے اور یہاں آکر حرم سے قال کرنے کے بعد یہ مکہ کمرہ کے متولی بن گئے اور ان کے دور حکومت میں مکہ کمرہ میں بت پرستی کی لعنت شروع ہوئی اور اس بات پر نص موجود ہے کہ قوم ہا سورج کی پنجاری تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

﴿وَجَذَّهُمَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ﴾ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو بجدہ کرتے ہیں۔

من ذُؤْنَ اللَّهِ (۱)

اس سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو سورج وغیرہ کا پنجاری تھا۔ اور اسی خاندان کے کچھ لوگ شام میں بھی آکر آباد ہوئے تھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے

(۱) (سورۃ النمل : ۲۳)

انہی رشتہ داروں کے پاس شام میں گئی ہوا رانی سے یہ بت لے کر آیا ہو۔  
پس مذکورہ بالا دلائل کے ہوتے ہوئے اس بحث کو کسی انسان کا مجسر کہنا اور اس کو تعلیم کرنا کافی  
خائن پر پردہ ڈالنا اور ایک ایسی راہ اختیار کرنا ہے جس کا کوئی سراغ نہیں ملتا سوائے اس کے کر  
وہ ایک انسانی صورت کا مجسر تھا جبکہ بقول عدوی صاحب اس کی بھی عجیب صورت تھی کہ جس  
کے چار منہ بنائے گئے تھے، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمْ -

نمبر (2)

مکہ کرمہ کے باشندے جب کبھی سفر پر جاتے تو حرم کا ایک پھر اس کی تعظیم و احترام کی  
وجہ سے ساتھ لے جاتے، جس کے بعد وہ ہر پھر کی پوجا کرنے لگے اور پھر فوبت یہاں تک آگئی  
کہ اگر انہیں کوئی پھر نہ ملتا تو مٹی کا ڈھیر لگا کر اس پر بکری کا ڈودھ ڈوڈھ کر اسی کو اپنا محبود خیال  
کرنے لگے۔ اگر تعظیم و احترام ذریعہ شرک تھا تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو حرم مکہ کی تعظیم و احترام  
کو منع قرار دینا چاہئے تھا کہ لوگ حرم کے احترام کی وجہ سے پھر پرستی میں بخلاف ہو گئے تھے، جبکہ  
اس کے بعد اس اللہ تعالیٰ نے صفا و مروہ کو اپنی ثانیاں قرار دیا ہے، اور اپنی نشانوں کی تعظیم کرنے کو  
دولوں کا تقویٰ قریدیا ہے فرمایا:

**۶۷۰۱ ﴿۱﴾** وَمَنْ يُعَظِّمْ فَعَلَيْهِ اللَّهُ فِإِنَّهَا مِنْ اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ  
 تقویٰ الْفَلْوَبَ (۱) دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

پس اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تعلیماتِ خداوندی کے مطابق اللہ عزوجل کی کسی ثانی کی تعظیم  
 و احترام کرنا شوتا جائز و منوع ہے اور شوتی شرک و حرام۔

لہذا کسی کو یعنی حاصل نہیں کرو کہ کسی ایسے فعل کو ذریعہ شرک کہہ کر حرام و تاجائز قرار دے دے۔

(۱) سورۃ الحج : ۳۲

اہل عرب میں جہاں مذکور جمسموں کی پوجا ہوتی تھی وہیں اہل عرب موئٹ جسموں کی بھی عبادت کرتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِهِ إِلَّا إِنَّا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَنًا مُّرِبِّدًا لَعْنَةُ اللَّهِ وَقَالَ لَا تَخِدُنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيَّا مُفْرُوضًا وَلَا أَضْلُّنَّهُمْ وَلَا مُنْتَهُمْ وَلَا مُرْسَلُهُمْ فَلَيَعْلَمُنَّ أَذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مُرْسَلُهُمْ فَلَيَعْلَمُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَذَّدُ الشَّيْطَنُ وَلِئَلِّا مِنْ دُوْنِ اللَّهِ فَقَدْ حَبَرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا﴾ (۱)

یہ شرک لوگ اللہ کے سوانحیں پوجے مگر کچھ عورتوں کو اور نبیں پوجے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور بولا: قسم ہے، میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ تھبڑا یا ہوا حصہ لوں گا، قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزویں میں دلا دوں گا، اور ضرور انہیں کبوں گا کہ وہ چوپائیوں کے کان چیریں گے، اور ضرور انہیں کبوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدلتیں گے، اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دست ہتائے وہ صرخ خارے میں پڑا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ یہ شرکیں جن کی عبادت کرتے ہیں ان میں کچھ عورتیں ہیں اور کچھ سرکش شیطان ہیں عورتوں سے مراد یوں ہیں۔

جیسا کہ امام احمد بن حبل نے اپنی مند میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

(۱) (ب ۵، سورۃ النساء ۷۱۱۹)

**﴿إِنْ يُذَغُّونَ مِنْ ذُرْبِهِ إِلَّا إِنَّا هُمْ بِهِ عَوْرَتُونَ**      یعنی یہ شرک لوگ نہیں پوچھتے مگر کچھ عورتوں  
کو، یعنی شرکیں ہربت کے ساتھ ایکھیوی  
کی پوچا بھی کرتے تھے۔  
**كُل صنم جنبة (۱)**

اور وہ دیوبیاں انہوں نے اپنے زعم باطل کے تحت فرشتوں کی سورتیاں بنائی ہوئی تھی اور ان کے  
بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اور بعض نے جنوں کی مؤنث صورتوں  
کی سورتیاں بنا کی تھیں اور ان کے بارے میں ان کا خیال باطل یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار  
ہیں اور یہ سب غلط قسم کی بتائیں ان کو شیطان نے سکھائی تھیں۔

فاضی شوکانی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

**﴿إِنْ يُذَغُّونَ مِنْ ذُرْبِهِ إِلَّا إِنَّا هُمْ أَيْ:**      یعنی یہ شرک لوگ نہیں پوچھتے مگر کچھ عورتوں  
کو، یعنی وہ اللہ کے علاوہ ایسے ہتوں کی پوچھا  
کرتے تھے جن کے نام لات، عزی اور  
منات کی طرح مؤنث تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا  
ہے کہ ”اتاث“ سے مراد ہے اسکی سورتی جس  
میں روح نہ ہو جیسے لکڑی اور پتھر کی، اور کہا گیا  
ہے ”اتاث“ سے مراد فرشتے ہیں ان کے قول  
کے مطابق کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں  
ہیں۔۔۔۔ اور عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن  
منذر نے ابوالمالک سے اس کے کے بارے  
وقیل المراد بالاناث الموات التي لا  
اسماء مؤنثة كاللات والعزى و مناة؛  
روح لها كالخشبة والحجر؛ وقيل:  
المراد بالاناث الملائكة لقولهم:  
الملائكة بinas الله ..... و اخرج  
عبد بن حميد و ابن جرير و ابن المنذر  
عن أبي مالك ففي قوله: ﴿إِنْ يُذَغُّونَ  
مِنْ ذُرْبِهِ إِلَّا إِنَّا هُمْ

(1) آخر جهہ احمد فی مسندہ ۵/۱۳۵ (۲۱۲۶۹) و قال شعب الارثروط : (مسنده حسن)

ومناہ کلہامؤنثہ . وآخرج عبد الله میں بیان کیا کہ ﴿إِنَّ يُذْغُونَ مِنْ ذُرْبِهِ إِلَّا  
 بن احمد فی زوال المنسد و ابن إِنَّاثَاتِهِ فرمایا کہ لات، عزی اور منات تمام  
 المندروابن أبي حاتم والضباء فی  
 مؤنث ہیں ، اور عبد اللہ بن احمد نے زوالہ  
 المختارہ عن أبي بن كعب فی الآية  
 مسند میں اور ابن منذر، ابن أبي حاتم اور ضباء  
 قال : مع کل صنم جنیہ . وآخرج ابن  
 نے مختارہ میں حضرت ابن کعب رضی اللہ  
 جریر وابن المندروابن أبي حاتم عن  
 تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی کہ ہر مذکور بت  
 کے ساتھ ایک دیوی کی بھی پوچھا کرتے تھے ،  
 ابن عباس ﴿إِنَّ يُذْغُونَ مِنْ ذُرْبِهِ إِلَّا  
 اور ابن جریر، ابن منذر اور ابن أبي حاتم نے  
 إِنَّاثَاتِهِ﴾ قال : موقی . وآخرج مثلہ عبد  
 حضیر اور ابن جریر عن قنادة  
 بن حمید وابن جریر عن قنادة  
 وآخرج سعید بن منصور وابن جریر  
 وابن المندرو عن الحسن قال : کان  
 لکل حی من احیاء العرب صنم  
 بعدهونها اسمونها آنشی بنی فلاں  
 فائز اللہ : ﴿إِنَّ يُذْغُونَ مِنْ ذُرْبِهِ إِلَّا  
 حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن أبي حاتم نے  
 مسحیہ ایک دیوی کی بھی پوچھا کرتے تھے ، اور سعید بن  
 حمید، ابن جریر نے قادہ سے ، اور سعید بن  
 منصور، ابن جریر اور ابن منذر نے صن سے  
 بیان کیا فرمایا ، کہ عرب کے تمام قبیلوں کے  
 حاتم عن الضحاک قال المشرکون  
 بت تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور وہ  
 ان الملائکہ بنات اللہ ، وإنما نعبدهم  
 ان کو "أَنْثَى" نی فلان کہتے تھے، پس اللہ  
 لیقربونا إلى اللہ زلفی ، قال :  
 تعالیٰ نے تازل کی ﴿إِنَّ يُذْغُونَ مِنْ ذُرْبِهِ إِلَّا  
 اخذوهن أربابا وصوروهن صور

**الجواري لحلوا وللدوا و قالوا :** إِلَّا إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ بِمَا يَعْلَمُ  
 مَحَاكَ سے بیان کیا فرمایا کہ مشرک کہتے  
 تھے کہ یہ شک ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں  
 ہیں اور ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں  
 کہ ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہو جائے فرمایا:  
 انہوں نے ان کو رب بنا لیا تھا اور ان کی  
 عورتوں کی شل مورتیاں بنائیں تھیں۔۔۔ اور  
 وہ کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیوں کے مشابہ  
 ہیں جس کی ہم عبادت کرتے ہیں یعنی ملائکہ۔  
 حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ذکور ہے بالآخر مبارکہ کے تحت شکرانی کی طرح چند پہلے  
 اتوال نقل کرنے کے بعد محاک کے قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْفَسِيرُ شَيْءٌ بِقَوْلِهِ تَعَالَى  
 اُوْرَيْتُ نَسِيرَ اللَّهِ تَعَالَى كَإِرشادٍ " کیا تم نے  
 دیکھا لات، عزی اور تسری منات کو، کیا تم کو  
 بیٹا اور اس کو بیٹی، جب تو یہ سخت بھوٹی  
 (غلط) تقسیم ہے، وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم  
 نے اور تھا رے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں،  
 اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتنا ری " کے شل  
 ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان " اور انہوں نے  
 رالنجم : ۱۹ [ ۲۳ ] و قال تعالى :

(۱) (تفسیر فتح القدير ۱/ ۶۷۵ و ۶۷۶)

﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادٌ  
 الرَّحْمَنِ إِنَّا أَشْهَدُهُمْ بِخَلْقِهِمْ شَكِيرٌ  
 شَهِيدٌ لَهُمْ وَتَسْتَلُونَ﴾ [الزخرف : ۱۹]  
 وقال تعالى : ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ  
 وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمْتَ الْجِنَّةَ  
 إِنَّهُمْ لَمُخْضَرُوْنَ . سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا  
 يَصْفُونَ﴾ [الصفات : ۱۵۸، ۱۵۹]  
 وقال علي بن أبي طلحة والضحاك ،  
 عن ابن عباس : ﴿إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ ذُوْنِهِ  
 إِلَّا إِنَّا﴾ قال يعني موته . وقال  
 مبارك يعني ابن فضالة عن الحسن  
 ﴿إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ ذُوْنِهِ إِلَّا إِنَّا﴾ ، قال  
 الحسن : الاناث كل شيء ميت ليس  
 فيه روح ، إما خيبة يابسة وإما حجر  
 يابس ورواه ابن أبي حاتم وابن جرير  
 وهو غريب . قوله : ﴿وَإِنَّ يَدْعُونَ  
 إِلَّا ذِيْطَنَا مُرِيْنَدَا﴾ اي : هو الذي  
 أمرهم بذلك وحنته لهم وزنه ،  
 وهم إنما يبعدون إيمانهم في نفس

ہی ان کو حکم : بکہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی پیشیاں تراو دیں اور اسی نے ان کے سامنے اس کو مزین کر کے پیش کیا، اس لئے حقیقت میں وہ اسی شیطان کو پہ جتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اے اولاً و آدم ! کیا میں نے تم سے عبد نہیں لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوچنا پہلک وہ تمہارا مکلا دشیں ہے ،“ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ قیامت کے روز وہ ان مشرکین کے بارے میں کہیں گہ جوان کی عبادت کرتے تھے کہ بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر ان پر ایمان رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان اور محولہ تقاضی کی عبارات سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مشرکین عرب جن کی پوچھا کرتے تھے وہ چند عورتیں یعنی عورتوں کی ٹھلل کے بھے یا دیوبیان تھیں اور شیاطین تھے۔ عورتوں کی ٹھلل کے بھے یا تو فرشتوں کی صورت پر بنائی ہوئی ان کے خیال کے مطابق دیوبیان تھیں، جن کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیشیاں ہیں یا پھر جنات میں سے موتیات کی صورتوں کی دیوبیان تھیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عام طور پر خبیث حرم کی چیزیں مختلف اشیاء میں داخل ہو کر کلام کرتی تھیں اور وہ ان اشیاء میں ان کے

(۱) (تفسیر القرآن العظیم ۸۲۱ / ۱)

کلام کرنے کی وجہ سے ان اشیاء سے مرعوب ہو جاتے اور ان کے سامنے اپنی پیشانیاں جھکادیتے اور انہیں ہی اپنا معبود خیال کرنے لگتے۔

اور دوسرا قسم میں شیاطین مختلف بھروسوں اور اشیاء میں سے کلام کرتے اور ان کے کلام سے وہ لوگ گمراہ ہو کر ان کو اپنا معبود خیال کرنے لگتے تھے اور جب وہ لوگ اپنے کوئی معاملات لے کر ان کے پاس آتے تو بعض اوقات وہ شیاطین ان بھروسوں میں سے ان سے کلام کرتے اور وہ سمجھتے کہ یہ ہمارے معبود کا فیصلہ و حکم ہے اور تعلیماتِ اسلامیہ میں اس پر کتنی دلائل موجود ہیں جو کہ تعلیماتِ اسلامیہ سے واقفیت رکھنے والے کسی انسان سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔

جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"قلت : فالظاهر أن المراد بالجحث يعني میں کہتا ہوں کہ بظاہر بیہاں جبٹ سے ههنا الأولان اذا لا خير فيها أصلاً مراد بہت ہیں جن کے اندر کوئی خیر نہیں ہوتی، وبالطاغوت شياطين الأولان و كان او ر طاغوت سے مراد بتوں کے شیطان ہیں، لکل صنم شیطان يعبر عنه فيفتر به اور ہربت کا ایک شیطان ہوتا تھا جو اس کے اندر سے بولتا اور اس سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا تھا الناس . (۱)"

حافظ ابن کثیر نے "البداية والنتهاية" میں امام خراطی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس کو محمد بن اسحاق نے ایک انصاری شیخ جس کو عبد اللہ بن محمود کہا جاتا تھا جو کہ آل محمد بن مسلم سے تھا سے روایت کیا کہ اس نے کہا:

بلغني ان رجالا من خصم كانوا يعني مجھے خصم قبيلہ کے ایک آدمی سے یہ بات يقولون : إن مما دعانا إلى الإسلام أنا پتھی وہ کہتے تھے کہ بے شک ہمارے اسلام

(۱) تفسیر المظہری ۵۷/۲ سورۃ النساء: ۵۱

کنا قوماً بعد الأولان ، فلینا نحن  
 قول کرنے کا سب یہ ہا کہ تم ہوں کی پوچھا  
 ذات یوم عند وفن لنا ، إذا أقبل نفر  
 کرنے والی ایک قوم تھی میں ایک دن ہم اپنے  
 یتھاضون إلیه ، برجون الفرج من  
 ایک بت کے پاس جمع تھے کہ ایک گروہ اس کے  
 عنده لشی شجر یعنیهم ، إذ هتف بهم  
 پاس اپنا کوئی معاملہ لے کر آیا۔۔۔۔۔ جب  
 اس بت سے ایک نجی آواز آئی پس وہ کہہ رہا  
 هالف من الصنم ، لجعل يقول :  
 تھا۔

بـاـيـهـاـ النـاسـ ذـوـواـ الـأـجـامـ  
 مـنـ بـيـنـ أـدـيـاخـ إـلـىـ غـلامـ  
 مـاـنـسـ وـطـائـشـ الـأـحـلـامـ  
 وـسـنـدـ الـحـكـمـ إـلـىـ الـأـصـنـامـ  
 أـكـلـكـمـ فـىـ حـيـرـةـ النـيـامـ  
 أـمـ لـاتـرـونـ مـاـ أـرـىـ أـمـامـىـ  
 مـنـ سـاطـعـ بـجـلـودـ جـىـ الـظـلـامـ  
 قـدـ لـاحـ لـلنـاظـرـ مـنـ تـهـامـ  
 ذـاكـ نـبـىـ سـيدـ الـأـنـامـ  
 قـدـ جـاءـ بـعـدـ الـكـفـرـ بـالـإـسـلامـ  
 أـكـرـمـ الرـحـمـنـ مـنـ إـمـامـ  
 وـمـنـ رـسـولـ صـادـقـ الـكـلامـ  
 أـعـدـ ذـيـ حـكـمـ مـنـ الـأـحـكـامـ

يأمر بالصلوة والمعام  
 والبر والصلوات للأرحام  
 ويزجر الناس عن الآثام  
 والرجس والأوثان والحرام  
 من هاشم في ذروة الشام

### مستعلماً في البلدة الحرام

اے خونمند، بوڑھے اور نوجوان لوگو! تم اور کم عقل لوگ برابر ہو کر اپنے مقدمات کو  
 بتوں کے پاس لاتے ہو، کیا تم سب حیرت زدہ سوئے ہوئے ہو؟ یا تم نہیں دیکھتے جو سانے ہے  
 تہامہ کی سرز میں سے ظاہر ہونے والی روشنی جو تاریکیوں کو منور کر رہی ہے، اور دیکھنے والے کے  
 لئے واضح ہے یہ نبی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کفر کے بعد اسلام کا پیغام لائے ہیں، رحمٰن نے اس امام  
 اور پچ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عکریم بخشی ہے، تمام احکام میں وہ انصاف پرور ہے، نماز اور روزے کا حکم  
 دیتا ہے، نیکی اور صدر حجی کا بھی، اور لوگوں کو گناہوں سے زجر و توعیج کرتا ہے پلیدی، بتوں اور  
 حرام سے روکتا ہے، وہ بنو هاشم میں عالی مرتبہ ہے، مکہ مردم میں حق بات اعلانیہ کرتا ہے۔  
 قال : فلما سمعنا ذالک تفرقنا عنه، فرمایا پس یہ اشعار سن کر ہم وہاں سے ٹپے اور  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عزم سر باندھا تو  
 اسلام قبول کیا۔

مذکورہ بالروایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ بتوں کے پاس اپنے مقدمات لاتے اور

(۱) (آخر جه ابو نعیم فی الدلالل ۱/۱۲۶، وابن عساکر فی تاریخ مدینۃ دمشق ۳/۲۳۲ باب فی هولف الجان، والسرة النبویة)  
 وذکرہ این کثیر فی البداۃ والنهاۃ ۲/۲۳۲)

ان سے فیصلہ کر داتے تھے میں جب تک رسول اللہ ﷺ میتوں میں ہوئے تھے اُس وقت تک شیائیں و جات ان بھروسیں اور اشیاء میں سے گراہ کن کلام کرتے رہے جس کی وجہ سے وہ لوگ ان کی مبارکت پڑتے رہے اور ان کو محبود خیال کرتے ہوئے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے رہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ میتوں میں ہوئے تھے اُس وقت تک اسلام قول کر چکے وہ انہی بھروسیں اور اشیاء میں کلام کر کے ان لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے تھے جیسا کہ اس بارے میں بھی کئی روایات تعلیمات اسلامیہ میں موجود ہیں اور اکثر آئندہ علماء سیرت نے اپنی اپنی کتابوں میں ایسے بواب قائم کئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال ما سمعت عمر لشی قط يقول فرمایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی شے کے بارے میں یہ کہتے نہیں سنا کہ یعنی لاظنه کہدا إلا کان كما يظن میرا خیال ایسا ہے مگر جیسے وہ خیال کرتے تھے یعنیہما عمر جالس إذ مر به رجل جمیل فقال لقد أخطأ ظنني أو إن هذا ہوا حاتم ، آنہ کا ذکر ہے ۲۷۷۳ پہ بیٹھے علی دینہ فی الجاهلیة او لقد کان کاہنہم على الرجل فدعی له فقال له ذلك فقال ما رأيت كالليوم استقبل به رجل مسلم قال فاني أعلم عليك إلا ما أخبرتني قال كثت کاہنہم فی تھا، اس کو میرے پاس لاؤ۔ پس اس کو بلا یا گیا تو اس سے آپ نے لیکی کہا۔ اس نے کہا: میں الجاهلیة قال فما أعجب ما جاءتك

بے جنتیک قال بینہما أنا یوما فی  
السوق جاءه تنسی اعرف فیها الفزع  
فقالت ألم ترالجن و ابلاسها و  
یاسها من بعد انکاسها و لحوتها  
بالقلاص و احلاسها قال عمر صدق  
بینہما أنا عند آلهتهم إذ جاءه رجل  
بعجل الذبحه فصرخ به صارخ لم  
اسمع صارخا قط أشد صوتانه  
يقول يا جلیح امر نجیح رجل فصیح  
يقول لا إله إلا أنت فوثب القوم قلت  
لا ابرح حتى أعلم ما وراء هذان  
نادی يا جلیح امر نجیح رجل فصیح  
يقول: لا إله إلا أنت فقامت فما نشينا  
عن قیل هذانی (۱)

نے آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا کہ مسلمان  
سے ایسی باتیں کی گئی ہوں۔ حضرت عمر  
فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں  
تجھے تم دیتا ہوں کہ مجھے ضرور خبر دو اس نے کہا  
کہ میں زمانہ جاہلیت میں کامن قا خضرت عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ تیرے  
جن نے جو باتیں تجھے بتائیں میں ان میں  
عجیب ترین بات کون ہی ہے؟ اس نے کہا کہ  
ایک دن میں بازار میں تھا کہ میراجن میرے  
پاس آیا اور اس نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا  
کہ جن سخت غلکشن اور حریث زدہ ہیں فرط غم  
سے اوندے پڑھے ہیں اور انتہائی مالیوں  
ہیں، اور وہ اوشیوں کے پالاؤں کے پاس جا  
پہنچے ہیں (یعنی نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے  
بعد)۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا  
کہ اس نے حق کہا ہے۔ ایک مرتبہ میں  
شرکوں کے بتوں کے پاس سورہ تھا کہ ایک

(۱) (آخرجه البخاري في الصحيح جزء ۵ / ۳۸۶۶) و ابن بشکوال في الغواص  
الاسماء المهمة ۲ / ۷۲۱، و ابن عساکر في تاريخ مدينة دمشق ۱۰۷ / ۳۳

آدمی پھر اے کر آیا اور اس نے اس کو ذمہ  
کیا، پھر ایک چینے والا خت چینا، میں نے کسی  
چینے والے کی آواز اس سے سخت نہیں سنی، وہ  
کہہ رہا تھا: اے دشمن! امر واضح ہے ایک فتح  
آدمی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبور  
برحق نہیں، تو لوگ اچھل کر دوڑ پڑے۔ میں  
نے کہا: میں تو سیہیں رہوں گا حتیٰ کہ اس کے  
پس پر دو چکو جانوں گا۔ پھر اس نے آواز دی:  
اے دشمن! احتمالہ واضح ہے آدمی فتح ہے، وہ  
کہتا ہے لا إلہ إلّا اللّهُ، میں اللّھ کھرا  
ہوا، میں زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ کہا گیا کہ یہ  
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے۔

ذکرورہ بالا روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بعض انسان جو کہ کاہن تھے ان  
کے پاس جات آتے تھے اور ان کو جھوٹی و پچی خبریں دیتے تھے اور ان میں سے کئی اپنی کمائی کا  
ذریعہ سمجھتے ہوئے ان جات کی باقتوں میں بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں کو بتاتے اور وہ  
لوگوں کو راہ حق سے بہانے کا باعث بننے ہوئے تھے۔

ہر قبیلہ کا ایک کاہن ہوتا تھا جس کے پاس شیاطین آتے اور اس کو جھوٹ و دفع بتاتے اور ان کے  
کہنے پر وہ لوگوں کو گراہی و مظلالت کی طرف بلاتا تھا۔  
جبیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حسید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿أَلَمْ تَرِ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نِصْيَانَ كِتَابٍ كیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک  
الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْرِ وَالْطَّاغُوتِ حصلہ، ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر،  
وَنَفُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّا لِهُنَّا اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے  
مِنَ الَّذِينَ آتُوا سِبْلًا﴾ (۱) زیادہ راہ پر ہیں۔  
حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴿الْجِبْرِ وَالْطَّاغُوتِ﴾ کا معنی بیان کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں: ﴿الْجِبْرِ﴾ السحر و ﴿الْطَّاغُوتِ﴾ الشیطان۔ (2)  
یعنی "جبت" سے مراد جادو اور "طاغوت" سے مراد شیطان ہے۔  
ایسے ہی مجاہد، فضیل، ابن زید وغیرہم کا بھی یہی قول ہے (3)  
حضرت چابر بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ:  
”وَسْلُلْ عَنِ الطَّوَّاغِيْتِ الَّتِي كَانُوا“ یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طواغیت

(۱) (سورة النساء : ۵۱)

(2) (ذکرہ البخاری فی الصحيح جزء ۲۵/۶: فی التفسیر بباب: وَإِنْ كُنْتُم مَرْضِی أَوْ عَلَیْ سَفَر...الخ و الطبری فی تفسیرہ ۱۳۲/۳ سورۃ النساء : ۵۱، والمجاہد فی تفسیرہ ۱/۱۲۱، وسعید بن منصور ۲۰۸/۲۵۲۲، وابو القاسم البغوي كما ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ ۳۱۶/۱ سورۃ البقرة : ۲۵۲، والفریابی وعبد بن حمید وابن الصندو وابن ابی حاتم ورسنۃ فی الإیمان كما ذکرہ السیوطی فی الدر المنشور ۲/۵۲۳ و الشوکانی فی تفسیرہ ۳۹۱/۱ سورۃ النساء : ۵۱، والقرطبی فی تفسیرہ ۵/۲۳۸ سورۃ النساء : ۵۱، و محمد بن عبد الوہاب النجاشی فی كتاب التوحید (۲۱۸)

(3) (آخر جھے المجاہد فی تفسیرہ ۱/۱۱۱، والطبری فی تفسیرہ ۳/۱۳۳ و عبد بن حمید كما ذکرہ السیوطی فی الدر المنشور ۲/۵۲۳ سورۃ النساء : ۵۱)

**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ** جن کے پاس وہ لوگ اپنے فیصلے لاتے تھے  
کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جہینہ قبیلہ کا ایک، اور بنو  
آلہم قبیلہ کا ایک، بلکہ ہر قبیلہ کا ایک کا ہن ہوتا  
ہے جن کے پاس شیطان آتا تھا۔  
**الشیطان . (۱)**

حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال میں اصلاً کوئی  
تعارض نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں ہر وہ چیز طاغوت ہے جس کو اللہ کے علاوہ معبد بنالیا جائے یا  
جس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے۔

جیسا کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:  
لیتی جست اور طاغوت دونوں کا معنی ہے کہ ہر  
ہما کل معبد من دون اللہ او مطاع  
وہ (چیز) جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی  
جائے یا جس کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں  
اطاعت کی جائے اور یہ بہت اچھا مفہومی ہے۔

پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو شیطان اس لئے قرار دیا کہ ہر برائی  
و معصیت کا حکم، یعنی والا حقیقت میں شیطان ہی ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ نے اس زمان میں اس کی حالت کو بیان فرمایا ہے کہ کافر ہوں کے یا س شیطان جن حاضر

(۱) (ذکرہ البخاری فی التصحیح جزء ۲۵/۶ فی التفسیر باب و ان کتم مرضی او على  
سفر ... و الطبری فی تفسیرہ ۳۰/۳ سورۃ البقرۃ: ۲۵۶)

(۲) (تفسیر قرطبی ۵/۲۲۸ سورۃ النساء: ۵۱، رفتح القدير للشوکانی ۱/۳۹۰ سورۃ  
النساء ، والبغوي ۱/۲۳۳)

ہوتے اور ان کو کچھ خبریں دیتے اور وہ لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتے کہ شیطانوں کی دی ہوئی خبروں میں اپنی طرف سے بہت کچھ ملا تے اور لوگوں کو غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے اور اسی پر لگے رہنے کی تلقین کرتے اور انہیں کہتے کہ تم لوگ راہ حق پر ہو۔

جیسا کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ اور اس کے شانِ نزول سے یہ بات واضح ہے کہ وہ اس حقیقت سے تو آگاہ تھے کہ کفار و مشرکین گمراہ اور راہ حق سے بہت سی دور ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ان کو کہتے کہ تم مسلمانوں سے زیادہ بہتر راستے پر ہو اور تم یعنی حق پر ہو۔

اسی طرح ان یہودیوں کے علاوہ بھی وہ کہا ہے کہ ان لوگ جو بتوں کے پاس ہوتے تھے جب شیطان ان بتوں میں آکر ان سے کلام کرتے تو وہ اس میں بہت کچھ اپنی طرف سے ملا تے اور لوگوں کو بتوں کی پوجا پر لگاتے اور گمراہ کرتے۔

جیسا کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نِصِيبَهَا مِنْ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْرِيْتِ وَالْطَّاغُوتِ﴾ (الْجِبْرِيْتُ) لسمیت اور (الْطَّاغُوتُ)  
کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ، ایمان لاتے ہیں جب اور طاغوت پر اور (الْجِبْرِيْتُ) لسمیت اور (الْطَّاغُوتُ)  
سے مراد وہ جو بتوں کے پاس ہوتے اور وہ جھوٹ کو اسی سے تعبیر کرتے ہا کہ لوگوں کو (الْطَّاغُوتُ)  
الاصنام یعنی کذب لیضلوا  
گمراہ کریں۔  
الناس۔ (۱)

(۱) (آخر جه الطبری فی تفسیره ۱۳۲/۳، سورۃ النساء: ۵۱، وابن أبي حاتم کمالی فتح القدیر للشوکانی سورۃ النساء: ۵۵، والدر المثور للسيوطی ۶۳/۲ سورۃ النساء: ۵۱، وروح المعانی للآلوسی البخاری ۵۶/۵ سورۃ النساء)،

اولاً:

مذکور بالا مبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شرکیں عرب نے جن بتوں کو اپنا معبود بنارکھا تھا ان میں کوئی ایک بھی اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندے کا مجسم نہیں تھا کہ اس کی پرستش اس وجہ سے کی جاتی ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہے لہذا ہم اس کی عبادت اس لئے کر رہے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دے گا سوائے اس کے کہ کچھ لوگوں نے فرشتوں کے بجائے اپنے خیالات بالظہ کی وجہ سے مورتوں کی محل و صورت پر بنارکھے تھے اور ان کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے نہیں تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک و مقرب بندے ہیں بلکہ یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیشیاں ہیں اور انہی بعض لوگوں نے جنتات کے بھروسوں کو معبود بنارکھا تھا جن کے بارے میں ان کے عقائد یہ تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار ہیں، اور اسی طرح عرب کے ان خطوں میں جہاں یہود و نصاریٰ رہتے تھے انہوں نے جو حضرت عزیز اور عصیٰ و مریم علیہم السلام وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں شرکیہ نہ بھرا یا ہوا تھا، ان کے عقائد میں بھی ان کے بارے میں یہ تصور (concept) نہیں تھا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں بلکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور جو ہی ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے (نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الظَّالِمِ)۔

ثانیاً:

عرب میں بت پرستی کی بہت زیادہ وجہ سماں تھیں کہ شیاطین جنتات و چیلیں مختلف طریقوں سے ان لوگوں کو گمراہ کرتے جن کے گمراہ کرنے سے وہ لوگ بت پرستی پڑنے ہوئے تھے اور بعض لوگوں کی بتوں کی پوجا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کافیں جوتے ان کے پاس شیطان تم کے جنتات آتے جن سے وہ لوگ خبریں معلوم کرتے تو وہ ان کو جھوٹ و حق ملا کر بتاتے اور ان کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کر کے بت پرستی پر لگاتے تھے اور وہ کافیں ان سے خبریں حاصل کرنے

کی وجہ سے ان نے کہنے پر لوگوں کو بت پرستی کی طرف بلاتے اور لوگ بتوں کی پوچھا کرتے تھے۔ اس بارے میں امام ابوالولید ازرقی رحمۃ اللہ علیہ نے کلبی کے حوالہ سے اخبار کہ میں ”لات“ اور ”عزی“ کے سلطنت کھا کر

”وَكَانَ أُولُّ مِنْ دُعَا إِلَيْهِ عِبَادُهَا لِيُنْهِي وَهُجُّهُ نَمَّنَ سَبَ سَبَّلَهُ إِنَّ كَيْمَانَ  
 عَمَّرُو بْنَ رَبِيعَةَ وَالْحَارِثَ بْنَ كَعْبٍ عِبَادَتَ كَيْمَانَ طَرْفَ بَلَى يَا وَهُجُّهُ نَمَّنَ رَبِيعَةَ اُورَ  
 حَارِثَ بْنَ كَعْبٍ تَحْتَهُ ..... وَكَانَتِ الْلَّاتُ وَالْعَزِيزُ وَمَنَّا فِي  
 كَلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَ شَيْطَانٌ تَكَلَّمُهُمْ مَنَّا هُرَأَيْكَ كَمْ لَئِنْ أَيْكَ شَيْطَانٌ تَحْاجُونَ  
 سَلَامٌ كَرَنَـ۔ (الخ۔ ۱)

پس کسی کا یہ کہنا کہ اللہ کے مقرب بندوں کی محبت و تعظیم بت پرستی کا باعث ہی تھی اور اب بھی اسی محبت و تعظیم کی وجہ سے لوگ بت پرستی کی طرف جا رہے ہیں حقیقت میں واضح خاتم کا انکار کرنا ہے۔

## ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

یہ شبہ اللہ تعالیٰ کی پاک کلام سے مندرجہ ذیل آیت مبارک میں کر کے ڈالا جاتا ہے اور اس سے عقینہ حتم کے ادھارات بیدار کے حقیقت کو پس پشت ڈال کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آئیے ہم اس آیت کو دیکھتے ہیں اور اس کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

**وَإِنَّ الظَّاهِرَةَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادَةٍ**      بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوچھتے ہو  
**أَنَّا لَكُمْ فَلَاذْعُوهُمْ فَلَمَّا تَجَيَّزُوا الْكُمْ إِنْ**      تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ  
**ثُكْثُمْ صَدَقَتِينَ** (۱)      تمہیں جواب دیں اگر تم پچھے ہو۔

اس آیہ کریمہ سے "عِبَادَةُ أَنْفَالِكُمْ" کو غلط ریکھ دے کر لوگوں کو حقیقت سے ناواقف رکھتے کی کوشش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جن کی پوجا کی جاتی ہے وہ تمہاری طرح کی بندے ہیں اور لفظ عبد کا مطلب لیا جاتا ہے کہ انسان۔

آئیے سب سے پہلے لفظ "عِبَادَةٍ" کو دیکھتے ہیں کہ آیا یہ لفظ قرآن مجید میں صرف ایک اسی مقام پر آیا ہے یا کہ قرآن مجید میں اور بھی کسی مقام پر موجود ہے اور کیا اس سے مراد صرف انسان ہی ہیں یا یہ لفظ انسانوں کے علاوہ کسی اور کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے یا نہیں؟۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید فرقان حید میں ارشاد ہے:

**وَعِبَادَ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى**      اور حُسن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے  
**الْأَرْضِ هُؤُنَا وَإِذَا خَاطَبُهُمُ الْجَهَلُونَ**      ہیں اور جب جاں ان سے بات کرتے ہیں  
**قَالُوا سَلَّمَ** (۲)      تو کہتے ہیں، بس سلام۔

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۹۳]

(۲) سورۃ الفرقان: ۶۳]

اس آیت مبارکہ میں جن کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ، عبادُ الرَّحْمٰن، ہیں یعنی انسانوں میں سے رحمٰن کے بندے۔

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَقُلْ يَعْبُدُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا أَقْوَاهُمْ كُمْ  
لِلَّذِينَ أَخْسَرُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ  
أَرْضُ اللَّهِ وَآمِسَةٌ إِنَّمَا يُؤْفَى الصَّابِرُونَ  
أَجْزَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۱)  
بھر پور دیا جائے گا بے گنتی۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ، «عباد»، ان کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے جو ایمان لانے، یہاں بھر مراد انسان ہیں، ویسے ایمان لانے والوں میں جنات بھی شامل ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

يَا عِبَادَ لَا خَوْفَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ  
تَخْرَجُونَ . الَّذِينَ آمَنُوا بِإِيمَانِنَا وَكَانُوا  
مُسْلِمِينَ . (۲)

بچھلی آیت مبارکہ کی طرح یہاں بھی انسان مراد ہیں اور ایمان لانے والوں میں جنات بھی شامل ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

وَلَقَدْ فَتَأَقْبَلُوهُمْ قَوْمٌ فِي رَعْوَنَ وَجَاءَهُمْ اور بے شک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی

(۱) [سورة الزمر: ۱۰]

(۲) [سورة الزخرف: ۶۷]

رَسُولُنَّ عَبْرَتْمَهُمْ أَنَّ الْكُوَا إِلَيْنِ عِبَادَ اللَّهِ قوم کو جانچا اور ان کے پاس ایک معزز رسول  
إِنَّ لَكُمْ دِرْسُؤْنَ أَمْيَنَ (۱) تحریف لا یا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے پرداز  
دو، بے شک میں تمہارے لئے امانت والا  
رسول ہوں۔

اس آیت مبارکہ میں بھی انسان ہی سراو ہیں یہاں تک وہ آیات مبارکہ کہ رہیں جن  
میں اقتدار، عباد، سے مراد انسان ہیں اور ایمان لانے میں جنتات بھی شامل ہیں کیونکہ جنتات  
میں بھی مسلمان، کافر اور شرک سب ہیں، ایسے ہی انسانوں کی طرح ان کو بھی روز قیامت جزاً  
سراوی جائے گی۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَوَحَّدُوكُلُّوا بَهْنَهُ وَهَنَنَ الْجِنَّةُ نَسْبًا وَلَقَدْ  
أَوْرَادَنِي مِنْهُمْ كَمْ مُنْظَرُونَ اور جنوں میں رشتھبر ایا اور بے  
غَلِيمَتِ الْجِنَّةِ إِلَيْهِمْ لَمْخَضَرُونَ۔ شک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے  
شَهْخَانَ اللَّهِ عَنْمَا يَعْصُفُونَ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ جائیں گے، پاکی ہے اللہ کو ان باقوں سے کہ  
يَتَّقَى هُنَّ بَرَّ اللَّهِ كَمْ كَمْ يَتَّقَى هُنَّ بَرَّ اللَّهِ (۲)  
اب قرآن مجید کی ان آیات کو دیکھیں جن میں انسانوں اور جنوں کے علاوہ کے لئے بھی لفظ  
.. عباد، استعمال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَالُوا أَتَعْذِلُ الرَّحْمَنَ وَلَدَّا مُسْبَخَاهَةَ هَلْ اور بولے: جن نے بیٹھا اختیار کیا، پاک ہے  
وَهُنَّكُلَّهُ بَنْدَيَ هُنَّ عِزَّتُ وَالَّهُ (۳) عیاذ مشرکوں۔

(۲) سورۃ الصفت [۱۵۸، ۱۶۱]

(۱) سورۃ الدخان [۱۷، ۱۸]

(۳) سورۃ الانبیاء [۲۶]

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لئے لفظ „ عباد ، استعمال فرمایا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ رب الحسین ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادٌ  
الرَّحْمَنُ إِنَّا أَشْهَدُنَا خَلْقَهُمْ مَتَّخِبَ  
شَهَادَتِهِمْ وَرَيْسَنُونَ . وَقَالُوا لَوْ شَاءَ  
الرَّحْمَنُ مَا عَبَدَنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ  
عِلْمٍ إِنَّهُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ . (۱)  
اور انہوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے  
ہیں عورتیں خبر دیا، کیا ان کے باتے وقت وہ  
حاضر تھے، اب کوئی لمحہ جائے گی ان کی کوئی  
اور ان سے جواب طلب ہو گا، اور بولے اگر  
رحمٰن چاہتا ہم انہیں نہ پوچھتے، انہیں اس کی  
حقیقت کچھ معلوم نہیں، یعنی انہیں  
دوڑاتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے لفظ „ عباد ، فرشتوں کے لئے استعمال فرمایا  
ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

اسی طرح اللہ وحدہ لا شریک نے قرآن مجید فرقان حیدر میں کائنات کی ہر جیزی روح ہو یا کفر  
ذی روح تمام کو عبد کہا ہے:

هُوَنَّ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ آسمان اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے  
حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔  
إِلَّا أَنِي الرَّحْمَنُ عَبْدًا . (۲)

پس قرآن مجید فرقان حیدر سے یہ بات ثابت ہوتی ہو گئی کہ " عباد " سے مراد صرف  
انسان لیما تعلیمات قرآنیے کے خلاف ہے۔ جو کوئی یہ کہے کہ لفظ " عباد " سے مراد صرف  
انسان ہے وہ قرآن مجید فرقان حیدر کا مکفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانوں، جنوروں

(۱) سورۃ الزخرف : ۱۹ ، ۲۰

(۲) سورۃ العریم : ۹۳

فرشتوں بکر کائنات کی ہر شے کے لئے لطف، عباد و اسنال کیا ہے۔  
تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہاں "عِبَادَةُ أَنْفَالَكُمْ" سے مراہض انسان نہیں بلکہ  
یہاں مراد انسان، جن، فرشتے اور کائنات کی ہر چیز ہو سکتی ہے۔  
اب ہم ایک اور بات کہ تھماری طرح، یعنی "أَنْفَالَكُمْ" کے بارے میں بھی وضاحت  
کرتے ہیں کیونکہ یہاں یہ مخالف طبعی ڈالا جاتا ہے کہ "أَنْفَالَكُمْ" کا مطلب ہے کہ تھماری طرح  
انسان ہیں۔

یاد رہے کہ یہ بات بھی ظلط ہے کہ "أَنْفَالَكُمْ" سے مراد یہ ہے کہ تھماری طرح کے انسان ہیں۔  
قرآن مجید فرقان حید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا مِنْ ذَآيَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِيرٌ  
يَطْرِدُ بِحَسَانِهِ إِلَّا مُسْتَمِعٌ أَنْفَالَكُمْ مَا  
لَمْ يَرْظَنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ هَذِهِ وَلَمْ إِلَى  
رَبِّهِمْ يَعْشُرُونَ . (۱)

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ  
کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے گرم جیسی اُسیں،  
ہم نے اس کتاب میں کچھ اخواہ رکھا، پھر  
اپنے رب کی طرف اخواہ جائیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے چند پرندہ ہر ایک کے بارے میں فرمایا کہ وہ تھماری طرح  
اُسیں ہیں، یعنی ہر چہ عذر پرندہ کو "أَنْفَالَكُمْ" کہا گیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں جو یہ کہا گیا ہے کہ تھماری طرح ہیں اس کا یہ مطلب  
نہیں کہ وہ بھی تھماری طرح انسان ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ بھی تخلوق ہیں اور جیسے جسمیں اللہ  
تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ایسے ہی انہیں بھی پیدا فرمایا ہے، جس طرح تم پر سوت واقع ہوتی ہے ایسے  
ہی ان پر بھی سوت واقع ہوتی ہے، جس طرح تھمارا رازق اللہ ہے ایسے ہی ان کو بھی رزق دینے

(۱) سورہ الانعام: ۳۸

والادئی رذاق ہے۔ جیسے یہاں مثال بیان کی جاری ہے اسی طرح "عَبَادُ أَنْشَالَكُمْ" میں بھی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ بھی تہاری طرح حقوق میں خالق نہیں، عبد ہیں معبود نہیں۔ اور مثال "مِنْ كُلِّ وِجُوهٍ" نہیں ہوتی۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قوله صلواته على الميت وأجيب بـأَنَّهُ لَعْنَى إِنْ كَانَ كَاتِلُهُ كَمَا يَرِدُ فِي مِنَازِهِ اَوْ مِنْ جَوَابِ دِينِهِ اَوْ مِنْ كُلِّ تَشْبِيهٍ كَمَا يَرِدُ فِي تَسْوِيَةِ (بِرَابِرِي) لَازِمٌ نَّهِيًّا هُوَ طَرْحٌ سَيِّئٌ بِهِ مِنْ رَادِقَةِ دِعَاءٍ كَرِيمٍ۔

بھی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"لَا إِنَّ التَّشْبِيهَ لَا يَسْتَلزمُ التَّسْوِيَةَ مِنْ كَيْفَيَّةِ تَشْبِيهٍ كَمَا يَرِدُ فِي هُوَ لَازِمٌ نَّهِيًّا هُوَ طَرْحٌ سَيِّئٌ بِهِ مِنْ رَادِقَةِ دِعَاءٍ كَرِيمٍ۔"

غير مقلدین کے امام عبدالرحمن بن عبد الرحیم مبارکبوری نے لکھا کہ: "فَلَا إِنَّ الْمَقْصُودُ مِنَ الْحَدِيثِ مُجْرِدٌ هُنْ حَدِيثٌ مِبَارَكٌ كَمَا يَرِدُ فِي هُوَ لَازِمٌ نَّهِيًّا هُوَ طَرْحٌ سَيِّئٌ بِهِ مِنْ رَادِقَةِ دِعَاءٍ كَرِيمٍ۔"

من کل وجہ۔ (3)

اور ایک مقام پر لکھا:

(1) (اللخیص العبر ۲ / ۱۱۶ (۴۵۹)).

(2) (فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱ / ۵۲، کتاب الفرانض، باب: الْمُنْبَرُ مِنْ مَوَالِیه).

(3) (تحفة الأحوذی بشرح الترمذی ۱ / ۳۲۶، باب ما جاء فی تأخیر صلاة العصر).

قللت : ليس المراد المعاللة من كل میں کہتا ہوں کہ ملائکت سے مراد من کل وجہ  
وجہ۔ (1)

اور اس طرح عسکر عظیم آبادی فیر مقلد نے لکھا:

قال العینی : الهم تكلموا في هذا  
التشبيه ، لفظیل : انه التشبيه في أصل  
الوجوب لا في قدر الواجب ،  
والتشبيه لا يقتضي التسوية من كل  
وجه ، كما في قوله عليه صلوات الله عليه النكم  
سترون ربكم كما نرون القمر ليلة  
البدر ، وهذا التشبيه الرؤبة بالرؤبة لا  
تشبيه العروني بالعروني . (2) .

علماء بینی فرماتے ہیں کہ بے شک انہوں نے  
اس تشیہ میں کلام کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ بے  
شک وہ تشیہ اصل وجوب میں ہے نہ کہ بقدر  
واجب۔ اور تشیہ نہیں تقاضا کرتی بر ابری کا  
من کل وجود، جیسا کہ نبی اکرم صلوات الله عليه کا فرمان  
ہے: بے شک غتریب تم اپنے رب کو دیکھو  
گے جیسا کہ تم چاند کو چودھویں کی رات میں  
دیکھتے ہو، اور یہ مثال دیکھنے کی دیکھنے کے  
ساتھ ہے نہ کہ دیکھے جانے والے کی دیکھے  
جانے والے کی طرح۔

پس نہ کوہہ بالاعبارات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مثال میں یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس کی  
مثال بیان کی جاری ہے وہ اور جس کے ساتھ بیان کی جاری ہے وہ دونوں ہر لحاظ سے ایک جیسے  
ہوں بلکہ کسی ایک وجہ کی بر ابری سے بھی مثال بیان کی جاسکتی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں روزوں کی فرضیت والی آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُثُبْ عَلَيْكُمْ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے

(1) ۳۷/۳: سباب ما جاءه ما يقول في مسجد القرآن

(2) عن المعمود شرح سنابی دارد مع شرح ابن قیم الجوزیہ، اول کتاب الصیام

**الْفَيَامُ كَمَا تُجِبُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ بَيْنِ أَنفُسِهِمْ فَلَمْ يَرْجِعُوا إِلَيْكُمْ تَنْقُونَ (۱)**

یہاں یہ مراد ہے کہ جتنے ان پر فرض تھا تھے یعنی تم پر فرض ہے، جتنا وقت ان کے لئے تھا اتنا ہی تھا رے لئے ہے، جتنا ثواب ان کے لئے تھا اتنا ہی تھا رے لئے ہے، جو کیفیات ان کے روزوں کی تھیں وہی تھا رے روزوں کی ہیں، بلکہ یہاں صرف فرمیت کی بات کی جاری ہے کہ ان پر بھی روزے فرض تھے اور تم پر بھی۔

ای طرح مثل اور مثل لہ میں ہر لحاظ سے مطابقت یا برابری کا پایا جانا لازم نہیں، پس جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مثل (یعنی جس کی مثال دی جا رہی ہے) اور مثل لہ (جس کے لئے دی جا رہی ہے) میں ہر لحاظ سے برابری کا پایا جانا لازم نہیں تو معلوم ہو گیا کہ یہاں "عبداد اُمَالَكُمْ" میں بھی ہر لحاظ سے مطابقت کا پایا جانا ضروری نہیں۔

ای لئے امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ [۳۶۰] اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

**«عبداد اُمَالَكُمْ» يقول : هم املاک تھاری طرح بندے ہیں، کہا کہ وہ تھارے ربکم ، كما انتم له ممالیک . (۲)**

امام ابوالیث سرقدی رحمۃ اللہ علیہ [من علماء القرن الرابع الهجری] لکھتے ہیں:

**«إِنَّ الَّذِينَ تَذَغُونَ» يعني : تبعدون "بے شک وہ جن کو تم پکارتے ہو" یعنی «مِنْ ذُؤْنِ اللَّهِ» يعني : الأصنام عبادت کرتے ہو" تم اللہ کے سوا" یعنی «عبداد اُمَالَكُمْ» يعني : مخلوقین بتوں کو" تھاری طرح بندے ہیں" یعنی**

(1) [سورة البقرة : ۱۸۳]

(2) (جامع البيان ۱۸۱/۲)

ملوک بملوک ہونے میں تمہاری مشاپ ہیں  
ہیں اور مجبود نہیں ہیں ”تو انہیں پکارو پھر وہ  
حسین جواب دیں اگر تم پچھے ہو“ اگر وہ مجبود  
ہیں۔

صلوکین اشباحکم ولسوابالله  
﴿لَا هُوَ فِي الْجَنَّاتِ إِذَا أَكَلَهُمْ إِنَّ  
كُلَّتِمْ صَادِقَتِنَ﴾ الہا الہا (۱)

”بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پہنچتے ہو“  
یعنی ہتوں کو ”تمہاری طرح بندے ہیں“ مراد  
یہ ہے کہ وہ مملوک ہونے میں تمہاری طرح  
ہیں، اور کہا گیا ہے کہ تمہاری طرح سخراں ہیں  
یعنی بے شک وہ سخراں اور مذل ہیں جس کا ان  
سے ارادہ کیا گیا ہے۔ تعالیٰ نے کہا کہ (اللہ  
تعالیٰ کا) فرمان تمہاری طرح بندے ہیں  
سے مراد فرمائے ہیں اور اس قوم کو خطاب کیا  
گیا ہے جو فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور  
تملیٰ بات زیادہ سمجھ ہے۔

امام بیرونی رحمۃ اللہ علیہ [۵۱۶] لکھتے ہیں:  
﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ ذُؤْنِ اللَّهِ﴾  
يعنی الامانات ﴿عِبَادَةُ أَمْثَالِكُمْ﴾ ہر یہ  
آنہا صلوکہ امثالکم۔ وقبیل:  
امثالکم فی السُّخْرِیٰ، ای: أَنْهُمْ  
مسخرون مذللون لھا ارادہ منہم۔  
قال مقابل: قوله عباد امثالکم اراد به  
الملاکة، والخطاب مع قوم كانوا  
بعملیون الملائكة۔ والأول اصح (2)

علام جبار الشتری [۵۳۸] نے لکھا:  
﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ ذُؤْنِ اللَّهِ﴾

(۱) تفسیر السمرقندی المسمی بحر العلوم (۱/۵۲۵).

(۲) تفسیر بھوی مع تفسیر عازن (۲/۱۳۲).

ای: تعبدونهم و تسونهم آلهہ من  
دون اللہ ﴿عِبَادَةُ أَمْثَالِكُمْ﴾ وقوله  
تعالیٰ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے "تمہاری طرح  
بندے ہیں" یا ان کے ساتھ استہزا ہے ان کا  
یہ معاملہ تو حیرت ہے اگر ان میں حیات اور عجل  
ثابت بھی ہو جائے تو بھی وہ تمہاری طرح  
عقلاء فان قیسٰ ذلک فہم عباد  
امثالکم لا تفاضل بینکم۔ (1)  
نہ ہوئی۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ [۵۹۷] لکھتے ہیں:  
 ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ فِيْنَ اللَّهِ﴾ "بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوچھتے ہو"  
 یعنی بت "تمہاری طرح بندے ہیں" اس  
حیثیت میں کہ وہ تالیع اور ذلت میں اللہ کے  
حکم کے سامنے۔ (2)

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ [۱۸۵] لکھتے ہیں:  
 ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ فِيْنَ اللَّهِ﴾ "بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوچھتے ہو" یعنی  
تم ان کی عبادت کرتے ہو اور ان کو اپنا معبود  
بنا رکھا ہے "تمہاری طرح بندے ہیں" ملکوں  
ہونے میں اور تالیع ہونے کی حیثیت سے۔ (3)

(1) الفسیر انکشاف (۱۸۲/۲)

(2) زاد المسروقی علم الطسیر (۲۳۲/۳)

(3) الفسیر بیضاوی (۳۳۷/۳)

امام عبد اللہ بن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ [۱۰۷] لکھتے ہیں:

«بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوچھتے ہو»  
 (إِنَّ الَّذِينَ تَذَكَّرُونَ مِنْ فُؤُنِ اللَّهِ) یعنی تم ان کی عبادت کرتے ہو اور ان کو اپنا ای: تعبدونہم و تصمونہم آللہ (عَبَادَ) معبود ہا رکھا ہے ”تمہاری طرح بندے امثالکم“ ہمای: مخلوقون مخلوقون ہونے میں ہیں، یعنی وہ مخلوق اور مخلوق ہونے میں امثالکم۔ (۱)  
 تمہاری ٹھیں ہیں۔

امام ابو حیان محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ [۲۵۷] لکھتے ہیں:

(امثالکم) قال الحسن فی کونها ”تمہاری ٹھیں“ حسن نے کہا کہ اللہ کے مخلوق ہونے میں، اور تبریزی نے کہا کہ مخلوکہ للہ . وقال التبریزی : فی کونها مخلوکة . وقال مقاتل : المراد طائفہ من العرب من خزانعة کانت عباد الملائکة ، فاعلمهم تعالیٰ انہم عباد امثالہم لا آللہ . (۲)  
 طرح کے بندے ہیں معبود نہیں ہیں۔

امام ابو سعود قادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [۹۸۶] لکھتے ہیں:

«بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوچھتے ہو»  
 ای: إِنَّ الَّذِينَ تَصَدُّقُونَ مِنْ دُونِهِ تَعَالَیٰ بے شک وہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ

(۱) (فسر نسفی ۳۰۰)

(۲) (فسر البحر المحيط ۳۳۹/۳)

من الأصنام وتسموهم آلهة ﴿عِبَادَةٌ﴾  
 بتوں میں سے اور تم نے ان کو اپنا محبود بنایا  
 رکھا ہے ”تمہاری طرح بندے ہیں“ یعنی  
 ﴿أَنْتُمُ الْكُفَّارُ﴾ ای: مماللة لكم لكن لا من  
 کل وجه بل من حيث أنها مملوكة  
 تمہارے ساتھ مماثلت یا ان کرنا یہ سن کل  
 وجہ نہیں بل کہ اس حیثیت سے کہ بے شک وہ  
 بت مملوک ہیں اللہ کے، اور اس کے امر کے  
 تابع ہیں، فتح و تعصیان دینے سے عاجز ہیں۔  
 لله عزوجل مسخرة لأمره عاجزة عن  
 النفع والضرر ... (۱)

محمد بن علی بن محمد شوکانی [۱۲۵۰ھ] نے لکھا:  
 ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ ذُؤْنِ اللَّهِ عِبَادَةٌ﴾  
 ﴿أَنْتُمُ الْكُفَّارُ﴾ اخبرهم سبحانه بان هؤلاء  
 الذين جعلتموهם آلهة هم عباد الله  
 كما انتم عباده مع انكم اکمل منهم  
 لأنكم أحباء تستطون وتمثون و  
 تسمعون وتتصرون، وهذه الأصنام  
 ليست كذلك ولكنها امثلكم في  
 كونها مملوكة لله مسخرة لأمره،  
 وفي هذا تقرير لهم بالغ و توبخ لهم  
 عظيم. (۲)

(۱) (تفسير ابو سعود ۶۸/۳)

(۲) (فتح القدير ۳۵۸/۲)

صدق حسن تومی (۱۳۰۴ھ) نے لکھا:

«بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 إِنَّ الْبَلِفَنَ نَذَغُونَ مِنْ ذُوْنِ اللَّهِ  
 عِبَادَ أَمْثَالُكُمْ» اخیرہم سے حالہ ہاں  
 مولاہ اللین جمعتموهم آلهہ هم  
 عباد اللہ کما انس عبادلہ مع انکم  
 اکمل منہم لانکم احیاء تنطقون و  
 تمثون و تسمعون و تبصرون، و  
 هذه الأصنام ليست كملوك ولتكنها  
 مثلکم فی كونها مملوکة لله مسخرة  
 لأمره، و هذا تقریب لهم و توبیخ لهم  
 عظیم، قال مقالی: إنها الملائكة  
 والخطاب مع قوم كانوا يعبدونها ،  
 والأولى وإنما وصفها بأنها عباد  
 مع أنها جمادات نزيلات لها منزلة العلاء  
 على وفق معتقدهم .(1)

ذکرہ بالدلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ «عِبَادَ أَمْثَالُكُمْ» کی وجہ سے یہ کہنا کہ اس سے  
 عقل اکی جگہ رکھا۔

مذکورہ بالدلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ «عِبَادَ أَمْثَالُكُمْ» کی وجہ سے یہ کہنا کہ اس سے

(1)فتح البيان في مقاصد القرآن (٦٣٣/٢)

مراد انسان یعنی ہیں غلط مفہوم ہے بلکہ تعلیمات اسلامیہ اور علم شریعت سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ لفظ، عباد، قرآن میں ہر چیز کے لئے استعمال ہوا ہے اور مثال کے لئے بھی یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز سے مثال دی جا رہی ہے وہ ہر لحاظ سے جس کے لئے مثال دی جا سکتی ہے اور یہاں ہے اس کے برابر ہو بلکہ کسی ایک لحاظ سے برابری کی وجہ سے بھی مثال دی جا سکتی ہے اور یہاں "عبدَ أَمْثَالَكُمْ" میں بھی مملوک اور حکومت ہونے کی وجہ سے ان کو حکومت کہا جا رہا ہے ورنہ وہ بت تو انسانوں سے ہزار نہیں بلکہ ان گنت درجہ کمزور اور ذلیل ہیں چنانچہ ان کو اللہ رب العزت کے نیک و مقریبین بندوں کے ساتھ ملا دیا جائے۔

پس معرض کا یہ کہنا کہ "عبدَ أَمْثَالَكُمْ" سے مراد اللہ تعالیٰ کے نیک و صالح بندے ہی مراد ہیں نہ صرف یہ کہ غلط ہے بلکہ قرآن و احادیث اور تعلیمات اسلامیہ سے ناواقفیت کی بہت بڑی دلیل ہے، اور یہ کہنا کہ کفار و مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے تھے جن کی پر ہیز گاری اور تقویٰ کی وجہ سے تنظیم کی جاتی تھی اور وہ تنظیم بعد میں ان کی عبادت کا باعث نہیں، غلط و بے بنیاد ہے اور اللہ رب العزت کے مقریبین کی تنظیم و محبت سے روک کر ایک مطلوب شرع کام سے منع کرنا ہے جو کسی بھی الٰہ ایمان کے لئے روانہ نہیں کہ کسی بھی مسلمان کو کسی مطلوب شرع کام سے روکے۔

## ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُوَنِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يَخْلُقُونَ أَفْوَاتٍ غَيْرُ أَخْيَاءٍ وَمَا يَشْغُلُونَ أَيْمَانَ يَتَّخُونَ﴾ اور اللہ کے سوا جن کو پڑھتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں ہناتے اور خود ہناتے ہوئے ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

(1) اس آیت مبارکہ میں سے اس آیت کے الفاظ ہوں ﴿أَنْوَاثٌ غَيْرُ أَخْيَاءٍ﴾ کو خاص طور پر لیا جاتا ہے اور اسی کو دلیل ہنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿أَنْوَاثٌ غَيْرُ أَخْيَاءٍ﴾ مردہ ہیں زندہ نہیں۔!

پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد ہرنے والے انسان ہیں کیونکہ ان پر موت واقع ہوئی اور اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ بلکہ جن کی مشکل لوگ عبادت کرتے تھے وہ صالحین ہی تھے کہ جن پر موت واقع ہوئی۔

اللہ کی توفیق کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں جو ہو ﴿أَنْوَاثٌ غَيْرُ أَخْيَاءٍ﴾ فرمایا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے وہ زندہ تھے بعد میں ان کو مارا گیا بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ تو ایسے مردہ ہیں جن کو زندگی نصیب ہی نہیں ہوئی کیونکہ قرآن مجید میں یہ بات ثابت ہے کہ زندگی ملنے سے پہلے موت ہی ہوتی ہے اور زندگی نصیب ہونے سے پہلے بھی موت پائی جاتی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿كَيْفَ تُكَفِّرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أُمَوَاتٍ بِحَلَامٍ كَيْوَنَ كَرَ خَداً كَمَكْرَهُوْ كَمَ حَالَنَكُمْ﴾

(۱) [سورة النحل ۲۱، ۲۰]

**فَأَخْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ فَمُنْحِنُكُمْ ثُمَّ** مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں  
مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی  
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١﴾ طرف تم پلت کر جاؤ گے۔

اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿كُنْتُمْ أُنْوَاتًا كُلُّهُمْ مَرْدَهٖ تَحْتَ لِيْسَنِنِي حَمِيمٍ زَنْدَگِي نَصِيبٍ هُوَنَّے سے پہلے تمہاری حالت یقینی کرتم مردہ تھے لیکن حالت عدم میں۔ پھر فرمایا گیا کہ ﴿فَأَخْيَاكُمْ﴾ پس ہم نے تمہیں زندہ کیا۔ جیسے یہاں زندگی کے آثار پیدا کرنے سے پہلے موت کا ذکر کیا گیا ہے ایسے یہ ﴿أُنْوَاتٌ غَيْرُ أَخْيَاءٍ﴾ میں اسی حالت کو موت سے تعبیر فرمایا جا رہا ہے کہ ان میں تو زندگی کے آثاری نہیں پائے گئے چنانچہ تم ان کو معیود بناو حالت انہم اس سے افضل ہو کر تم میں تو زندگی کے آثار موجود ہیں۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ:

**وَإِيَّاهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيِنَهَا وَ** اور ان کے لئے ایک ثالثی مردہ زمین ہے ہم  
**أَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبَّ الْمِنَّةِ يَا لَكُلُونَ ﴿٢﴾** نے اسے زندہ کیا اور پھر اس سے اماج نکالا تو  
اس میں سے کھاتے ہیں۔

یہاں بھی حیات سے پہلے موت کا ذکر ہے کہ زمین پہلے مردہ تھی بعد میں زندہ کی گئی، لہذا حیات نصیب ہونے سے پہلی حالت پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے، جب یہ بات ثابت ہے کہ کسی چیز کو زندگی نہ ملنے کے باوجود اس پر موت کا اطلاق کیا جاتا ہے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ﴿أُنْوَاتٌ غَيْرُ أَخْيَاءٍ﴾ میں زندوں کے مرنے کے بعد کی موت کا ذکر ہے۔

یہاں ﴿أُنْوَاتٌ﴾ موصوف ہے اور ﴿غَيْرُ أَخْيَاءٍ﴾ اس کی صفت واقع ہو رہی ہے

(1) [سورة البقرة : ٢٨]

(2) [سورة هس : ٣٣]

اور صفت بھی مقید ہے یعنی الکھ موت کر جس میں زندگی کے آثار عی نہیں پائے گئے۔ اگر اس سے مراد قوت شدہ انسان ہی لئے جائیں تو اس سے قبر کے عذاب و رُواب کا انکار لازم آئے گا کہ جب ان پر انکی موت واقع ہے کہ جس میں آثار حیات کو مل دھل عی نہیں تو عذاب و رُواب کے کیا معنی ہیں؟

اور پھر آگے جو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ ﴿وَمَا يَشْغُرُونَ﴾ یہ یعنی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ جب احساس و شعور عی نہیں تو پھر عذاب و رُواب کیا؟

جبکہ اللہ رب العالمین نے جس آیت مبارکہ میں موت و حیات کے متعلق کا ذکر فرمایا

ہے اس میں فرمایا کہ:

**﴿كَيْفَ تُكَفِّرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أُمَّةً فَوَّاتِا  
بِحَلَامٍ كَيْدُونَ كَرِهُوكَ مَعْكُرٌ هُوَ كَمْ مَرِدٌ  
فَأَخْيَأْكُمْ ثُمَّ يُوَجِّهُكُمْ لَمَّا يُخِيْكُمْ ثُمَّ  
تَحَسَّنَ نَزْدِهِ كَيْدُونَ كَيْاً بَهْرَ تَحَسِّنَ مَارِيَ  
إِلَيْهِ تُرْجَحُونَ﴾ (۱)**

جاوے گے

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے دو موتوں کا ذکر کیا ہے کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے زندگی دی اس کے بعد پھر ہم اس کو ماریں گے پھر اس کو زندگی دیں گے پھر وہ ہماری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ اس میں پہلی موت تو حالت عدم کی بات ہے اور دوسری موت اس دنیا میں زندگی گزارنے کے بعد والی موت ہے اور اس کے بعد جس حیات کا ذکر ہے وہ قبر کی بات ہے کہ مسخر و مکیر کے سوال وجواب کے وقت اس کو زندگہ کیا جائے گا اب اس کے بعد تیسرا موت کا ذکر نہیں صرف اس کی طرف پہنچنے کا ذکر ہے۔

جب انسان کو اس موت کے بعد قبر میں دی جانے والے حیات کے بعد موت ثابت نہیں تو پھر  
یہاں ﴿غیرُ أَخْيَاءٌ﴾ کیسے کہا جا سکتا ہے؟

لہذا یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ ﴿أَمْوَاتٌ﴾ کے بعد جن کے لئے ﴿غیرُ أَخْيَاءٌ﴾ کہا جا رہا  
ہے وہ انسان نہیں کیونکہ انسانوں کے لئے تو اس دنیاوی زندگی کے بعد والی موت کے بعد بھی  
زندگی ہے تو جن کے لئے موت کے بعد حیات نہیں وہ انسان نہیں بلکہ جہاد ہیں۔

جیسا کہ اسی آیت مبارکہ کے تحت مفترضین کے سر خلیل تعالیٰ الدین ابن تیمیہ نے بھی لکھا کہ:

”...وَإِلَّا فَالقرآن قد سمي الجناد ... اور اگر ایسا نہیں تو پھر وہ کام مردہ رکھا گیا  
میتا فی غیر موضع کفولہ تعالیٰ : ... ہے اس کے علاوہ بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا  
فرمان ہے ”اور اللہ کے سوا جن کو پوچھتے ہیں  
وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور خود بنائے ہوئے  
ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں  
لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔“ یہیں بتون کو  
امواتا وہی حجارة، و قال: ﴿وَايَةٌ  
لَهُمُ الْأَرْضُ الْحَيَّةُ أَخْيَنَهَا﴾ [آل عمران: ۲۱] الآية. فسمی الأصنام  
نے اسے زندہ کیا۔

(۳۳)

پس یہ بات اہن تیمیہ کی عبارت سے بھی ثابت ہو گئی کہ اس کے خلاف یہی بھی یہاں  
﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَخْيَاءٌ﴾ جن کے لئے کہا جا رہا ہے وہ پھر ہیں انسان نہیں، لہذا اس کو انسانوں  
پر چھپاں کرنا غلط مکھش ہے۔

(۱) (فتاویٰ اہن تیمیہ ۵/۸/۱۲) کتاب القدر

اے لئے اکثر بہت ملائی تفاسیر نے ﴿أَنْوَاتُ غَيْرِ أَحْيَاٰهُ﴾ سے مراد جمادات، پھر یا اصنام مراد لیا ہے حتیٰ کہ مرتضیٰ بن کاموں میں سے بھی بعض کو لکھا ہے الاحاطہ فرمائیں:

محمد بن علی بن محمد شوکانی [۱۲۵۰] نے لکھا:

﴿أَنْوَاتُ غَيْرِ أَحْيَاٰهُ﴾ یعنی یہ بت جن کے اجسام مردہ ہیں جن میں بالکلی حیات نہیں ہے بلکہ ﴿غَيْرُ أَحْيَاٰهُ﴾ کی زیادتی یہ بات بیان کرنے کے لئے ہے کہ وہ بت تو بعض اجساد کی طرح بھی نہیں ہیں کہ جن پر صوت واقع ہوئی ہے حیات ثابت ہونے کے بعد بلکہ ان کے لئے تھیات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا پھر یہ کس طرح عبادت کرتے ہیں ان کی حالات کو وہ ان سے اس لئے تو افضل ہیں کہ ان میں حیات ہے ﴿وَمَا يَشْعُرُونَ أَيْمَانَ يَتَعْنُونَ﴾ اور ﴿يَشْعُرُونَ﴾ کی ضمیر مسیودوں (بتوں) کی طرف لوٹی ہے اور ﴿يَتَعْنُونَ﴾ کی ضمیر کافروں کی طرف جو کہ ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور معنی یہ ہے کہ یہ جمادات جن کی کافر عبادت کرتے ہیں نہیں شعور رکھتے کہ ان کے پیماری کب ﴿أَنْوَاتُ غَيْرِ أَحْيَاٰهُ﴾ یعنی ان ہله الاصنام اجسادها میتہ لا حیاة بہا اصلاً لفزیادۃ غیر احیاء لبيان انہا لیست کبعض الاجساد التي تموت بعد بلوت الحیاة لها بہل لا حیاة لهذه اصلًا، فكيف يعقلونها وهم الفضل منها؟ لأنهم أحیاء ﴿وَمَا يَشْعُرُونَ أَيْمَانَ يَتَعْنُونَ﴾ الضمير في يشعرون لاللهة، وفي يعيشون للکفار الزین يعنون الأصنام، والمعنى: ما يشعرون هذه الجمادات من الأصنام أیمان يبعث عبالتهم من الكفار، ويكون هذا على طريقة التهکم بهم، لأن شعور الجماد مستحيل بما هو من الأمور الظاهرة فضلاً عن الأمور التي لا يعلمها إلا الله سبحانه وقیل يجوز

ان یکون الضمیر فی یعثون لللّهُ  
الْحَمَّاءَ جَائِسَ گے اور یہ ان کے ساتھ جنم  
کے طریق پر ہو گا کیونکہ جنادات کا شور محال  
ہے ظاہری امور کے لحاظ سے، علاوہ ازیں ان  
کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔  
اور کہا گیا ہے کہ ﴿تَيْغِيْثُونَ﴾ کی ضمیر  
مبودوں کی طرف لوٹ رہی ہو جنی نہیں شور  
رکھتے یہ بت کہ کب الحَمَّاءَ جَائِسَ گے اور  
اس کو تائید حاصل ہے اس سے کہ اللہ تعالیٰ  
توں کو الحَمَّاءَ گا اور ان کے لئے روح پیدا  
کرے گا یہی طور کر ان کے ساتھ ان کے  
شیطان (یعنی پیچاری) ہوں گے پس حکم دیا  
جائے گا سب تو جہنم کا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا  
قول ولات کر رہا ہے کہ ”بے شک تم اور جو  
کچھ اللہ کے سوا تم پوچھتے ہو سب جہنم کے  
ایندھن ہو۔“

صلیق سن قنوجی (۷۱۳۰ھ) نے لکھا:

﴿أَمْوَاتٌ﴾ یعنی ان هذہ الأَصْنَام  
ہیں جن میں بالکلی حیات نہیں ہے پس ﴿غَيْرُ  
أَجْسَادٍ﴾ جسمادات میتہ لا حیاة بھا

اصلًا، فزیادة قوله: **﴿غَيْرُ أَخْيَاءٍ﴾** أَخْيَاءٌ کہ ازیارتی یہ بات بیان کرنے کے لئے ہے کہ «بُت» تو بعض اجسام کی طرح بھی نہیں ہیں کہ جن پر موت واقع ہوئی ہے حیات بابت ہونے کے بعد، بلکہ ان کے لئے توحیات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا مگر یہ کس طرح عبادت کرتے ہیں ان کی حالات کہ ان سے اس لئے توفضل ہیں کہ ان میں حیات ہے۔

علامہ شوکانی اور صدیق حسن کی عبارات سے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں **﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَخْيَاءٍ﴾** سے مراد اصحاب قبور نہیں بلکہ ان کے خود ساختہ موجود ہیں جو پیروں سے بنائے گئے تھے اور شرکیں ان کی عبادت کرتے تھے، جب کہ اس کے بر عکس بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو نہ جانے کس وجہ سے انہیا، شہدا اور صالحین کو اس آیت کا مصداق تھہرا نے میں مرتو زکوشیں کرنے میں لگئے ہوئے ہیں اور اپنے خیالات کے مطابق غلط حکم کی تاویلات کر کے اس آیت کو انہیا، شہدا اور صالحین پر چھپاں کرتے ہیں۔

بکر قرآن مجید فرقان حیدر کی ایک آیت مبارکہ بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ اس سے مراد انہیا اور اولیاء نہیں ہیں بلکہ فرمائیں:

الشتعال کافرمان عالی شان ہے

**﴿وَقَالَ إِنَّمَا أَنْتَ خَلَقْتُمْ مِنْ ذُو نِعْلَةٍ﴾** اور (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا:

أُولَئِنَا مُؤْدَةٌ بِنِسْكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا      تم نے تو اللہ کے سوا یہ بتاتے ہیں جن  
 ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُكْفَرُ بِنِسْكُمْ بِعَصْبِ  
 سے تمہاری دوستی سکی دنیا کی زندگی سمجھ کے  
 پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے  
 ساتھ کفر کرے گا اور ایک دوسرے پر لخت  
 ڈالے گا اور تم سب کا نہ کافا جہنم ہے اور تمہارا  
 کوئی خدا گا رہنیں۔

اب ہم مفترضین میں سے ہر ایک کا ذکر کرنے کی بجائے ان میں سے صرف ایک صاحب "تفہیم القرآن" کی تاویلات کا ذکر کرتے ہیں جس کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے اور ان تاویلات کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ کئی لوگوں نے اس آیت کا مصدق انبیاء اور صالحین وغیرہ کو سمجھا ہے کیونکہ تمام میں سے بڑھ کر جس نے اس بارے میں بہت زیادہ غلوتے کام لیا ہے غالباً وہ یہی صاحب "تفہیم القرآن" ہے۔

صاحب "تفہیم القرآن" نے اس آیت کے تحت لکھا:

اب لا حالہ اس آیت میں ﴿الَّذِينَ يَذْغُونَ مِنْ ذُنُونِ اللَّهِ﴾ سے مراد ہے انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین اور دوسرے غیر معنوی انسان ہیں جن کو عالمی معتقدین دانتا، مشکل کشا، فریادرس، غریب نواز، سمجھ بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لئے پکارتا شروع کر دیتے ہیں۔ (2)

(1) (سورة العنكبوت : ۲۵)

(2) (تفہیم القرآن ۵۳۳/۲)

صاحب "تفہیم القرآن" کی مذکورہ بالامبارت کو فور سے پڑھیں، یہ عبارت مودودی صاحب کے عقائد و نظریات کی خوب مکاٹی کرتی ہے یہاں پر مودودی صاحب نے صریح طور پر نص قطبی کی مخالفت کی ہے اور یہاں اپنی رائے سے تطہیمات اسلامیہ میں روبدل کیا ہے جب کہ قرآن مجید فرقان مجید نے صراحت کے ساتھ شہادت کی برزخی حیات کو بیان کیا ہے، ملا حظ فرمائیں:

﴿وَلَا تَقُولُوا إِنَّمَا يَعْلَمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

(1)

مزید ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَخْسِبُنَّ الَّذِينَ قُلْلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَخْيَاءً عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَزَّقُونَ﴾ (2) اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔

قرآن مجید فرقان مجید کی مذکورہ بالامبارت آنکوں میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ دوسرا آیت مبارکہ میں تو ان کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ مردہ ہیں اس سے بھی روکا گیا ہے چنانچہ کہ ان کو مردہ ثابت کیا جائے۔ وہ تو ایسے زندہ ہیں کہ ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے یعنی وہ کھاتے پیتے ہیں اگرچہ ہمیں ان کی زندگی کا شور نہیں قرآن مجید کس طرح واضح انداز میں ان کی قبروں کی زندگی کو بیان کر رہا ہے اور مودودی ہے کہ نص قطبی کے خلاف قرآن مجید فرقان مجید کی آیات مبارکہ کی مخالفت کرتے ہوئے ان کو مردہ ثابت

(1) [سورة البقرة: ١٥٣]

(2) [آل عمران: ١٦٩]

کرنے پر سارا زور صرف کئے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ ایسے علم سے اپنی بناہ میں رکھے جو گراہ کروے۔  
 قارئین کرام! یہ تو قرآن مجید نے شہداء کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی  
 راہ میں مارے جانے کے بعد بھی وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ ان کو زندگی عطا کی جاتی ہے، انکی زندگی  
 کہ جس میں ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے، وہ کھاتے پیتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہے کہ  
 جب انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد میں حصہ لیا اور دشمنان خدا رسول سے برس پر بکار ہوئے اور  
 کافر کے وار سے جام شہادت نوش کیا تو انہیں قبروں میں انکی حیات عطا کر دی گئی کہ اب ان کو  
 مردہ گمان کرنا بھی نارواخیرا، اور ان کا شمار ان لوگوں میں کر دیا گیا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا  
 ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

لَهُو مَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ  
 مَنَعَ الْمُدِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّعِيمِ  
 وَالضَّدِّيَقِينَ وَالشَّهَدَاءِ وَالصَّلِحِينَ وَ  
 حُسْنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (۱)  
 یہ کیا ہی اتحمی سمجھی ہیں۔

آیت مذکورہ میں بیان کردہ چار گروہوں میں اللہ تعالیٰ نے شہداء کو تیرے نمبر پر ذکر  
 فرمایا ہے کیونکہ ان پر انعام خداوندی انبیاء کے توسط سے ہی ہوتا ہے کہ ایمان قبول کرنے کے  
 بعد جب اس نے کسی نبی یا رسول کی فرمابندرداری کرتے ہوئے جہاد میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ یا اس  
 کے نبی یا رسول کے دشمنوں سے لا، تو جن کے دشمنوں سے لڑنے کی وجہ سے اس کو شہادت جیسا  
 عظیم انعام فصیب ہو رہا ہے جس کے باعث اس کو زندگی عطا ہو رہی ہے کیا وہ جن کے دشمنوں  
 سے لڑنے والے کو یہ مقام فصیب ہو رہا ہے، انہیں یہ مقام حاصل نہیں ہو گا، لامحالہ یہ تسلیم کرنا

پڑے گا کہ ان کو کسی پر مقام حاصل ہے بلکہ شہداء سے ارفع و اعلیٰ مقام کے مالک ہیں۔  
اسی لئے علامہ صادی ماکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

شہداء کی طرح انبیاء (یعنی زندہ ہیں) بلکہ  
و مثل الشہداء الانبیاء بہل حیات  
انبیاء کی حیات زیادہ بلند و بالا اور بڑی عزت  
الأنبیاء اجل و اعلى .. (1)  
و اعلیٰ ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور وہ بھی رزق دیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ نبی کرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن انس بن مالک : قال رسول الله  
عليه السلام : الانبیاء احياء فی قبورهم  
روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ انبیاء  
عترت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
یعنی السلام اپنی قبوروں میں زندہ ہیں اور  
يصلون . (2)  
نمازیں پڑھتے ہیں۔

(1) حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجنان ۱/ ۲۵۳، سورۃ آل عمران: ۱۶۹

(2) اخرجه ابو معلی فی مسنده ۳/ ۱۳۰ (۳۲۲۵) مرویات ثابت البانی عن انس و  
الیهقی فی حیات الانبیاء فی قبورهم ، والبزار فی مسنده ۱۳/ ۴۹۹ (۲۸۸۸) مرویات  
ثابت عن انس ، وابن عدی فی الكامل ۲/ ۳۲۷ فی ترجمة : الحسن بن قبیة المدائینی ،  
وابن عساکر فی تاريخ دمشق ۱۳/ ۳۲۶ فی ترجمة : أبو القاسم النصیبی الحافظ ،  
وابن النجاشی فی ذیل تاریخ بغداد ۱۸/ ۳۶۱ فی ترجمة : أبو منصور الصوفی وابو نعیم فی  
اخبار اصفهان (۳۰۳۶۵) فی ترجمة عبد اللہ بن ابراهیم بن الصابح المقری ، والدیلمی  
فی الفردوس الأخبار ۱/ ۱۱۹ (۳۰۳).

وہ محدثین و علماء جنہوں نے اس حدیث مبارکہ کی صحیح، چیز نہ فرمائی یا اس کو برقرار رکھا ہے  
امام ابن نجاشا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال البیهقی هذا حديث صحيح . (1) امام تبیانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث  
صحیح ہے۔

امام ہشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رواہ أبو یعلی والبزار، ورجاله ابی اس کو ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا ہے اور  
یعلی ثقات . (2) ابو یعلی کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور امام تبیانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صحیح فرمائی (3) و صحیح البیهقی .

امام محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور اس میں بس صحیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔ (4)

امام عبدالرؤف منادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (5) وہ حدیث صحیح .

امام نور الدین کمودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(1) (ذیل تاریخ بغداد ۱۸/۳۶۱ فی ترجمة: ابو منصور الصوفی)

(2) (مجمع الزوائد ۸/۲۷۶ (۱۳۸۱) کتاب فی ذکر الانبیاء، باب ذکر الانبیاء)

(3) (فتح الباری ۸/۶۰۲، کتاب احادیث الانبیاء بباب قوله تعالیٰ واذکر فی الكتاب ص ۴۰۰ ..)

(4) (شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک ۳/۳۵۷ کتاب الجامع، صفة عینی و دجال)

(5) (فتح القدير شرح الجامع الصغير (۳۰۸۹) بحث ، الانباء احياء فی قبورهم ...)

ورواه أبو يعلى ب الرجال ثقات . (1) اور اس کو ابو یعلی نے روایت کیا تھر رجال سے۔

غیر مقلدین کے علامہ محمد بن علی شوكانی نے لکھا :  
”وقد ثبت في الحديث الأنبياء أحياء  
في قبورهم رواه المتندری وصححه  
البيهقي . (2)  
اور تحقیق حدیث مبارکہ میں یہ ثابت ہے کہ  
انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔  
اس کو امام منذری نے روایت کیا اور تیکنی نے  
اس کی صحیح فرمائی ہے۔

مش الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے بھی شوكانی کے حوالے سے لکھا :  
”وقد ثبت في الحديث الأنبياء أحياء  
في قبورهم رواه المتندری وصححه  
البيهقي . (3)  
اور تحقیق حدیث مبارکہ میں یہ ثابت ہے کہ  
انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔  
اس کو امام منذری نے روایت کیا اور تیکنی نے  
اس کی صحیح فرمائی ہے۔

ہادر الدین البانی نے اس حدیث مبارکہ کو ”سلسلة الاحادیث الصحیحة“ میں ذکر کیا اور  
امام ابو یعلی کی روایت کی سند کے بارے میں لکھا :  
قلت : وهذا إسناد جيد ، رجاله میں کہتا ہوں کہ یہ سند جید ہے اور اس کے تمام  
كلهم ثقات . (4)

(1) (وفاة الوفاء ١٣٥٢/٣)

(2) (نيل الاوطار ١/٦٥١، كتاب الصلاة ، أبواب الجمعة ، باب فضل يوم الجمعة ...)

(3) (عون المعود شرح ابن داود ٣/٢٠ باب تفريح أبواب الجمعة)

(4) (سلسلة الاحادیث الصحیحة ٢/١٨٩)

ارشاد الحق اثری فیصل آبادی نے لکھا:

آخر جه البیهقی فی حیاة الانبیاء من اس کا اخراج امام تکلیف رحمۃ اللہ علیہ نے ابو میل طریق ابی یعلی وابو نعوم فی اخبار کے طریق سے (امینی کتاب) "حیاة الانبیاء فی قبورهم" میں کیا اور ابو قصیم نے اخبار صحیان اصحاب (ص ۸۳ ج ۲) و اسنادہ جید۔ میں اور اس کی مندرجہ ہے۔

(1)

ان کے علاوہ بھی کئی محدثین و علماء نے اس روایت کی صحیح و توثیق بیان فرمائی ہے۔ اور اس پر صحیح مسلم شریف کی وہ روایت بھی بہت بڑی دلیل ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے سوراج کی رات اپنے سفر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت موسی علیہم السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں حضرت موسی علیہ السلام کی قبر پر سے گزر اتوہہ اپنی قبر میں نماز پڑھدی ہے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ اننبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں تو صاحب تفسیر القرآن کا اننبیاء علیہم السلام کو مردہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا غلط اور تعییمات اسلامیہ کے خلاف ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

"إِنَّ اللَّهَ حُرْمَةٌ عَلَى الْأَرْضِ إِنَّمَا يَأْكُلُ بَيْتَ مُكَبَّلٍ" بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔

اجساد الانبیاء، (2)

(1) (حاشیہ مسند ابی یعلی ۳۷۹ / ۳)

- (2) (آخر جه ابن ابی شيبة فی المصنف ۲۵۲ / ۲ (۸۶۹ / ۲۵۲) فی نواب الصلاة علی النبی ﷺ وابوداؤد فی السنن (۱۰۳۷) تفریغ ابوبالجمعة، و (۱۵۳۱) باب فی الاستغفار، وابن ماجہ فی السنن ۲۷ کتاب فرض الجمعة، والنسانی فی السنن المختصری (۱۳۷۴) باب اکثار الصلاة علی النبی ﷺ بیلیتہ يوم الجمعة، وفی السنن الکبری ۲۴۲ / ۲ = = =

امام حاكم رحمة الشافعی فرماتے ہیں:

هذا حدیث صحيح على شرط  
یہ حدیث صحیح ہے بخاری کی شرائط پر اور  
بخاری وسلم دونوں نے اس کا اخراج نہیں کیا  
البخاری ولم یخرجه (۱)

= = = (۱۶۷۸) ، الأمر باكتار الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة ، والبيهقي في السن  
الكبيرى ۵۲۹/۳ (۶۰۸۶) باب ما يلزم من في ليلة الجمعة ويومها ... وفي السن  
الصهري ۱/۳۷۲ (۶۳۳) باب فضل الجمعة ، والدارمي في السن ۱/۳۰۷ باب في  
فضل الجمعة وابن حزيمة في الصحيح ۱۱۸/۳ (۱۱۴۳) باب فضل الصلوة على النبي  
ﷺ ، وابن حسان في الصحيح ۷۸/۳ (۴۱۰) ، والحاکم في المستدرک على  
الصحابتين ۱/۳۱۳ (۱۰۲۹) كتاب الجمعة ، و ۳/۲۰۳ (۶۸۱) كتاب الأحوال ،  
واحمد في مسنده ۳/۸ مرويات أوس بن أبي أوس ، والبزار في مسنده ۸/۳۱۱  
مرويات شداد بن أوس عن أبيه ، والطبراني في الأوسط ۵/۹۷ (۳۷۸۰)  
عبد الرحمن بن زيد أبو سعد المخانى وفي الكبير ۱/۵۸۹ (۲۱۶) وابن أبي عاصم في  
الآحاد والمثنوي ۲/۲۱۷ (۱۵۷۷) وفي كتاب الصلوة ۵۰/۲۳ (۲۱) وفاضي إسماعيل في  
فضل الصلوة ۱۱ ، والبيهقي في الاعتقاد ۳۰۵ ، وفي الشعب الایمان ۲/۱۱۰ (۳۰۲۹)  
وفي معرفة السنن والآثار ۲/۱۸۱۲ (۵۳۰) وفي فضل الأرقان (۲۷۰) في فضل ليلة  
الجمعة و يوم الجمعة ، والناسى في الجمعة ، باب الأمر باكتار الصلاة على النبي ﷺ ،  
والمرزوقي في الجمعة وفضلها (۱۳) باب ما جاء ان النبي ﷺ قال : اکثروا على من  
الصلوة يوم الجمعة ، وابن عساکر في تاريخ مدينة دمشق ۹/۳۰۲ في ترجمة : أوس بن  
أبي أوس ، وأبو نعيم في الدلائل ۲/۵۶۷ (۵۰۹) وفي معرفة الصحابة ۲/۳۵۲ ،  
والعربي في غريب الحديث (۶۷) باب رقم .

(۱) المستدرک على الصحابتين ۱/۳۱۳ (۱۰۲۹) كتاب الجمعة .

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے اور  
هذا حدیث صحیح علی شرط  
دوفوں نے اس کا اخراج نہیں کیا۔  
الشیخین ولم یخر جاه۔ (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
اوہ ابوادا و اور نسائی کے ہاں ہے اور ابن خزیم  
و عند أبي داود والنسانی وصححه  
غیرہ نے اس کی صحیحیت کی ہے۔  
ابن خزیمہ وغیرہ۔ (۲)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
اوہ روایت کیا گیا اس کو سن ابوادا و نسائی اور  
رویت افی مسن أبي داود والنسانی  
ابن ماجہ میں صحیح اسناد کے ساتھ۔  
و ابن ماجہ بالاسانید الصحیحة۔ (۳)

امام ملائی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
قال میرک : و رواه ابن حبان في  
صحيحه والحاكم وصححه وزاد  
ابن حجر بقوله وقال صحيح علی  
شرط البخاري ورواہ ابن خزیمہ في  
صحیحه ... قال النووي : إسناد  
صحیح وقال المنذری له علة دقيقة  
اشار إليها البخاري نقله میرک . قال  
اشار إليها البخاري نقله میرک . قال

(۱) (ایضاً ۴۰۳/ ۸۶۸) کتاب الأحوال

(۲) (فتح الباری ۸/ ۲۰۲) باب قوله تعالیٰ : واذکر فی الكتاب مریم ... )

(۳) (الأذکار (۳۳۲)

ابن دحیہ : إِنَّهُ صَحِيفٌ بِنَقْلِ الْعَدْلِ ،  
عن العدل و من قال : إِنَّهُ مُنْكَرٌ أَو  
غَرِيبٌ لَعَلَهُ خَفْيَةٌ بِهِ لَفَقَدْ اسْتَرْوَحَ لَأَنَّ  
الْمَارِقَطْنِيَّ رَدَهَا . (1)  
بَشِّرَ كَمْبِرِكَ نَقْلَ كَيْاَبَهُ اِبْنَ دِجَنَّهُ  
كَيْاَكَهُ كَيْسَجَهُ هُنَّ عَادِلُ رَادِيَ سَعْدَ عَادِلَ  
رَادِيَ رَوَاهَتَ كَرَهَاهُ هُنَّ اَوْ جَسَنَ نَيْ كَيْاَكَهُ  
يَمْكُرَ يَا غَرِيبَ هُنَّ اِيكَهُ خَفْيَهُ عَلَتَ كَهُ بَبَهُ تَوَ  
اسَكَيْ بَاتَ بَالَّلَّهِ لَغُوَهُ كَيْنَكَهُ دَارِقَطْنِيَّ نَهَنَ  
اسَعَلَتَ كَارَدَ كَيْاَبَهُ -

امام آلوی بخداوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :  
وَهُوَ حَدِيثُ حَسْنٍ عِنْدَ اَبْنِ الْعَرَبِيِّ  
وَقَالَ غَيْرُهُ صَحِيفٌ . (2)  
ما فِي اَبْنِ كَيْشَانِي تَفْسِيرٌ مِنْ لکھتے ہیں :

رواهہ ثوبہ داؤد و النسقی و ابن ماجہ من  
حدیث حسین بن علی الجعفری . وقد صح  
هذا الحديث مهمن خزيمة و ابن حبان  
والدارقطنی والتروی فی الأذکار . (3)  
او رواه ابراهیم بن ماجہ من  
علی چھی کی روایت سے اور ابن خزیمہ نے  
اس کی صحیح فرمائی ہے اور ابن حبان اور دارقطنی  
اور راوی نے اذکار میں اس کی صحیح کی ہے -

محمد بن علی شوکانی نے لکھا :

(1) مرفقات المفاتیح دریح منکاة المصایح (۳۱۰ / ۳) (۱۳۲۱)، کتاب الجمعة

(2) روح المعانی ۹ / ۹، سورۃ الانبیاء، آیت : یوم نطوی السماء الآية (۱۰۳)

(3) تفسیر ابن کثیر سورۃ الاحزاب آیت : (۵۶)

وقد أخرج ابن ماجه بأسناد جيد .(١) اور تحقیق ابن ماجہ نے سند جید اخراج کیا۔  
شمس الحق عظیم آبادی نے بھی شوکانی کے حوالے سے لکھا:

وقد أخرج ابن ماجه بأسناد جيد .(2) اور تحقیق ابن ماجہ نے سند جید اخراج کیا۔  
ناصر الدین البانی نے، ابو اسحاق الحرمی، کی سند کے بارے میں لکھا  
اور اس کی سند صحیح ہے۔ (3)

اور اسی البانی نے، ابو داؤد، ابن ماجہ، نسائی، مسلمونہ، الترغیب والترعیب، جامع الصیفیر، وغیرہم  
کتب پر اپنی تحقیق میں اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

اور بیکی البانی "سلسلة الاحاديث الصحيحة" میں لکھتا ہے:

رواہ ابو اسحاق الحرمی فی غریب اس روایت کو ابو اسحاق حرمی نے غریب  
الحدیث (٥/١٣) عن حسین بن علی عن ابن جابر عن ابی الاشعث  
اوہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے میں کہتا ہوں  
کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس میں علت اس  
کے لئے قادر نہیں جیسا کہ میں نے اپنی  
کتاب صحیح ابو داؤد میں اس کو بیان کیا ہے۔  
واسناد صحیح، وقد اعل بمالا  
يقدح كما بنته في كتابي صحيح أبي  
داود (٩٦٢)، و تخریج المشکاة  
(١٣٢١) و صحيح الترغیب (رقم

(1) (تبل الارطار ١ / ٦٥٠، کتاب الصلاة، أبواب الجمعة، بباب فضل يوم الجمعة ...)

(2) (عن المعمود شرح ابی داؤد ٣ / ٢٦٠ بباب تفريع أبواب الجمعة)

(3) (ارواء الغلبل (٣))

## من جمع صحيحة ولذلك ﴿٦٩٨﴾

(الصحابيون)

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر پر کئی اور احادیث ذکر کی جا سکتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں اور اگر کوئی صاحب ذوق و صاحت کا طالب ہو تو وہ قبلہ سیدی و سنی حضرت علامہ محمد عباس رضوی مدظلہ العالی کی کتاب، آپ ﷺ زندہ ہیں واللہ، کام مطالعہ فرمائے، یہ کتاب اس موضوع پر بے شک و بے مثال ہے۔

ذکرہ بالا بحث میں ذکر کیے جانے والے دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں لہذا مودودی کا انبیاء اور شہداء کو مردہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ صرف غلط ہے بلکہ قرآن و احادیث کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے پس واضح ہو گیا کہ صاحب: "تفہیم القرآن" کا ہل اُمُواتَ غَيْرُ أَخْيَاءَ ہے میں انبیاء، شہداء اور صلحین کو شامل کرنا اور اس کا مصدق اقرار دینا باطل محض ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کافران ﴿وَمَا يَشْفَرُونَ أَيَّانَ يَعْنَوْنَ﴾ میں "ما"، جس کا قاعدہ اکثر یہ ہے کہ یہ غیر ذہنی المعنول کے لئے آتا ہے۔ یہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ یہاں انسان مراد نہیں بلکہ جمادات، پتھر مراد ہیں کہ وہ بت جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں وہ یہ بھی سورتیں رکھتے کہ ان کے پچاری کب اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

صاحب تفسیر القرآن نے آگے لکھا

عرب کے متعدد قبائل، رہبین، کلب، تغلب، قضاۓ، کنانہ، حرث، کعب، کندہ وغیرہ میں کثرت سے میسائی اور یہودی پائے جاتے تھے، اور یہ دونوں مذاہب بری طرح انبیاء اولیاء اور شہداء کی

(1) سلسلة الأحاديث الصحيحة (٣٢/٣) (١٥٢٧)

پرستش سے آلوہ تھے۔ پھر مشرکین عرب کے اکثر نہیں تو بہت سے معمود گزرے ہوئے انسان ہی تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے خدا ہاتالیا تھا بخاری میں اس عبادت کی روایت ہے کہ وہ، سوائی، یغوث، یعوق، نریہ سب صالحین کے نام ہیں جنہیں بعد کے نوگ بست بنا میٹھے حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں انسان تھے اسی طرح کی روایات لات اور مناۃ اور عزی کے بارے میں بھی موجود ہیں۔ (۱)

اولاً :

مودودی صاحب نے جن قبائل کا ذکر کیا ہے یہ قبائل مکہ کمرہ میں یا اس کے قرب جوار میں رہنے والے نہیں تھے بلکہ ان قبائل کے مسکن مدینہ منورہ اور اس کے مضافات تھے اور وہ آیت مبارکہ جس سے مودودی صاحب نے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے وہ کی ہے بلکہ سورۃ النحل ہی مکہ میں تازل ہوئی اس میں اہل مکہ اور اس کے قرب و جوار کے مشرکین کو خطاب کیا جا رہا ہے اور ان کے بارے میں یہ کہا جا رہا، لہذا مودودی صاحب کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ جن کو مودودی صاحب اس میں شامل کر رہے ہیں یہاں کے متعلق تازل ہی نہیں ہوئی۔

ثانیاً :

اہل مکہ جن بھروسوں کی عبادت کیا کرتے تھے وہ نیک لوگوں کے مجسمے نہیں تھے بلکہ ان کے خود ساختہ مجسمے اور خود ساختہ نام تھے جن کا کوئی سکی نہیں تھا اور نہ ہی ان کی پوجا کا باعث ان کی صلاح، نیکی یا پاک دہمانی تھی اگر وہ صلاح و نیکی یا بزرگی کی وجہ سے ان کی عبادت کرتے تھے تو پھر انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام یا اسماعیل علیہ السلام کے بھروسوں کی عبادت کرنی چاہئے تھی کیونکہ ان سے زیادہ نیک یا پاک دامن تو سرز میں عرب میں بیٹھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے

کوئی نہیں ہوا اور ان کی تصاویر بھی کبھی کے اندر موجود تھیں، نہ قوان کے مجسمے بنائے گئے اور نہ ان کے مجسموں یا تصویروں کی صفات کی سمجھی کیوں کوئی بھی انسکی صحیح روایت نہ تو حدیث اور نہ عین خار غمیں ہے لہذا یہ بات ہی درست ہے کہ اہل کتبہ جن مجسموں کو معمود ہنا کر پوجتے تھے وہ ان کی نئی، ملاح یا پاک داشتی کی وجہ سے نہیں پوجتے بلکہ یہ ان کے خود ساختہ معبود تھے جن کی حقیقت سوائے مجسموں کے اور کچھ تھی اور ان مجسموں کا کوئی سُکی نہ تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کافرمان موجود ہے کہ:

﴿إِنَّهُ إِلَّا أَنْسَمَةٌ سَمِيمُونَ هَا أَنْتُمْ وَ وَ تَوْنِيْسُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَنٍ إِنَّ بَأْبَادَانَ رَكَلَنَّ هِنَّ اللَّهُ تَعَالَى نَفَقَنَ يَتَبَشَّرُونَ إِلَّا الظُّنُنُ وَ مَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ﴾ . کی کوئی سند نہیں اتنا تھی، وہ تو صرف گمان اور نفس کی پیروی کرتے ہیں۔  
(۱)

پس معلوم ہو گیا کہ صاحب "تفہیم القرآن" کا استدال سراسر باطل ہے۔

**ثالثاً:**

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے بارے میں ہم نے تفصیلاً پیچھے ذکر کر دیا ہے کہ وہ روایت درست نہیں ہے وہ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کوئی صالحین نہیں تھے بلکہ ان کے خود راستہ بنائے ہوئے بت تھے۔

**رابعاً:**

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کہ اساف اور ناکلہ انسان تھے شاید مسودوی صاحب کے نزدیک یہ لوگوں کی صفات یہی ہیں کہ حرم کعبہ میں زنا کرنے والے۔

اساف اور ناکلہ نیک لوگ نہیں تھے بلکہ پالپی قسم کے لوگ تھے ان کا ان کو معبد بناتا تو بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ نیکوں کو نہیں بلکہ بدکاروں کو بھی معبد بھختے تھے شاید بھی وجہ ہے کہ ان کے خود ساختہ معبوروں میں سے کوئی ایک بھی نیک صالح مسلمان کا مجسم نہیں تھا۔

#### خامساً:

لات، مناة اور عزیزی کے بارے میں بھی پچھلے اور اسی میں ذکر ہو چکا۔

پس دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مودودی اور اس کے ہم نوازوں کا انبیاء، شہداء، اور صالحین کو اس آیت کا مصدق اق قرار دینا غلط و مردود ہے یہاں ہتوں کے بارے میں ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہ ایسے مردہ ہیں کہ جن میں زندگی کو اصلاح کوئی دخل نہیں اور شرکیں ان کو معبد بنائے بیٹھے ہیں جبکہ اگر عقل و شعور سے کام لیتے تو اس میں ہی ان کے لئے ثابتیاں تھیں کہ وہ جن کو انہوں نے معبد بنا رکھا ہے ان سے تو اس لحاظ سے یہ خوب افضل ہے کہ ان میں حیات ہے اور انہی کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ ان پر کمی سورتیوں کو تو یہ بھی علم ہے نہ نہیں کہ تم جوان کے پیچاری ہو، تمہیں کب اللہ تعالیٰ کی طرف اخھایا جائے گا۔

پس اس آیت کا مصدق انبیاء، شہداء اور اولیاء کو ظہراً اظلم وزیادتی کے سوا اپنے نہیں ہو سکا۔

## ایک اور شبہ اور اس کا نزالہ

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

ان ام حبیبة، و ام سلمة، ذکرنا یعنی حضرت ام حبیبة اور حضرت ام سلمہ رضی  
اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے ایک  
گرجا کا ذکر کیا جس کو انہوں نے جس میں  
دیکھا تھا اور اس میں تصویریں تھیں۔ رسول  
اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ  
حالت تھی کہ جب ان میں سے کوئی نیک  
آدمی مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے  
اور اس میں اس کی شکل کی تصاویر بناتے، یہ  
لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بد  
ترین حقوق ہوں گے۔

حضرت جذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

سمعت النبی ﷺ ، قبل ان يموت یعنی میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے  
بحمس و هو بقول :.... الا وإن من سنا، یہ بات آپ ﷺ نے وصال سے پائی  
کان قبلکم، کانوا يخذلون قبور دون پہلے ارشاد فرمائی تھی (جس میں ہے) کہ  
أَبْيَانُهُمْ وَصَالِحِيهِمْ، مَسَاجِدُهُمْ، إِلَّا فَلَا خُرْدَارْجُولُكْ تم سے پہلے تھے انہوں نے

(۱) آخر جه مسلم فی الصحيح (۵۲۸) کتاب المساجد، والبخاری فی الصحيح (۳۱۶)

(۲) کتاب الصلوة، وابن حبان فی الصحيح ۷/۳۵۳ (۳۱۸۱)، وابن خزيمة فی الصحيح

، وغیرہم (۴۹۰)

تَخْذُلُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدٍ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ أَپْنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو عبادت کا ہیں  
بَنَالِيَا تَحْذِيرًا وَرَمَ قَبْرَوْنَ كَوْ مسجد نہ بنانا، میں تم کو  
عَنْ ذَلِكَ (۱) اس سے منع کرتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ  
لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ طَفْقٌ  
یعنی جب رسول اللہ ﷺ کا آخری وقت  
بِطْرَحٍ خَمِيسَةٍ لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا  
قریب آیا تو چہرہ انور پر اپنا کسل ڈال لیا اور  
جَبْ كَثِيرًا هُنْجَسْتَ مُحْسُونٍ فَرَمَّا تَوَسَّ كَوْ جہرہ  
اغتم بہ کشفہا عن وجہہ، فقال، وهو  
كَذَلِكَ، لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ  
انور سے ہٹا لیتے اور اسی حالت میں آپ  
وَالنَّصَارَى، التَّخْذُلُوا قُبُورَ أَنْبِيَاهِ  
کے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی لعنت  
مساجد، يَحْذِرُ [مثُلَّ] مَا صَنَعُوا (۲)  
ہو یہود و نصاری پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء  
کی قبروں کو عبادت کا ہیں بنالیا اور جو کچھ  
انہوں نے کیا اس سے بچنے کے لئے فرماتے  
یہ احادیث مبارکہ اور ان کی مثل پیش کر کے بھی اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی  
جائی ہے کہ صالحین کی تسلی و صلاح کی وجہ سے ان کی عبادت کی گئی اور ان کو بحدے کر کے شرک کا  
ارٹکاب کیا گیا، اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو انبیاء اور اولیاء کی قبور پر حاضری سے روکنے کی کوشش  
کی جاتی ہے۔

(۱) اخرجه مسلم فی الصحیح (۵۳۲) کتاب المساجد، وابو عوانة فی مسندہ ۱/۲۲۵

(۲) والطرانی فی الأوسط (۳۳۵۷/۳۳۴۳) وغیرہم (۱۱۹۲)

(۲) اخرجه البخاری فی الصحیح (۳۲۵) کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوة فی الیمة، و  
مسلم فی الصحیح (۵۳۱) کتاب المساجد، باب النہی عن بناء المساجد علی القبور۔

الله تعالى کی توفیق کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ ان احادیث مبارکہ میں ایسے کوئی الفاظ موجود نہیں ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وہ ان کی حبادت کرتے تھے۔

اولاً: حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ "علی قبرہ مسجدا،" کا یہ معنی ہے کہ اس کی قبر پر مسجد ہاتے یعنی اس کی قبر پر اس طرح مسجد ہاتے کہ اس کی قبر مسجد میں ستر قبلہ ہوتی اور اس میں وہ نمازیں پڑھتے جس کی وجہ سے ان کے لئے عید بیان کی گئی۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا جلسو عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تَصْلُوا  
يعنی قبور پر نشیط ہو اور نہ ان کی طرف نماز  
إِلَيْهَا، وَفِي رِوَايَةٍ: "لَا تَصْلُوا إِلَى  
پڑھو اور ایک روایت میں ہے کہ قبور کی  
الْقُبُورِ، وَلَا جلسو عَلَيْهَا۔ (۱)  
طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر نشیط ہو۔

حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
لَا تَصْلُوا إِلَى قَبْرٍ وَلَا تَصْلُوا عَلَى الْقُبُورِ (۲)      يعنی قبر کی طرف اور نہ قبر پر نماز پڑھو۔

- (۱) (آخرجه مسلم في الصحيح (۷۹۲) كتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلة عليه، وأبو داود في السنن (۳۲۲۹) كتاب الجنائز، باب في كراهة القعود على القبر، والترمذى في الجامع (۱۰۵۰) كتاب الجنائز، باب ما جاء في كراهة المشي على القبور، وأ ابن حبان في الصحيح (۹۱/۶ و ۹۳/۲۳۰) و (۲۳۲۳)، وأ ابن خزيمة في الصحيح (۲/۷۹۳)، وأحمد في منتهى (۳/۱۳۵)، وعبد بن حميد في منتهى (۳/۳۷۳) والبيهقي في السنن الكبرى (۲/۳۳۵ و ۳/۳۳۵) و (۳/۳۴۷) و (۷/۷۹)، وفي معرفة السنن والأثار والطبراني في الكبير (۱۹۳/۱۹۳)، وفي منتهى الشامين (۱/۲۲۹ و ۲۳۰)، وأبو عوانة في منتهى (۱/۳۳۲) و (۱۱۷۹)، وأبو يعلى في منتهى (۳/۸۳) و (۱۵۱۳) (آخرجه الطبراني في الكبير (۱۱/۳۷۶) و (۱۲۰۵۱))

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ  
ان النبی ﷺ نہیں عن الصلوٰۃ إلی یعنی بے شک نبی اکرم ﷺ نے قبور کی طرف  
(من کر کے) نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔  
القبور (1)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کی طرف نماز پڑھی  
جس کا انہیں علم نہیں تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر کہنا شروع کر دیا "القر  
القبر" یعنی قبر، قبر۔ (2)

کیونکہ قبر کی طرف سجدہ کرنا حرام اور عبادت کی نیت سے شرک، اس لئے ان پر بختم وعید بیان  
فرمائی گئی کہ جب وہ عبادت الہی میں معروف ہوتے تو ان کے سامنے قبریں اور تصویریں ہوتیں  
جن کی وجہ سے عبادت الہی میں انہاک کی بجائے خیال ان قبروں اور تصاویر کی طرف چلا جاتا  
جس کی وجہ سے عبادت میں خشوع و خضوع نہ رہتا۔

ثانیاً: یہی وجہ ہے کہ وہ ان کی قبروں کو اکھاڑ کر مسجد بنائیتے تو مسلمانوں کی قبروں کو اکھاڑ کر  
مسجد بنانا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے مقررین انہیاء و صالحین کی قبور کو اکھاڑ کران کی  
حد مسجدیں بنائی جائیں۔

ثالثاً: "وصوروا فيه تلك الصور" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی محل کی تصاویر  
آوریاں کرتے جس کی وجہ سے ان کے لئے وعید بیان کی گئی ہے۔

(1) (آخرجه ابن حبان في الصحيح ٩٣ / ٢٣٢٣)

(2) (ذکرہ البخاری في الصحيح تعلیقاً، کتاب الصلوٰۃ، هل نیشن قبور مشرکی الجاهلیة،  
والبیهقی في السنن الکبیری ٣٣٥ / ٢، ٣٠٧ / ٥) باب النہی عن الصلوٰۃ إلی القبور، عبد  
الرزاق في المصنف ١ / ٣٠٣ (١٥٨١)، باب الصلة على القبور۔

وقال الحافظ في المطالب العالية ١ / ٣٣٦، ٣٣٧: هذا خبر صحيح علقة البخاري۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سُجّع میں حضرت عون بن ابی حییہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”قال رأیت أبي الشتر عبا حجاجاً  
لئن میرے والد ماجد نے ایک قائم غلام خریدا  
فقال له قال نبی النبی ﷺ عن نعن  
اس کے سوال پر فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے  
الكلب ولعن الدم و لعن الواشمة  
کئے اور خون کی قیمت سے منع فرمایا ہے اور  
گودنے والی اور گدوانے والی، سود کھانے  
والے المصورون (۱)  
والے اور کھلانے والے اور مصور پر لعنت  
فرمائی ہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أشد الناس عذاباً عند الله يوم  
يُبَثِّكُ رُؤْسَهُ قِيمَتُهُ تَامٌ لِّوْغُونَ سَعْتَ  
ذَنَابَ تَصْوِيرِيَّسِ بَنَانَهُ وَالوْلَوْنَ كَوْهُوْگَا۔  
القيمة المصوروں۔ (2)

(۱) آخر جه البخاري في الصحيح ۲/۳۱ (۴۰۵۹) (۴۰۸۶) باب: موکل الربا، لفظ له، و

(۲) كتاب البيوع، باب نعم الكلب ۱۲۱ (۵۲۱)، وابن حبان في الصحيح ۱۲/۱۲۲

۱۲۳ (۵۸۵۲)، وأحمد في مسنده ۳/۳۰۸ (۳۰۹)، وأبي يعلى في مسنده

۱۹۰/۲ (۸۹۰)، وابن الجعدي في مسنده (۱۵)، والبيهقي في السن الكبير ۶/۶ (۱۰۷۸۰).

(۲) آخر جه البخاري في الصحيح (۵۶۰۶) كتاب اللباس باب عذاب المصوروين يوم القيمة، ومسلم في الصحيح (۲۱۰۶) باب تحريم تصوير صورة الحيوان، والثانوي في السنن (۵۳۶۳) باب ذكر أشد الناس عذاباً، وابن أبي شيبة في المصنف ۵/۲۰۰ = = =

ان احادیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے عام مصوروں کے بارے میں وعید ہیں موجود ہیں لیکن وہ تو عبادت گاہوں میں تصاویر بناتے تھے جو بوقت عبادت سامنے ہوتی تھیں جس کی وجہ سے ان پر لعنۃ کی گئی کیونکہ نمازوں عبادت الٰہی کے وقت تصویر کا سامنے ہونا تو بہت عیٰ ناروا ہے۔

جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان قرام لعائشہ سترت به جانب کے کاشانہ مبارکہ میں ایک طرف گھن کا پردہ بیتها ففال لها النبی ﷺ امیطی عنی لٹک رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسے ہٹا دو کیونکہ اس پر دے کی تصویریں نماز میں میرے سامنے ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: یعنی ہم تمہارے گرجا گھروں میں ان نقوش اسالا ندخل کنائسکم من اجل کی وجہ سے نہیں جاتے جن میں تصویریں التمائیل التي فيها الصور . (2) ہوتی ہیں۔

= = = = =  
٣٣٢ / ٥ ( ٢٠٠٩ ) و احمد فی مسنده ١ / ٣٧٥ ، والبزار فی مسنده ٥ / ٣٢٥ ( ٢٥٢٠٩ ) ، والبیهقی فی السنن الکبریٰ ٧ / ٢٦٨ ( ١٣٣٣ ) ، والطحاوی فی شرح معانی الأکار ٣ / ٢٨٦ وغیرہم .

(1) اخرجه البخاری فی الصحيح ( ٥٩٥٩ ) کتاب اللباس ، باب کراہیۃ الصلوۃ فی الصاریف ، واحمد فی مسنده ٣ / ١٥١ ( ١٢٥٣ ) ، وابو عوانة فی مسنده ١ / ٣٠٢ .  
(2) ذکرہ البخاری فی الصحيح تعلیقاً کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی الیعة ، = =

کیونکہ جہاں تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔  
جیسا کہ احادیث مبارکہ میں موجود ہے کہ:

إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ  
فَرْشَتَةٌ دَاخِلٌ نَّهِيْسُ ہوتے۔  
الْمُنْكَرُ (۱)

تو عبادات جو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی رحمت کے حصول کے لئے کی جاتی ہیں انہوں نے ان مقامات کو ہی تصاویر کا مسکن بنادیا تھا اس لئے ان پر سخت وعید فرمائی گئی اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وجوہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس گرجے میں نماز پڑھ لیتے جس میں تصاویر نہ ہوئی تھیں۔

جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقًا اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ:  
کان ابن عباس يصلي في البيعة إلا <sup>يعني</sup> حضرت ابن عباس رضي الله تعالى عنهما اس  
گرجا میں نماز پڑھ لیتے جس میں تصاویر نہ  
بیعة فيها التماثيل . (2)

پس معلوم ہو گیا کہ ان پر لعنت کرنے اور ان کے لئے سخت ترین وعید بیان کرنے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ ان قبروں اور تصاویر کی عبادات کرتے تھے بلکہ وجوہ تھی کہ وہ حرام کے مرکب ہوئے تھے اور قرآن و احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ حرام کے ارتکاب و مرکب کے لئے بھی = واليهم في السنن الكبيرى ١١/٧٨ (١٣٩٢) كتاب الصداق، وفي نسخة ٧٢٦٨ وبعد الرزاق في المصنف ١/٣١١ (١٦١٠) وغيرهم.

(1) آخر جه البخاری في الصحيح (٥٦١٦) كتاب اللباس، باب من لم يدخل بيته فيه صورة، و مسلم في الصحيح (٢١٠٧) باب تحريم تصوير صورة الحيوان، وغيرهما.  
(2) ذكره البخاري في الصحيح تعليقاً، ٩٥/١، كتاب الصلوة، باب الصلوة في البيعة.

اُسی ہی وعید میں بیان کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ:

قال ﷺ لعنة الله على السارق.... فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی ہے  
الحدیث. (1) --- الحدیث.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ:

قال ﷺ : لعنة الله الواصلة يعني نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
والمستوصلة والواشمة نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو بالوں کو  
جوڑیں اور جڑواں ایں اور جو گدوں ایں اور گدوں ایں  
والمسوشعمة. (2)

اس پر کئی اور احادیث پیش کی جاسکتی ہیں کہ حرام کے ارتکاب پر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

ذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ ان کا انبیاء اور صالحین کی قبروں کو  
مسجد بنانا یہ تھا کہ ان کو وہ عبادت گاہوں میں فن کرتے جیسا کہ آجکل بھی اگر کوئی ان کا بازار  
جائے تو اس کو وہ گرجا گھر میں فن کرتے ہیں جس کی بے شمار میں یورپیں ممالک میں دیکھی جا  
سکتی ہیں یا وہ ایسا کرتے تھے کہ ان کی قبروں پر مسجدیں بناتے یعنی عبادت گاہ میں مست قبل ان کی

(1) اخیر جه البخاری فی الصحیح (۲۳۰۱) کتاب الحدود، و مسلم فی الصحیح  
(۱۲۸۷) و أبو عوانة فی مسنده ۱۱۶/۳ (۶۲۳۲)، إلی ۶۲۳۶ وغیرہم.

(2) اخیر جه البخاری فی الصحیح (۵۵۸۹) کتاب اللباس، والبیهقی فی السنن الکبری  
(۳۲۴۲) (۳۰۲۷) وغیرہم۔

قبوں ہوتیں اور جب غماز وغیرہ پڑھتے تو چہرے کے سامنے ان کی قبریں ہوتیں اور ان کے اور ان کی قبروں کے درمیان کوئی آڑ بھی نہ ہوتی اس وجہ سے ان پر لعنت کی گئی کہ وہ حرام کے مرکب ہوئے اور اس پر بعض نے مزید حرام کا ارتکاب کیا کہ عبادت گا ہوں میں ان کی تصاویر بنا دلیں تو ان کے ان حرام امور کے ارتکاب کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پس ان احادیث مبارکہ سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ وہ ان قبروں یا ان تصاویر کی عبادت کرتے ہوں۔

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہاں ایک روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ یا اس کے ہم معنی الفاظ سے بیان کر کے ایک اور شبہ پیدا کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ! میری قبر کو "وَنْ، وَنْ" نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے، اور اسی کو زیارت قبور انجام دے، اور اولیاء سے روکنے کے دلیل بنایا جاتا ہے۔

لِيَنِي بِعَذَابِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ لَا  
أَنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَاكَ  
تَجْعَلُ قَبْرِي وَثَنَاهُ بَعْدَ أَشْتَدِ غَضْبِكَ  
اللَّهُ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ الْأَنْبِيَاءِ هُمْ  
هُنَّ أَنْجَنُوكُمْ لَنْ يَأْتُوكُمْ مَنْ سَاجَدَ.  
قَبْرُوكُمْ كَوْبَادَهُنَّا لِيَا۔

یہ روایت مختلف کتب میں مختلف طریق سے مردی ہے، کچھ میں یہ مرسل ہے اور کچھ میں مرفع۔ ہم پہلے اس روایت کے وہ طرق جن سے اس کو مرفوع بیان کیا جاتا ہے ان کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟

تو سب سے پہلے اس روایت کو ہم امام ابن عبد البر کے حوالے سے دیکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے ملاحظہ ہو وہ اس کی سند کو یوں مرفوع بیان کرتے ہیں:

”قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمَ بْنَ شَاهْرَ وَ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ قَالَا : حَدَّثَنَا  
مُحَمَّدَ بْنَ أَحْمَدَ بْنَ يَحْيَى قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدَ بْنَ أَبْيَوبَ الرَّقِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدَ  
بْنَ عُمَرَ وَ الْبَزَارُ قَالَ حَدَّثَنَا سَلِيمَانَ بْنَ سَيْفٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدَ بْنَ سَلِيمَانَ بْنَ  
أَبْيَوبَ الْحَرَانِيَّ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمْ عَنْ عَطَاءِ بْنِ

یسار عن أبي سعید الخدري ان رسول الله ﷺ ..... الحديث .(1)  
اولاً : اس منہ میں ایک راوی " محمد بن ایوب رقی " ہے -  
علام ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

" محمد بن ایوب بن الصمود الرقی " یعنی محمد بن ایوب بن صمود رقی ، هلال بن علام سے اور ایک جماعت سے روایت کرتا روى عن هلال بن العلاء و طائفه ، ... و هو من الضعفاء . قال في المغني : ہے - اور وہ ضعفاء میں سے ہے ، مخفی میں کہا کہ امام ابو حاتم نے اس کی تضعیف کی ہے - ضعفه أبو حاتم . (2)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :  
" محمد بن ایوب الرقی ، عن میمون بن مهران سے روایت کرتا ہے ابو حاتم نے اس کی تضعیف بن مهران ، ضعفه أبو حاتم . (3) کی ہے -

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :  
" قال أبو حاتم : ضعيف . وقال ابن حبان : كان يضع الحديث . (4)  
ابو حاتم نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اور ابن حبان نے کہا کہ حدیث گھر نے والا ہے -  
امام ابن الی حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں -

" عبد الرحمن قال : سأله أبي عنه ، عبد الرحمن نے کہا میں نے اپنے والد سے

(1) التمهید لابن عبد البر / ٥ ۳٢۰ و فی نسخة ٣٢٢ / ٣

(2) دلرات النصب / ٣٧٤ و وفات ٣٣١

(3) المغني في الضعفاء / ٢٦٩ ، ميزان الإعتدال / ٦ / ٧٥

(4) التهذيب التهذيب / ٥ / ٣٩٥

فقال : ضعيف الحديث . (١)  
اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ ضعیف  
الحدیث ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :  
”شیخ بعض الحدیث علی مالک“  
یعنی شیخ مالک پر حدیث گھرنے والا اس سے  
روایت کرتا ہے زہیر بن عباد الرواسی ، لا  
تحل کتابة حدیثه إلا على سبیل  
الاعتبار . (٢)

ثانیاً :  
اس سند میں ایک راوی ”محمد بن سلیمان بن أبو داود حرانی“ جس کی  
اکثریت نے توثیق کی ہے۔  
لیکن ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں کہا کہ ”منکر الحدیث ..“  
(٣)

ثالثاً :  
حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کو اس روایت کی سند کے راوی ”عمر بن محمد“ میں وہم  
ہوا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ :  
”فهذا الحدیث صحيح عند من قال بعماسیل الثقات ، وعند من قال بالمسند  
لإسناد عمر بن محمد له ، وهو من تقبل زیادته . وبالله التوفیق .“  
(٤)

(١) (الجرح والتعديل ٢/٢٦)

(٢) (كتاب المجروين ٢/٥١)

(٣) (الجرح والتعديل ٧/٣٥٢)

(٤) (التمہید لابن عبد البر ٥/٣٣ وفی نسخة ٣/٢٢، ٢٣)

حافظ ابن عبد البر کے خیال میں یہ "عمر بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب" ہے۔  
جیسا کہ انہوں نے لکھا کہ "وهو عمر بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب" (ایضاً)

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ یہ "عمر بن محمد بن صہبان اسلمی" ہے۔  
جیسا کہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے "مجمع الزوائد باب فی الصلة بین  
القبور واتخاذها مساجد والصلوة إلیها" میں کہا کہ "رواہ البزار و فیه عمر بن  
صہبان وقد اجتمعوا علی ضعفه" (۱)

اور امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو "مسند بزار" کے زوائد میں ذکر کیا اور امام بزار  
رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ذکر کیا کہ "لا نحفظه عن أبي سعيد إلا بهذا الإسناد" (۲)  
اور حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید حافظ ابن رجب حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی  
ہوتی ہے آپ لکھتے ہیں:

"وعمر هذا هو ابن صہبان ، جاء منسوباً في بعض نسخ "مسند البزار" ، وظن  
ابن عبد البر أنه عمر بن محمد العمري ، والظاهر أنه وهم . (۳)  
پس جب مسند بزار کے بعض نسخوں میں وضاحت موجود ہے کہ یہ "عمر بن محمد بن  
صہبان" ہے۔

ای بات کو غیر مقلدین کے حدث ناصر الدین البانی نے بھی ذکر کیا تحدیر الساجد"

(۱) (۲۰۶۵) ۱۱۰، ۱۰۹ (۲)

(۲) (کشف الاستار) ۲۲۰ (۳۳۰)

(۳) (فتح الباری) لابن رجب ۲/ ۲۳۶ کتاب الصلة ، تحت الحديث : قاتل الله اليهود  
الخندرو قبور أئمباهم مساجد )

کے حاشیہ میں لکھا کر:

”وفيما قاله ابن عبد البر في عمر هذا نظر فقد قال الحافظ ابن رجب في ”الفتح“: خوجه من طريقه البزار و عمر هذا هو ابن صهبان [صهبان] جاء منسوباً في بعض نسخة البزار وظن ابن عبد البر أنه عمر بن محمد العمري والظاهر أنه وهم وقد روی نحوه من حديث أبي سلمة عن أبي هريرة ياستاد فيه نظر.“ (۱)

پس اعتماد اسی پر کیا جائے گا اور یہ راوی مجروح ہے۔  
اس کے بارے میں آئندہ فن کی آراء ملاحظہ فرمائیں:  
امام احمد بن حبیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ أَدْرَكْتَهُ وَلَمْ أَسْمَعْ لَيْسَ وَهُوَ كُوئیْ جِزْئِيْسَ ہے میں نے اس کو پایا ہے  
اور اس سے کچھ نہیں سن۔“ (۲)

امام دوری رحمۃ اللہ علیہ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرماتے ہیں:  
”لَا يَسْوَى حَدِيثَ فَلَسَ“ (۳)  
اس کی حدیث ایک فلس کے برابر بھی نہیں۔

معاوية بن صالح انہی سے بیان کرتے ہیں:  
”لَيْسَ بِذَاكَ“ (۴)  
لیکن یہ ایسا نہیں ہے۔

ابن ابو رمیم انہی سے بیان کرتے ہیں:

(۱) (تحذیر الساجد ۲۳)

(۲) (تهذیب الکمال ۷/۵۰۲) (۳۸۸۷)

(۳) (تاریخ ابن معین روایة الدوری ۲۵۳/۳ ۱۹۶۱) (۴) (تهذیب الکمال ۷/۵۰۲)

(۴) (تهذیب الکمال ۷/۵۰۲) (۳۸۸۷)

”ضعيف الحديث .(١)

امام بخاري رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”منکر الحديث .(٢)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”ضعیف و قال موضع آخر: متروک

الحديث .(٣)

امام ابو زرعة رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”ضعیف اور وایقی حدیث والا ہے۔

”ضعیف الحديث واهی الحديث (٤)

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”ضعیف الحديث، منکر الحديث اور متروک

الحديث .(٥)

ابو شعیب ازدی اور ارارقطنی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں :

”متروک الحديث .(٦)

امام ابن عذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

(١) (تہذیب الکمال ۷/۵۰۲) (٣٨٨٤)

(٢) (الدریخ الكبير للبخاري ٢٥/٦٢١) (٨١٢١)، (الضعفاء الصغير )

(٣) (الضعفاء والمتروکین للنسائی ٨٣) (٣٦٩)، و (تہذیب الکمال ۷/۵۰۲) (٣٨٨٤)

(٤) (تہذیب الکمال ۷/۵۰۲) (٣٨٨٤)، و (الجرح والتعديل ٦/١٣٣) (٩٨٢)، (١٣٥، ١٣٦)

(٥) (الجرح والتعديل ٦/١٣٣) (٩٨٤)، و (تہذیب الکمال ۷/۵۰۲) (٣٨٨٤)

(٦) (تہذیب الکمال ۷/۵۰۲) (٣٨٨٤)

”عامة أحاديثه مما لا يتابعه الثقات“ اس کی اکثر احادیث میں ثقات نے اس کی  
علیہ، و غلبت علی حدیث المناکیر متابعت نہیں کی اور اس کی احادیث میں مکر  
احادیث کاظب ہے۔ (1).

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
”کان قلیل الحديث“ یعنی کم حدیث والا ہے۔ (2)

امام ساجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
”فی ضعف“ یعنی اس میں ضعف ہے۔ (3)

سعید بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
”لَمْ يَكُنْ بِشَيْءٍ أَدْرَكَهُ وَلَمْ أَسْمَعْ  
هُوَ أَرَاسَ سَكَنَتِهِ“ یعنی وہ کوئی چیز نہیں ہے میں نے اس کو پایا  
منہ۔ (4)

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء“ میں فرماتے ہیں:  
”قَالَ أَبُو نَعِيمٍ : كَانَ ضَعِيفًا“ یعنی ابو فیض نے کہا کہ ضعیف ہے۔ (5)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
”روی عن نافع و زيد بن أسلم أحاديث  
مناكير“ یعنی نافع اور زید بن اسلم سے مکر احادیث  
روايت کرتا ہے۔ (6)

(1) (الکامل لابن عدی ۶/۲۳ الی ۲۷/۱۸۸)، و تهذیب الکمال ۷/۵۰۲ (۳۸۸۴)

(2.3) (تهذیب التهذیب ۳/۲۸)

(4) (تهذیب التهذیب ۳/۲۸)

(5) (تهذیب التهذیب ۳/۲۸)

(6) (المدخل الى الصحيح ۱۱۱/۱۰۹)

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
 یعنی اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ اور  
 ”لا بحکم حديثه“ (۱) و قال فی  
 ایک جگہ کہا کہ ضعیف تھا اس کی حدیث نہیں  
 موضع آخر: کان ضعیفا لا بحکم  
 لکھی جائے گی اور یہ کوئی چیز نہیں۔  
 حدیثہ وليس بشیء۔ (۲)

امام بنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
 ”ضعیف الحدیث“ (۳) یعنی ضعیف، حدیث والا ہے۔

امام بنیتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
 ”یعنی وہ ضعیف ہے۔“ (۴)

امام بنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
 ”متفق علی ترکہ“ (۵)

امام بنیتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
 ”وقد اجتمعوا على ضعفه“ و قال:  
 یعنی اس کی ضعف پر اجماع ہے۔ اور ایک  
 مقام پر کہا کہ ضعیف ہے، ایک اور مقام پر کہا  
 ضعیف، و قال: متروک۔ (۶)  
 کہ متروک ہے۔

(۱) کتاب الصعفاء لابن نعیم ۱۱ (۱۳۷) ، و تهذیب التهذیب (۲۸/۳)

(۲) موالات ابن أبي ذیبة (۱۳۲) (۱۹۰)

(۳) (تهذیب التهذیب) (۲۸/۳)

(۴) سنن الکبری ۵/۳۳ (۸۸۰) باب رفع الصوت بالتلیۃ۔

(۵) صحیح مسلم مع شرح التواریخ ۱/۵، درسی۔

(۶) مجمع الزوائد ۲/۱۰۹ (۲۰۶۵)، و ۳/۲۲۲، و ۳/۱۹۲، و ۱۹۰، و ۲۱۹۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ضعیف (۱) یعنی ضعیف ہے۔“

علام ابن حزم ظاہری اور محمد بن علی شوکانی نے کہا:

”اوہ ضعیف (۲) ہے۔“

رابعاً: اس روایت کو بھی یزید بن اسلم سے میان کر رہا ہے اور امام حاکم نے زید بن اسلم سے اس کی روایات کے بارے میں فرمایا کہ:

”روی عن نافع و زید بن اسلم“ یعنی نافع اور زید بن اسلم سے مکر احادیث احادیث مناکیر (۴) روایت کرتا ہے۔

پس مذکورہ بالآئین کی آراء سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ روایت صرف ضعیفی نہیں بلکہ موضوع ہے کیونکہ اس کے راوی کے بارے میں امام ابن حبان نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث مگر ہے لہذا ایہ روایت اس کے کذب کی وجہ سے موضوع ہے۔

(۱) تقریب التهذیب (۲۵۳)

(۲) المحلی ۷/۵۱۸، و نیل الارطار ۲/۱۳۹

(۴) المدخل الى الصحيح (۱۶۱) (۱۰۹)

وانظر: (تهذیب الكمال ۷/۵۰۲، والکامل لابن عدی ۲/۲۳۶ إلى ۲۴۱)، (الجرح والتعديل ۲/۱۳۳، ۱۳۵، ۹۸۷)، (المیزان الاعتدال ۵/۲۵۰، و دیوان الصمعاء والمحترکین ۲/۱۹۰)، (المعنى في الضعفاء ۲/۱۲۰)، (الکافش ۲/۲۳)، (تهذیب التهذیب ۳/۲۷، ۲۸)، (التاریخ الكبير للبغاری ۶/۲۵)، (ولسان المیزان ۵/۲۲۵)، (اکمال تہذیب الكمال ۱۰/۱۰۷ إلى ۱۱۷)، (الضعفاء لابن شاهین ۳۵۵)، (المجروحین لابن حبان ۲/۸۱، ۸۲)، (العلل للدارقطنی ۹/۵۶).

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ "العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویة" میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ تھما سے روایت کی ہے کہ:

"وَسَلَلْ عَنْ حَدِیثِ الْمَعْرُورِ بْنِ سَوِیدٍ عَنْ عَرْمَعْنَ الْبَنِی مَعْلُوْنَ کی حَدِیثَ کَبَارَے مِنْ پُوچھا گیا کہ آپ مَعْلُوْنَ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ عزوجل! میری قبر کو وہ نہ بنانا، اور میں اسرائیل نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے قبور کو مساجد بنالیا تھا۔ فرمایا اس کو اُمش کے اصحاب اس سے عن المَعْرُورِ عَنْ عَرْمَعْنَ حَدِیثِ الْأَعْمَشِ، عَنْ فَقَالَ: يَرُوِيهِ أَصْحَابُ الْأَعْمَشِ، عَنْ وَكَانَ بْنُو إِسْرَائِيلَ التَّخْلُوا بِالْقُبُورِ أَنْبِيَالَهُمْ مَسَاجِدَ.

فَقَالَ: يَرُوِيهِ أَصْحَابُ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَنِ الْمَعْرُورِ عَنْ عَرْمَعْنَ حَدِیثِ الْأَعْمَشِ، عَنْ

وَاسْنَدَهُ عَبْدُ الْجَيَارَ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبْنِ عَيْنَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ

الْمَعْرُورِ، عَنْ عَرْمَعْنَ حَدِیثِ الْأَعْمَشِ.

وَلَمْ يَتَابِعْ عَلَيْهِ، وَالْمَحْفُوظُ هُوَ عَنِ الْمَوْقَفِ. (۱)

مَحْفُوظُ مَوْقَفٌ ہے۔

اولاً:

اس روایت میں کی سند میں "امام سفیان بن عینہ"، ہیں جو کہ ثقہ، حافظ، امام، جنت ہیں لیکن یہ مُسَس ہیں۔

(۱) (العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویة) ۲۲۰/۲، ۲۲۱، سوال نمبر (۲۲۳)

امام ذمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی مشہور تسلیس کے ساتھ۔

”مشہورا بالتدليس“ (۱)

اور امام علائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی سفیان بن عینہ امام المشہور

”سفیان بن عینہ الامام المشہور“

مکفر من التدليس لکن عن الفحات

”مکفر من التدليس لکن عن ثقات“

۔

(۲) ...

اور امام مقداری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ملسن میں شمار کیا ہے۔ (۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو ملسن میں شمار کیا ہے (۴)

گو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ملسن کے دوسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔

اور ایسے ہی ابوالوفا ابن الحجی نے بھی ملسن میں شمار کیا ہے۔ (۵)

اور غیر مقلدین کے ذمی زماں، زیر علیزی نے ”الفتح العین فی تحقیق طبقات

المدلسین“ میں ان کو تیرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور زمی کے نزدیک تیرے طبقہ کے ملسن

کی عن سے بیان کردہ روایات بغیر صراحت تحدیث کے مردود ہوئی ہیں۔

علیزی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ”لکن یدلس إلا عن ثقة“ کے تحت

---

شارکانشان دے کر اس کے ذیل میں لکھتا ہے:

(۱) سیر اعلام البلاء ۳۶۵/۸

(۲) جامع التحصیل ۱۰۶

(۳) قصيدة المقدسى فی المدلسین ۷

(۴) (طبقات المدلسین ۳۲، نفیہ التهذیب ۱/۳۰۳، بولیہ: وکان رب مادلس۔)

(۵) (تبیین لأسماء المدلسین ۹۳)

یعنی اکثر ایسا ہے اور وکر شدہ مذکور ہے کرتا ہے  
 ابی بکر الھملی (متروک) وغیرہ و  
 کان بدلس عن المدلسین کا ابن  
 جریج وغیرہ فتحتہ غیر مقبولة إلا  
 صرح بالسمع أو توبع وهذا في  
 غير الصحيحين والمعجب من  
 الحافظ ابی زرعة ابن عراقی قال : ”  
 پر کاس نے کہا شہور بالدلیس ہے،----  
 اور وہ تیرے مرتبہ میں مذکور میں سے ہے  
 المدلسین: العلایی (ص ۱۰۶) وابو  
 زرعة ابن عراقی (۲۲) والسرطی  
 (۱۹) والحلی (ص ۲۸) والنعمی (۹۲)  
 (۹۳) وهو من المرببة الثالثة . (۱)

لہذا یہ روایت غیر مقلدین کے ذمیں زمان کے قوانین کے مطابق اس وقت تک قابل  
 قول نہیں جب تک کہ سفیان بن عینہ اس کو ساع کی تصریح کے ساتھ بیان نہ کریں یا کوئی ثقہ  
 راوی ان کا متألف نہیں جائے اور اس روایت کی ولی سند ہماری نظر میں نہیں ہے جس میں ساع کی  
 صراحت موجود ہو یا سفیان بن عینہ کا کوئی ثبوت متألف موجود ہو۔

شانیا: اسی طرح اس روایت کو بیان کرنے والے سلیمان بن حضران (الاعمش) ہیں۔ اور یہ  
 بھی اس روایت کو ”صینہ“، عن کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور یہ بھی مدرس ہیں۔

(۱) الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (۳۲.۳۱)

جیسا کہ حافظ ذمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”وهو بدلس“ (۱) (اوہ مدرس ہے۔)

حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سلیمان بن مهران الأعمش الإمام یعنی سلیمان بن مهران اعمش امام مشہور ہیں  
مشہور بالتدليس۔ (۲) تدليس کے ساتھ۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وكان بدليس وصفه بذالك اوہ مدرس تھا تدليس کے ساتھ متصف کیا  
الكريبيسي والنساني والدارقطني اس کو امام کرامی، امام نسائی اور امام دارقطنی  
وغيرهم۔ (۳)

اور غیر مقلدین کے ذمی زماں، زیر علیزی نے ”الفتح المبين فی تحقیق طبقات المدلسين“  
صفحہ ۲۲، پر اس کو تیرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور زلی کے زدیک تمیرے طبقہ کے مسلمان کی  
عن سے بیان کردہ روایات بغیر صراحت تحدیث کے مردوں ہوتی ہیں۔

علیزی نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے ذمیں میں شارکاتشان دے کر لکھا کہ  
”... ذکرہ فی المدلسين : العلائي“ اس کو مسلمان میں ذکر بیان امام علائی، ابو  
زرع ابن عراقی، سیوطی، حبیبی،... (ص ۱۰۶) و ابو زرعة ابن العراقي  
مقدی اور دمنی نے --- اور سخنی بن معین (ص ۲۰) والسيوطی (۲۰) والحلبي  
نے کہا کہ سلیمان بن تمجی مدرس تھا،... پس (ص ۲۹) والمقلسي والمعيني (۲/۹۳)

(۱) میزان الاعدال (۳/۱۶)

(۲) جامع التحصیل (۱۸۸)

(۳) طبقات المدلسين (۳۳)

وقال يحيى بن معين : " كان سليمان و تمرے مرتبہ میں سے ہے۔  
 التیمی یدلس ،" (تاریخ ابن معین  
 روایۃ السنوری : ۳۶۰۰) فهو من  
 العربۃ الثالثة . (1)

پس معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند میں دور اوی مدرس ہیں اور دونوں صدیگن سے  
 روایت کر رہے ہیں اور غیر مقلدین کے ذمی زمان کے بقول وہ دونوں تیرے طبقہ کے مدرس  
 ہیں اور مدرس کے عنفہ کے بارے میں محمد شین و علماء لکھتے ہیں کہ :  
 إن المدلس إذا لم يصرح بالتحديث يعني مدرس جب تک تحدیث کی صراحت نہ  
 لم يقبل إتفاقاً وقد حکاه البیهقی فی کرتے تو بالاتفاق وہ روایت ناقابل قبول ہو  
 المدخل عن الشافعی وسانر اهل مگی اور امام شافعی نے داخل میں امام شافعی اور  
 العلم بالحديث ..... (2) دوسرے تمام اہل علم محمد شین سے بھی نقل کیا ہے  
 اور امام الحافظ صلاح الدین ابی سعید علیل بن کیکلادی العلائی تحریر فرماتے ہیں :  
 قلتنا إنه لا يقبل من المدلس حدیث ہم کہتے ہیں کہ مدرس کی حدیث قبول نہیں کی  
 حتى يقول حدثنا وسمعت . (3) جائے گی حتیٰ کہ وہ حدثنا یا سمعت نہ کہے۔

امام ابن عدی تسلیس کے باب میں نقل کرتے ہیں :  
 سمعت شعبہ يقول : كل حدیث يعني شعبہ نے کہا کہ ہر وہ حدیث جس میں  
 ليس فيه حدثنا و أخبرنا فهو خل حدثنا و اخبرنا نہ ہو وہ سرکہ و ساگ ہے۔

(1) الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (٣٢)

(2) التبصرة والتذكرة للعرافي ١/١٨٥، ١٨٦ . دار الباز مكة المكرمة

(3) جامع التحصیل ١١٢ . الجمهورية العراقية وزارة الاوقاف

و قبل (۱)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاتفاق علی ان المدلس لا يحتج يعني اس پر اتفاق ہے کہ مس کی روایت جب وہ عن کے ساتھ روایت کرے تو قابل قبول نہیں بخبرہ إذا عن .(2) ہو گی۔

محمد بن اسماعیل امیر بیانی غیر مقلد نے لکھا:

قال الزین : منهم من لا يقبل المدلس يعني امام زین نے کہا کہ محدثین مس کی روایت کو قبول نہیں کرتے جب کہ وہ محمد کے ساتھ روایت کرے۔

اشیخ محمد بن حادالانصاری غیر مقلد نے لکھا ہے:

من اتفقوا علی انه لا يحتج بشئ من حديثهم إلا صرحا فيه السماع .(4) يعني اس پر اتفاق ہے کہ مسین کی احادیث سے احتجاج نہیں کیا جائے گا مگر اس صورت میں کہ وہ سماع کی تصریح کریں۔

اور نواب صدیق الحسن غیر مقلد نے لکھا ہے:

والحاصل ان من كان ثقه واشتهر بما تدلّس فلا يقبل إلا إذا قال حدثنا

(1) (کامل ابن عدی ۱ / ۳۸، دار الفکر بیروت)

(2) (المجموع شرح المهدب ۲ / ۱۵۷، ۱۶۲)

(3) (توضیح الافکار المعانی نقیح الانظار ص ۳۵۳ ج ۱، دار احیاء التراث العربی)

(4) (التدلّس واقسامه ص ۲)

حدنا او اخربنا او سمعت ... (۱) کی جائے گی مگر جب وہ حدثاً، اخربنا اور سمعت کے ساتھ بیان کرے۔

یعنی اگرچہ راوی شفہ ہو لیکن ملکس ہو تو اس کی روایت قول نہیں کی جائے گی جب تک وہ حدثاً یا الخبر یا سمعت نہ کہے۔

اور اس روایت میں یہ تینوں لفظ نہیں ہیں بلکہ ہم ہے لہذا راویت قابل قول نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ ضعیف ہے اور یہ اس قابل بھی نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جاسکے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ:

**قال رسول الله ﷺ: اللهم لا تجعل قبرى وَنَا ، لِعْنَ اللَّهِ قُومًا**

الخلعوا (أو جعلوا) قبور أنبيائهم مساجد . (۲)

مندرجہ میں اس کی سند یوں ہے: حدثنا سفيان، عن حمزة بن المغيرة، عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه، عن أبي هريرة ... الحديث .

تمام نے اس کو سفیان میں حمزة بن المغيرة قہ، کے طریق سے بیان کیا ہے البتہ بعض اسناد میں سفیان بن عینہ نے اس کو تمام کی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(۱) حصول المامول من علم الاصول ص ۵۱ ( مصر )

(۲) (أخرج الحميدي مسند ۲۰۲۵ / ۳۳۵، وأحمد في مسند ۳۵۲ / ۵۳)، وأبو يعلى في مسند ۱۲ / ۳۳ (۲۶۸۱)، وأبو نعيم في الحلية ۷ / ۳۱، وابن سعد في الطبقات ۲ / ۴۳۱، وأبو سعيد الجندي في فضائل المدينة ۳۹ (۵۱)، وذكرة البخاري في التاريخ الكبير ۳ / ۷۳ في ترجمة: حمزة بن المغيرة، وابن أبي حاتم في الجرح والتعديل ۳ / ۲۱۲، لی ترجمة: حمزة المغيرة الكوفي، والعقبلي في التاريخ الكبير كما ذكره ابن عبد البر في التمهید (۲۳ / ۳)

اولًا: اس روایت میں سفیان بن عینہ متفرد ہے اگر تو کسی سند میں نام کی صراحت نہ ہوئی تو یہ روایت سفیان بن عینہ کی تدليس کی وجہ سے مغلل شہرتی لیکن بعض کا ان سے تصریح نام کے ساتھ بیان کرتا اس علت کو ختم کر دیتا ہے۔

ثانیاً: اس روایت کو سفیان بن عینہ کے علاوه کسی نے بھی حمزہ بن مخیرہ سے بیان نہیں کیا اور نہ ہی حمزہ بن مخیرہ کے علاوه کوئی اس کو سہیل بن ابو صالح سے بیان کرنے والا ہے۔ لہذا یہ روایت غرائب میں سے ہے۔

ثالثاً: سہیل بن ابو صالح اس کے بارے میں محدثین میں اختلاف ہے۔ یعنی بعض اس کی توئین بیان کرتے ہیں اور بعض اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ لاحظہ فرمائیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی اس کی حدیث صالح نہیں۔  
ما اصلاح حدیث۔ (1)

یعنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال : و ما صنع شينا ، سهيل أثبت فرمایا کہ ان کے پاس سہیل کی کوئی ثابت  
عندہم۔ (2)

یعنی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سهيل ، والعلاء بن عبد الرحمن ان دونوں کی حدیثهما قریب من السواء ، وليس  
اداہیث دوسرے کے قریب ہیں اور ان کی حدیثهما بحجة . رواه عباس الدوری  
اداہیث جنت نہیں ہیں اس کو روایت کیا  
عنه عباس دوری نے۔ (3)

(1) سیر اعلام البلاء ۵/۲۹۰، بشرح و التعديل (۲۳۰/۳) (۲۱۸۲)

(2) سیر اعلام البلاء ۵/۲۹۱، بشرح و التعديل (۲۳۰/۳) (۲۱۸۲)

وروی احمد بن زہیر، عن یحییٰ بن معین سے روایت  
کی فرمایا کہ: ”بیش اصحاب حدیث اس کی  
حدیث سے احتساب کرتے تھے اور ایک مرتبہ  
کہا کہ ضعیف ہے اور ایک مرتبہ کہا کہ وہ ایسا  
ضعیف، و مرتبہ: لیس بذاک۔ (۱)  
نہیں ہے۔

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یکتب حدیثہ، ولا یحتجج به و هو  
احب إلی من العلاء، و من عمرو بن  
ابی عمرو۔ (۲)

یعنی اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اس کے  
ساتھ احتجاج نہیں کیا جائے گا اور وہ مجھے  
زیادہ پیارا ہے علامہ اور عمرو بن ابرئہ سے۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
مات اخ لسهیل، فوجد عليه، فنسی  
کثیراً من الحديث۔ (۳)

یعنی سہیل کا بھائی فوت ہو گیا جس کے صدمہ  
کی وجہ سے وہ زیادہ احادیث بھول گیا تھا۔

امام مختاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:  
ذکرہ ابن حبان فی جملة الشفاث،  
وقال: کان يخطي و مات فی ولایة  
ابی جعفر المنصور۔ وقال ابن سعد:  
مثله زاد، وهو اخو عباد و كان سهیل  
یی اور زیادہ کیا کہ وہ عباد کا بھائی ہے اور وہ

(۱) (مسیر اعلام البلاء ۵/۲۹۱)

(۲) (مسیر اعلام البلاء ۵/۲۹۱) بو الجرح والتعديل ۳/۲۳۰ (۱۱۸۲)

(۳) (مسیر اعلام البلاء ۵/۲۹۱)

ثقة كثيرون في الحديث . وفي تاريخ البخاري كان سهيل مات له آخر فوجد عليه فحسي كثيرا من الحديث . وفي تاريخ ابن أبي حیثمة عن يحيى : لم ينزل أصحاب الحديث يتقدون الحديث . وفي كتاب الجرح والتعديل لأبي الوليد عن يحيى : ليس بذلك وسئل عنه مرة أخرى فقال ضعيف . وفي تاريخ أبي جعفر العقيلي عنه : صوبلح وفيه لين وقال أحمد بن صالح المصري : سهيل من المتفقين وأنه ... سبب غلط في حديثه إلا من نادر ... عنه روا ابن مردوه في كتاب أوداد المحدثين : كانوا أمة احقرة أو داد عباد ويحيى ، وقال الخليل : ثقة ولما ذكر له ابن القطان حديثا قال : وهذا مما ظهر فيه اختلاطه ..... (١)

الحادي عشر

(١) إكمال تهذيب الكمال ٢/١٥٠، ١٥١، ١٥٢/٢ إلى ٥٢٢/٣، الكامل لابن عدي ٥٢٤، ٥٢٥/٢، ٥٢٦، ٥٢٧، ٥٢٨، ٥٢٩، ٥٣٠، وكتاب الثقات لابن حبان ٣٢١/٣، ٣٢٢/٢، وتأريخ الدوراني ٢٣٣/٢، وكتاب الفتاوى لابن حبان ٤٢١/٣، ٤٢٢/٢.

عبد اور عجی کا اضافہ کیا ہے، اور غلیل نے کہا  
کہ تقدیم ہے، ابن قطان نے اس کی حدیث کو  
بیان کیا اور کہا کہ یہ حدیث اس کے اختلاط کا  
ٹکار ہونے کے بعد کی ہے۔

ذکر وہ بالاعبارات میں سے یہ ہے تم ثابت ہوئیں کہ یہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو  
گیا تھا، جیسا کہ اکثریت نے اس کے بارے میں بیان کیا ہے اور دوسری بات یہ کہ اس کی  
احادیث میں غلطی کا امکان ہے جیسا کہ ابن حبان اور احمد بن صالح نے کہا ہے تو ایسا راوی جو  
اختلاط کا شکار ہو جائے اس کی روایات کے بارے میں علماء و محدثین نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ  
اس کی روایات جو اس سے ثقہ لوگوں نے اختلاط سے پہلے سنی ہوں وہ قبول کی جائیں گی اور جو  
اختلاط کا شکار ہونے کے بعد اس سے اگرچہ ثقہ راویوں نے ہی بیان کی ہوں وہ قبول نہیں کی  
جائیں گی اور وہ راوی جن کے بارے میں علم نہ ہو سکے کہ انہوں نے اس سے قبل از اختلاط عماع  
کیا ہے یا بعد از اختلاط تو اس کی روایات بھی قبول نہیں کی جائیں گی جب تک اس کا علم نہ ہو جائے

= و كتاب الوافي بالوفيات ١/١٦ (٣٠٥-٥٢)، و ديوان الضعفاء، والمنزوكين للذهبي  
١/٣٦٦ (١٩٤٣)، و ميزان الإعدال ٣/٣٣٩ (٣٣٠-٣٣٩)، والسعني في الضعفاء  
١/٣٥٥ (٢١٩١)، والكافش ١/٣٠٩، والجرح والتعديل لابن أبي حاتم ٢/٣٠٢  
(٢١٨٢)، والطبقات الكبرى لابن سعد ٥/٣٠ (١٢٥٠)، وتهذيب الكرس  
٢/٣٧٩ (٢١٣٣)، والإرشاد للخليلي ١/٢١، ولعلل و معرفة الرجال لأحمد بن حسل  
٢/١٩ (١٣٠٦)، وتهذيب التهذيب ٣/٢٣١ (٢٣١)، والكونك الشيرات ٣٦ (٣٠)، تاريخ  
ابن معين رواية الدارمي ٢٢ (٣٨٣)، والضعفاء والمنزوكين لابن جوزي  
٢/٣٠ (٣٠)، وغيرهم.

کہ یہ روایت اس سے قبل از اخلاط کی گئی ہے۔

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”هو فن مهم لا يعرف فيه تصنيف“ وہ ایک اہم فن ہے جس میں معروف نہیں  
 ”هونی کوئی ایک تعنیف بھی جو کہ اس کے ساتھ  
 مفرد و هو حقيقة به . فنهنهم من خلط“  
 موزوں ہو، پس ان میں سے کچھ تو فاسد اعقل  
 لخروفہ، او لذھاب بصرہ او لغیرہ،  
 کی وجہ سے اخلاط آرتے ہیں یعنی فاسد اعقل  
 فیقبل ما روى عنهم قبل الاختلاط،  
 ولا يقبل ما بعد أو شك فيه.“ (۱)  
 ہونے کی وجہ سے یا تائیبی ہونے کی وجہ سے یا  
 اس کے علاوہ پس قبول کی جائے گی ان سے  
 وہ روایت جو کہ اخلاط سے پہلے کی ہے اور  
 نہیں قبول ہو گی جو کہ اخلاط کے بعد ہو گی یا  
 جس میں شک کیا گیا ہو، (ان کی معرفت کے  
 بیان میں جن کی آخری عمر اخلاط ہو گیا تھا)

اور یہی امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

من الفتاویں آخر افاسقطا  
 والحازمی ألف فی من خلطا  
 ما حدثوا فی الاختلاط او بشک  
 و باعتبار من روی عنهم بفك  
 کابنی ابی عربة والساب  
 و ذکروا راربیعة لکن ابی . (۲)  
 اور حازی نے لکھا ہے کہ اس کے پارے میں جس نے اخلاط کیا تھات سے آخری عمر میں پس  
 گرادیئے گئے جو بیان کیا انہوں نے اخلاط میں یا شک میں ساتھ اعتبار کرنے روایت کے ان

(۱) تدریب الراوی فی شرح تفہیب النواوی ۳۲۳، ۳۲۴ / ۲

(۲) الفہی السیوطی فی علم الحدیث ۲۳۳

میں سے یہ توڑ دی جائیگی مثل این ابی عروہ اور سائب کے اور ذکر کیا انہوں نے ربیعہ یعنی  
ربیعہ بن ابو عبد الرحمن کا۔

امام قاودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”واعرف من الشقاۃ من قد خلطا  
آخرة مثل ابن سائب عطا المختلطون  
وهم من حصل له من النفات  
الاختلاط في آخر عمره لفساد عقله  
حرفه أو لذهب بصره، أو غير  
ذلك من الأسباب. وقد اعنى  
بتبعهم الحازمي ثم العلاتي في جزء  
مفرد وهو حقيق بذلك. تتعين  
معرفتهم وتميز من سمع منهم قبل  
الاختلاط فيقبل أو بعده فيرد و كذلك  
ما وقع الشك في وقته . (1)  
و جس کے وقت میں شک واقع ہو۔

امام ابو عمر شحرور ذی المشہور ابن صالح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”هذا فن عزيز مهم لم أعلم أحدا  
في إيمانه فن ہے میں نہیں جانتا کہ کسی نے  
افرده بالتصنيف واعتنى به مع کونه  
اس کو علمی مدد بیان کیا ہو یعنی جو کہ بہت موزوں  
ہواں کے ساتھ اور ان کی (یعنی خلطین)

(1) (کتاب الغایہ فی شرح الہدایہ فی علم الروایۃ ۱/ ۲۱۶، ۲۱۷)

چند قسمیں ہیں ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنے اختلاط اور بے فعلی کی وجہ سے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے نامیتا ہونے کی بناء پر یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے اختلاط کیا اور حکم ان کا یہ ہے کہ ان سے حدیث قبول کی جائے گی جنہوں نے ان سے اختلاط سے پہلے لی ہوں اور ان سے قبول نہیں کی جائیں گی جنہوں نے اختلاط کے بعد لی ہوں یا معاملہ نامعلوم ہو گیا ہو کہ اس سے اختلاط سے پہلے لی تھی یا کہ بعد میں۔

فمنهم من خلط لاختلاطه و خرفه و  
منهم من خلط لذهب بصره او لغير  
ذلك والحكم فيهم انه يقبل حديث  
من أخذ عنهم قبل الاختلاط ولا يقبل  
حديث من أخذ عنهم بعد الاختلاط  
او اشكال امره فلم يدره هل أخذ عنه  
قبل الاختلاط او بعده (1)

حافظ ابن کثیر "اباعث الحجیث" میں لکھتے ہیں:

یاخوف کی وجہ = یا تکلیف کی وجہ سے یا مرض یا کسی عارضہ کی بناء پر مثل عبد اللہ بن الحبید کے کہ جب اس کی کتابیں خالق ہو گئیں تو اس کی عقل میں اختلاط واقع ہو گیا پس جس نے اس سے اختلاط سے پہلے نہ ان کی روایات قبول کی جائیں گی اور جس نے اختلاط کے بعد نہیں شک پڑ گیا اس میں قبول نہیں کی جائیں گی۔

"اما الخوف أو ضرر أو مرض أو عرض كعبد الله بن لميعة لما ذهب  
كبه اختعلط في عقله فمن سمع من هؤلاء قبل اختلاطهم قيلت روايتهم ،  
ومن سمع بعد ذلك او شك في ذلك لم يقبل . (2)

(1) (معرفة النوع علم الحديث ٣٩٣)

(2) (اباعث الحجیث ٢٦٨)

تيسیر مطلع الحدیث میں ہے کہ:

”ولا یقْلِ مِنْهَا مَارُویٌ عَنْهُ بَعْدٌ“ اور نہیں قول فی جائیگی اس سے جس نے  
الاختلاط، کلداشک فیہ انه قبل خلط سے بعد از اختلاط روایت کیا اور اسی  
طرح اس سے جس کے بارے میں شک ہو  
جائے کہ اس نے اختلاط کے سے پہلے نا  
ہے یا اس کے بعد۔

مذکورہ بالادلائیل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ”سہیل بن ابو صالح“ ”محروم“ بھی ہے اور  
یہ آخری عمر میں اختلاط کا مختار بھی ہو گیا تھا اور حمزہ بن مخیرہ کے بارے میں ہمیں اپنے وسائل کی  
حد تک نہیں مل سکا کہ اس نے اخلاق سے پہلے نا ہو، لہذا ابتدائی تمام باتوں سے قطع نظر  
کرتے ہوئے یہ روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ  
حمزہ بن مخیرہ نے اس سے قبل از اختلاط نہ ہے۔

ثانیاً: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس روایت کے آخری الفاظ تو آپ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے اور شاگرد بھی روایت کرتے ہیں لیکن کسی ایک نے بھی اس روایت کے ابتدائی الفاظ  
یہاں کرنے میں ابو صالح کی متابعت نہیں کی طلاقظ فرمائیں:

ایک روایت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مردی ہیں:

”فَاتَّلَ اللَّهُ الْيَهُودُ اتَّخْلَوُ اقْبُورَ انبِيَّاهُمْ مَسَاجِدَ . (۲)

(۱) (لیسر مطلع الحدیث ۲۲۸)

(۲) آخر حصہ البخاری فی الصحيح (۳۲۶) باب الصلوة فی الیمة، و مسلم فی الصحيح

(۵۳۰) کتاب المساجد، بباب النهي عن بناء المساجد على القبور، و أبو داود فی السنن

(۳۲۷) بباب البناء على القبور، والنهاي فی السنن (۲۰۳۷) بباب الخادم القبور =

ان کو سعید بن میتب نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔  
اور یہی روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو سلہ مجھی روایت کرتے ہیں۔  
جسرا کہ ارقطنی نے "العلل" میں ذکر کیا ہے۔  
اور ایک روایت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مروی ہیں:  
"لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد۔ (۱)  
ان کو زید بن الأصم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔  
اور انہی الفاظ کو سعید بن میتب نے مجھی بیان کیا ہے (۲)  
اور ایک روایت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مروی ہیں:

= مساجد، وأحمد في مسنده ۲۸۳/۲ (۷۸۱۳)، وابن حبان في الصحيح ۹۵/۲ (۲۳۲۶)، وابو يعلى في مسنده ۱۰/۱ (۵۸۳۳)، وعبد الرزاق في المصنف ۱/۱۵۸۹ (۳۰۶۱)، وابو عوانة في مسنده ۱/۳۹۹، ۳۰۰، ۳۹۹، والبيهقي في السن الكبير ۳/۱۰ (۷۰۱۰)، والنمساني في السن الكبير ۳/۲۵۴ (۷۰۹۲)، وابو القاسم الجرجاني في تاريخه ۳۹۰، وانظر العلل للدارقطني ۷/۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، وأحمد في مسنده ۲۵/۲۸۵ (۷۸۱۸)، و ۲/۳۵۳ (۹۸۳۹)، و ۲/۵۱۸ (۱۰۷۲۶)، والطبراني في الأوسط ۸/۳۳۰ (۸۷۷۲)، وزاد فيهم: والنصارى۔

- (۱) آخر جه مسلم في الصحيح (۵۳۰) كتاب المساجد، بباب النهي عن بناء المساجد على القبور، وابن سحاق بن راهويه في مسنده ۱/۳۲۹ (۳۱۶).
- (۲) آخر جه احمد في مسنده ۲/۳۶۶ (۸۷۷۳)، غير والنصارى، والنمساني في مسنده ۲۱/۳ (۶۵۸۱)، غير والنصارى، والطبراني في مسنده ۲۱/۳ (۱۷۲۲)، وفيه: "اللعنة الله على اليهود.. الحديث" .

”لَعْنَ الظَّنِينِ الْعَلُوِّ الْقُبُورُ أَنْبَاتُهُمْ مَسَاجِدٌ“ (۱)

ان کوئی سعید بن میتہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔

اور اسی طرح یہ روایت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت و مروی ہے جیسا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم سے لیکن ”اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَلَنَا يَعْدُ“ کے الفاظ کسی سے بھی ثابت نہیں ہیں۔

اور پھر ابو صالحؓ کے علاوہ کوئی بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بیان نہیں کرتا اور نہ عی ابو صالحؓ سے سہیلؓ کے علاوہ کوئی بیان کرنے والا ہے اور نہ ہی سہیلؓ سے حزہ بن منیرؓ کے علاوہ کوئی بیان کرنے والا ہے اور سہیلؓ کی احادیث میں بقول امام ابن حبان اور احمد بن صالحؓ مصری خطا میں ہیں تو یہ الفاظ ”اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَلَنَا يَعْدُ“ اس کے اختلاط کی خطاؤں میں سے ایک خطاء ہے۔

اس بارے میں ان دو مرفوع روایات کے علاوہ اس بارے میں بیان کی جانے والی مرسل وغیرہ روایات کی حقیقت کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن الی شیرین نے مصنف میں دو مقامات پر ان الفاظ کو مرسل بیان کیا جس کی سند یوں ہے:  
حدیثنا ابو خالد عن ابن عجلان عن زید بن أسلم قال قال رسول الله ﷺ  
اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَلَنَا يَعْدُ لَهُ اشْتَدَ غُصْبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ

أنْبَاتُهُمْ مَسَاجِدٌ“ (۲)

(۱) (أخرج جده أحمد في مسنده في ۲۸۵/ ۲۸۲۲)

(۲) (ابن أبي شيبة في المصنف في ۱۵۲/ ۲۵۳۳) و (۳۲/ ۷۷) و (۱۱۸۱۸)

اولاً: اس روایت کی سند میں ابو خالد الأحمر، سلیمان بن حیان ہے اور یہاں بغیر صراحت سائع کے یہ روایت میخذلگن کے ساتھ بیان کر رہا ہے۔

غیر مقلدین کے ذمی زمان علیزی نے لکھا کہ: ”ابو خالد سلیمان بن حیان الأحمر (جزء القراءة للبخاري بتحقيقی : ۲۶۷) ثقة وهو من المرتبة الثالثة. (1)

اور سبیک علیزی ”نصر الباری“، میں لکھتا ہے کہ:

”رواه أبو خالد الأحمر عن الهجري عن أبي عياض عنه“ لیکن یہ سند ضعیف ہے ابو خالد مدرس ہے دیکھئے (ج ۲۶۷) یہ روایت معنون ہے۔۔۔ (2)

ثانیاً: اس روایت کی سند میں محمد بن عجلان ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ الرغایب لکھتے ہیں کہ :

”صَدُوقٌ، إِلَّا أَنَّهُ اخْتَلَطَ عَلَيْهِ لِيْبَنْ سَحَّابَةً مِنْ كُلِّ أَهْلِ الْمَدِينَ“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث تخلط ہو گئیں تھیں۔

اور یہ مدرس بھی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ الرغایب لکھتے ہیں کہ :

”مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ الْمَدْنِيُّ، تَابِعٌ“ محمد بن عجلان مدینی، تابعی صغير، مشہور، مالک وصفی، مشہور، من شیوخ مالک، کے شیوخ میں سے اور ابن حبان نے اس کو وصفہ ابن حبان بالتدليس۔ (4)

(1) الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (۱۰۸).

(2) نصر الباری (۱۸۵).

(3) تقریب التهذیب (۲۰۰/۲).

(4) طبقات المدلسين (۹۸) (۳۱).

اور اسی طرح ابوالواقع الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو مسن میں شمار کیا ہے۔ (۱)

اور حافظ مقدوسی، وغیرہ نے بھی مسن میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (۲)

اور غیر مقلدین کے استاذ الحدیث محمد سعیجی گوندوی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :  
”ضعیف ہے“، راوی محمد بن جبلان کو احمد اور ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور دیگر محدثین کہتے ہیں سبی  
الحفظ ہے (الکاشف ص ۶۹ ج ۳) اور طبقہ ثالثہ کامس ہے۔۔۔ (۳)

پھر اس کی سند میں بھی اضطراب واقع ہے کہ زید بن اسلم بھی خود رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتا ہے  
جس کی حقیقت محل کی ہے اور محل روایت کے حکم کے بارے میں محمود الطحان نے تکھاکہ :  
”المضل حديث ضعيف ، وهو يعني اور محل حديث ضعيف ہے اور اس کا  
أسوأ حالا من المرسل والمنقطع“ حال مرسل اور منقطع کے علاوہ ہے اسناڈ میں  
لکثرة المحذفين من الاستاد ، وهذا  
محل کے اس حکم میں علماء کا اتفاق ہے۔

العلماء . (۴)

اسی طرح اس روایت کو زید بن اسلم سے مقرر نہ اور عمر سے عبد الرزاق نے بھی بیان کیا ہے۔

منهہ : عبد الرزاق عن معمور عن زيد بن اسلم ان النبي ﷺ.. الحدیث . (۵)

اس کی سند میں امام عبد الرزاق ہیں جن کو غیر مقلدین کے ذمی زمان علیزی نے تیرے طبقہ کا

(۱) (التبیین لأسماء المدلسين ۵۲ و فی نسخة: ۱۸۹ (۱۷))

(۲) (قصيدة المقدسى في المدلسين - ۲)

(۳) (ضعف اور موضوع روایات ۸۳)

(۴) تيسیر مصطلح الحديث ۷۶۔ ۷۵

(۵) (عبد الرزاق في منهہ ۱/۳۰۶، و فی نسخة: ۱/۱۵۸۹ (۱۰) الصلاة على القبور)

مس لکھا ہے:

”ثقة حافظ ، مصنف شہیر ، عمی اور یعنی کے ساتھ روایت کر رہے ہیں ابدا فی آخر عمرہ فتفیر و کان یتشیع غیر مقلدین کے ذمی زمان کے نزدیک یہ بھی ضعیف شہری۔ کیونکہ مس کا عنده مردوو... و هو من المرتبة الثالثة . (1) ہوتا ہے۔

اور کبھی زید بن اسلم اس کو عطاہ کے واسطے سے مرسل بیان کرتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے موطا میں عطاہ بن یسار سے مرسل بیان کیا کہ:

”ان رسول اللہ ﷺ قال اللہم لا تجعل قبری وثنا بعد اشتد غضب اللہ على قوم اتحذوا قبور آنباء هم مساجد . (2)

سننہ : مالک عن زید بن اسلم عن عطاہ بن یسار ان رسول ﷺ الحدیث۔

او لا: زید بن اسلم سے اس کو روایت کرنے والے امام مالک، عمر بن محمد بن صہیان، سعید اور محمد بن عجیان ہیں اور ان کی روایات میں متن کے لحاظ سے بھی اخطراب موجود ہے کہ امام مالک کے الفاظ یہ ہیں: ”اللہم لا تجعل قبری وثنا بعد اشتد غضب اللہ على قوم اتحذوا قبور آنباء هم مساجد . (3)

ادم محمد بن عمر بن صہیان کی روایت کی الفاظ یہ ہیں:

(1) الفتح المبين في تحقيق طبقات المدللين (٣٥)

(2) موطا لامام مالک ۱۵۹ کتاب قصر الصلة في السفر باب جامع الصلة ، و ابن سعد في طبعت الكبرى ۲۲۰/۲ وفى نسخة ۱۸۱، ۱۸۵/۲ من طريق مالك .

(3) موطا لامام مالک ۱۵۹ کتاب قصر الصلة في السفر باب جامع الصلة ، و ابن سعد في طبقات الكبرى ۲۲۰/۲ وفى نسخة ۱۸۱، ۱۸۵/۲ من طريق مالک )

عَلَى قَوْمٍ خَلُوَّا قُبُورَ أَنْبِيَاهُمْ مَسَاجِدٍ . (۱)

جَبَرٌ مُحَمَّدْ بْنُ رَاشِدْ كَرَوَيْتَ كَيْفَ الْفَاظُ يَهْيَ إِنْ :

”اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنَاءِصِلِي إِلَيْهِ ، فَإِنَّهُ أَشَدَّ غَضْبَ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاهُمْ مَسَاجِدٍ . (۲)

أَوْ حَمَّدْ بْنُ عَجَلَانَ كَيْفَ رَوَيْتَ كَيْفَ الْفَاظُ يَهْيَ إِنْ :

”اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنَاءِصِلِي لَهُ ، أَشَدَّ غَضْبَ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاهُمْ مَسَاجِدٍ . (۳)

لَهْذَا يَهْيَ رَوَيْتَ بِاعتْبَارِ سَنَدٍ أَوْ بِاعتْبَارِ مَنْ مُخْطَرٌ بِهِ كَيْفَ كَذَّبَ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ كَبِيْحِي خُودَ بِيَانِ كَرَتَهُ أَوْ كَبِيْحِي عَطَّالَ بْنَ يَسَارَ سَرَّلَ أَوْ كَبِيْحِي حَضْرَتِ سَيِّدَنَا أَبُو سَعِيدَ الْخُدَرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ تَسْعِيْتَ مَرْفُوعَ بِيَانِ كَرَتَهُ -

ثَالِثَيْنِ : اس رَوَيْتَ كَيْ سَنَدَ كَوَادَرْ وَهَارْ ”زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ الْعَرَبِيِّ“، پَرَّ بِهِ -

جَسْ كَوْ حَافَظَ ابْنَ جَمْرَ عَقْلَانَيِّ رَحْمَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ نَفَقَ لِسِينَ مِنْ شَمَارِ كِيَابِيَّهُ مَلَاحِظَ فَرَمَيْسَ - (۴)

كَوْ كَرَ حَافَظَ ابْنَ جَمْرَ عَقْلَانَيِّ رَحْمَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ نَفَقَ اسَ كَوْ پَلَيْ طَبَقَ مِنْ ذَكْرِ كِيَابِيَّهُ أَوْ اسِيَ طَرَحَ غَيْرَ مَقْلَدِيَنَ كَيْ اَمَامَ دَشْقَنْ بَدْجَنَ الدِّينِ رَاشِدِيَ سَنَدِيَ نَفَقَ بِهِيَ اسَ كَوْ لِسِينَ مِنْ شَمَارِ كِيَابِيَّهُ (۵)

أَوْ بِهِيَالِيَّنَ سَرَّ رَوَيْتَ كَرَ بِهِيَ -

(۱) مَسَدْ بَزَارْ كَمَافِي كَشْفُ الْاَسْتَارِ ۱ / ۲۲۰ (۲۲۰ / ۳۳۰)، وَمَجْمُوعُ الزَّوَانِدِ ۲ / ۹۰ - ۹۱

(۲) (مَصْنُفُ عَبْدِ الرَّزَاقِ ۱ / ۳۰۶، وَفِي نَسْخَةِ ۱ / ۷۰ (۱۵۸۹) الْصَّلَاةُ عَلَى الْقُبُورِ).

(۳) (مَصْنُفُ ابْنِ أَبِي هَيْثَةٍ ۲ / ۱۵۲ (۱۵۲ / ۵۵۳) وَ ۳ / ۳۲ (۳۲ / ۱۱۸۱۸))

(۴) طَبَقَاتُ الْمَدَلِسِينِ ۲۰ (۲۰ / ۱۱)

(۵) (جَزْءٌ مَنظُومٌ فِي أَسْمَاءِ الْمَدَلِسِينِ مَلْحَقُ الْفَتْحِ الْمُبِينِ ۸۸)

اور اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:  
 نَقْتَةُ عَالَمٍ وَكَانَ يُرْسَلُ مِنَ الْثَالِثَةِ .. یعنی نقۃ عالم اور ارسال کرنے والے تیرے  
 طبقہ سے ہیں۔ (1)

اور ابن عینہ فرماتے ہیں:  
 "کان زید بن أسلم رجلا صالحًا" یعنی زید بن اسلم نیک آدمی تھا اور اس کے  
 وکان فی حفظہ شیٰ۔ (2) حافظہ میں کچھ (کمزوری) تھا۔

ثالثاً: بالفرض حال اگر باقی تمام یادوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ترجیح کے اصولوں کا سہارا  
 لیتے ہوئے امام مالک والی روایت کو صحیح حلیم کہ بھی لیا جائے تو یہ مرسل ثابت ہوگی اور مرائل کے  
 بارے میں کلام کرتے ہوئے۔ غیر مقلدین کے نواب صدیق سن بھوپالوی لکھتے ہیں:  
 "...والحق عدم القبول وكذلك لا" اور حق یہ ہے کہ یہ ناقابل قبول ہے اور ایسے  
 تقوہ الحجۃ بالحدیث المقطع یعنی منقطع اور محصل سے بھی جھٹ قائم نہیں  
 والمعضل۔ (3)

غیر مقلدین کے نظر اسراءورجن کے بارے میں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ محدث  
 کو حقیقت کے باب میں مہارت رکھنے والے ہیں یعنی ارشاد الحق اثری صاحب، سرفراز خل  
 صدر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "ان کے علاوہ یہ اثر مرسل بھی ہے اور جمیرو محمد شین کے  
 نو دیک مرسل جھٹ نہیں" (4)

۱) (تفہیب التہذیب

۲) (تهذیب التہذیب

۳) بر حصول المأمول من علم الأصول (۵۵)

۴) (توضیح الكلام (۵۳۱)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:  
 "مرسل محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک ضعیف کی ایک قسم ہے امام مسلم لکھتے ہیں وہ المرسل  
 من الروایات فی اصل قولنا و قول اهل العلم بالا خبار لمیں بحجه (مقدمة صحیح  
 مسلم ص ۲۲) کہ مرسل احادیث ہمارے اور احادیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک جلت نہیں۔  
 امام ترمذی لکھتے ہیں وہ الحدیث اذا کان مرسل لافانہ لا یصح عند اکثر اهل  
 الحدیث قد ضعفه غیر واحد منهم۔ (العلل مع شرح شفاء، العلل ص ۳۹۷ ج ۳)  
 کہ جب حدیث مرسل ہو گی تو وہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہ ہو گی متعدد اہل علم نے اسے  
 ضعیف قرار دیا ہے۔ (۱)

مذکورہ بالاتمام ابحاث سے یہ بات معلوم ہو گی کہ ان میں سے کوئی روایت بھی اس  
 قابل نہیں کہ اس کے ساتھ جلت قائم ہو سکے۔

لہذا ان روایات کا سہارا لے کر انبیاء اور اولیاء کی قبور کی زیارت سے روکنا غلط ہے جب کہ  
 زیارت قبور کے جواز پر کمی ایک صحیح، مترفع، مرفوع، غیر مضطرب احادیث موجود ہیں۔  
 جیسا کہ عقربیب بیان ہو گا، إن شاء اللہ العزیز۔

(۱) (توضیح الكلام ۸۶۳)

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ: عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
بے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا کہ  
”اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاری پر کہ  
انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنائی“ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
فرماتی ہیں کہ اگر یہ خطرہ تھا تو آپ ﷺ کی قبر کو مسجد بنالیا جائے گا تو آپ ﷺ کی قبر  
کھلی فضائم بنائی جاتی۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ انسان جس منی سے پیدا کیا جاتا ہے  
وہ اسی منی میں دفن بھی ہوتا ہے یعنی جہاں کی منی کا وہ غیر ہوتا ہے اسی میں وہ دفن ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عن أبي سعيد الخدري قال : مر النبي ﷺ بجنازة عند قبر فقال قبر من هذا ؟  
روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک جازہ میں فعالوا : فلان الحشی يارسول الله  
ایک قبر کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا  
فقال رسول الله ﷺ : لا إله إلا الله ، قبر کس کی ہے ؟ تو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)

(۱) (آخرجه البخاري في الصحيح في الجنائز ۱۰۲/۱ (۱۳۹۰) )

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سَمِيقٌ مِنْ أَرْضِهِ وَسَمَانِهِ  
يَقْلَالُ مُثْمِثِي كَيْ تَبَرِّهِ بِهِ، وَتُرَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ نَعَلَةٌ  
إِلَى تَرِبَتِهِ الَّتِي مِنْهَا حَلَقَ . (1)  
نَعَلَةٌ مُثْمِثِي كَيْ تَبَرِّهِ بِهِ، وَتُرَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ نَعَلَةٌ  
أَرْشَادٌ فَرِمَيَا كَهْ "اللَّهُ تَعَالَى كَعَلَادَهُ كُوئِيْ مَجْبُورُ  
ثَمَنِيْ، اللَّهُ تَعَالَى كَعَسَا كُوئِيْ مَجْبُورُ ثَمَنِيْ، اسَ كُو  
زَمِنِيْ وَآسَانِيْ سَمِيْتَ كَيْ طَرَفَ چَلَا يَا گِيَا  
جِسَ سَمِيْتَ كَيْ طَرَفَ چَلَا يَا گِيَا۔

اس حدیث مبارکہ کے بارے میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
”هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرج به، وأبي يحيى الأسلمي  
بيان ثمثين كينا، و/or انيس بن ابو الحجاجي الاسمي وهو عم  
ابراhem بن ابو الحجاجي هو اور انيس ثقة معمد هي  
اور اس حدیث کی کئی شواہد ہیں اور اکثر صحیح  
ثقة معمد، ولهذا الحديث شواهد و  
أكثرها صحيحة . (2)“

اور حافظ ذمیں رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام حاکم کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا:  
”صحيح، وأبي يحيى ثقة. وله شواهد صحیح شواہد  
صحیحة . (3)“

مختار احمدندی نے ”شعب الایمان“ کے ذیل میں کہا کہ: ”اسناده حسن“ (4)

(1) آخر جره الحاکم فی المستدرک ۱/۳۷۶، ۳۷۷ (۱۳۸۷) کتاب الجنائز، وقال:

هذا حديث صحيح الاسناد، والبيهقي في الشعب الایمان ۱۲/۲۹۷ (۹۳۲۵)

(3.2) (مستدرک مع تلخیص ۱/۳۷۶، ۳۷۷)

(4) (الجامع لشعب الایمان ۱۲/۲۹۷)

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما حضرت عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما  
أن جبشاً دفن بالمدينة فقال رسول  
الله ﷺ : دفن في الطينة التي خلق  
منها . (١) فرمى كه ”دفن كياميا“ ميں جس سے ”  
پیدا کیا گیا تھا۔

اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ حسن کا درجہ پا جاتی ہے۔  
جبسا کہ غیر مقلدین کے محدث ناصر الدین البانی نے اس روایت کو، مسلسلة الأحاديث  
الصحيحة، میں ذکر کیا ہے اور اس پر حسن کا حکم لگایا ہے، ملاحظہ ہوا ناصر الدین البانی کی عبارت:  
”یعنی اس کو ابو نعیم نے اخبار اصبهان میں  
رواه ابو نعیم فی اخبار اصبهان  
(٣٠٣/٢) والخطيب فی الموضع  
روایت کیا ہے اور خطیب نے الموضع، میں عبد  
(١٠٣/٢) عن عبد الله بن عیینی:  
الخطيب فی ذکرہ. قلت: و هذا إسناد  
البکاء عن ابن عمر ان  
حدثنا يحيى البكاء عن ابن عمر ان  
جبشاً دفن بالمدينة فقال رسول الله  
ﷺ فذکرہ. قلت: و هذا إسناد  
ضعیف، یعنی البکاء وهو ابن مسلم  
البصری ضعیف. و مثله عبد الله بن  
عیینی وهو الخراز البصري، وبه  
وحده أعله الہبیمی (٣٢/٣) بعد ان  
میں کہتا ہوں (یعنی ناصر الدین البانی) اور یہ  
سند ضعیف ہے۔ یعنی بکاء وهو ابن مسلم بصري  
ضعیف ہے اور اسی کی مثل عبد الله بن عیینی اور  
(١) اخرجه الخطيب فی الموضع او هام الجمجم التغريق (٢٧٨/٢) ذکر عن عبد الله بن  
عیینی الخراز البصري، وهو ابو نعیم فی اخبار اصبهان (٣٠٣/٢)

عزاء للطبراني في الكبير . وله شاهد دخراز مصری ہے۔۔۔۔۔

اور اس کا شاہد عبد اللہ بن جعفر بن جعفر کی حدیث ہے کہ تم سے میرے باپ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ تم سے انس بن ابو عکی نے بیان کیا اپنے والد سے، اور اس نے حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں ایک ایسی جماعت پر سے گزرے جن کو آپ ﷺ نے قبر کھودتے ہوئے دیکھا تو ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ ایک جبھی رہاں آیا اور فوت ہو گیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، إِلَّا كُوْزْمَنْ وَآسَانْ" سے اس مٹی کی طرف چلا یا گیا جس سے اس کو پیدا کیا گیا۔ اس کو بزار نے بیان کیا اور کہا کہ تم اس کو حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سند کے علاوہ نہیں جانتے اور انس اور اس کا باپ دونوں صالح ہیں۔ میں کہتا ہوں (یعنی ناصر الدین البانی) اور عبد اللہ بن جعفر ضعیف ہے اور اس

من حدیث عبد اللہ بن جعفر بن نجیح لسانی : ثنا انس بن ابی بعین عن ابی عن ابی سعید : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَالْمَدِينَةِ فَرَأَى جَمَاعَةً يَحْضُرُونَ قَبْرًا ، فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوا : حَشْيَا قَمْ فَمَاتَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سَيِّدُ الْأَرْضِ وَسَيِّدُ الْمَرْءَةِ الَّتِي خَلَقَ مِنْهَا أَخْرَجَهُ الْبَزَارُ (رَوَاهُ مُحَمَّدٌ ۖ ۸۳۲ کشف الأستار ) و (ص ۹ زوائد ابن حجر ) قال : لَا نَعْلَمُهُ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ ، وَأَنِسٌ وَأَبُوهُ صَالِحَانِ . قلت : و عبد اللہ بن جعفر ضعیف ، و أبوہ لم اعرفه و له شاهد آخر من حدیث ابی الدرداء نحوه . قال الهشمي : رواه الطبراني في الأوسط ، وفيه الأحوص بن حكيم و قده العجلی و ضعفه الجمهور . قلت فالحدیث عندی حسن بمجموع طرقه . والله اعلم ..

کے باپ کو میں نہیں پہچانتا۔ اور اس کا ایک اور شاہد ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اسی کی طرح، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے، اور اس میں احوص بن حکیم ہے اور اس کی توثیق کی گئی نے اور جمہور نے اس کی تضعیف کی ہے۔ میں کہتا ہوں (یعنی ناصر الدین البانی) پھر یہ حدیث میرے نزدیک اپنے تمام طرق کے ساتھ حسن ہے۔ واللہ اعلم۔ (۱)

اور اسی البانی کی اتباع کرتے ہوئے حمدی الدرداش محمد نے بھی الجامع الصغیر کی تحقیق میں اس روایت کو حسن کہا ہے، لکھتا ہے:

یعنی حسن ہے اس کا اخراج کیا طبرانی نے تجمیع [حسن] اخرجه الطبرانی فی الکیر کبیر میں اور ابو قیسم نے اخبار اصبهان میں (۳۲/۳ مجمع)، و أبو نعیم فی أخبار اصبهان (۳۰۳/۲) عن ابن عمر، وحسن البانی فی صحيح الجامع او ر صحیح میں۔ (۱/۳۳۸۹)، والصحیح حق (۱۸۵۸)

(۲)

(۱) (السلسلة الأحاديث الصحيحة ۳۷۳. ۳۷۴/۳) (۱۸۵۸)

(۲) (الجامع الصغیر من حدیث البشير النذیر ۲/۸۷۹)

امام قرطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الذکرۃ،، میں باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے "باب  
ینہل العبد لی الارض التي خلق منها،، لیکن بنده اسی زمین میں وفن ہوتا ہے جس سے وہ  
پیدا کیا جاتا ہے۔

اور اس باب میں حضرت مطر بن عکاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت لائے ہیں جس کو امام ترمذی  
رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کیا ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:  
إذا قضى الله لعبد ان يموت بارض      جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لئے کسی جگہ پر  
موت لکھ دیتا ہے تو وہاں اس کے لئے کوئی      جعل لہ إلیها حاجة.  
حاجت پیدا کر دیتا ہے۔

(اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی، امام حاکم، امام احمد، امام ابو قیم اور امام بخاری وغیرہم رحمۃ اللہ  
علیہم نے یہاں کیا ہے) (۱)

اور اس کے بعد حضرت ابو عزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو یہاں کیا ہے جس میں ہے کہ رسول  
الله ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

إذا أراد الله قبض عبد بارض جعل له      جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی موت کسی جگہ مقرر  
فرماتا ہے تو اس کے لئے وہاں کوئی حاجت      إلیها حاجة.

(۱) (آخر جه الترمذی فی الجامع (۲۱۵۱) کتاب القلم بباب ما جاء ان النفس تموت حيثما كتب  
لها وبالحاکم فی المستدرک (۱۳۹/۱۱۲۵) کتاب الایمان، و (۳۷۷/۱۳۹۰) کتاب  
الجنت، واحمد فی مستند (۵/۲۲۷) وابونعیم فی الحلۃ (۳۳۶/۳)، والخاری فی تاريخ  
الکیر (۷/۲۸۷)، والمقدّسی فی الأحادیث المختارۃ (۱۱۶/۳) والطبرانی فی الأوسط  
(۲۵۹۶) وفی الکیر (۲۰/۳۳۳، ۳۳۴) وابن القضاوی فی مند الشهاب (۲۹۶/۲)  
(۱۳۹۴) بوقال الترمذی هذَا حَدِيثُ حَسْنٍ غَرِيبٍ . وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَوَاقَ اللَّهُ عَلَيْهِ.

پیدا فرمادیتا ہے۔

(اس روایت کو امام حاکم، ابن حبان اور امام بخاری وغیرہم نے روایت کیا ہے) (۱)  
اس کے بعد ایک شعر نقل کرنے کے بعد حکیم ترمذی کی نوادر الاصول سے حضرت سیدنا ابو ہریرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں جس میں ہے کہ:

خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بعض نواحي المدينة وإذا بقبر يحفر فاقبل حتى وقف عليه فقال: لمن هذا؟ قيل لرجل من الحبشة فقال لا إله إلا الله سيق من أرضه وسماته حتى دفن في الأرض التي خلق منها. (۲)

بعض نواحي المدينة و إذا بقبر يحفر فاقبل حتى وقف عليه فقال: لمن هذا؟ قيل لرجل من الحبشة فقال لا إله إلا الله سيق من أرضه وسماته حتى دفن في الأرض التي خلق منها . (۲)

لیکن رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے بعض کے  
توحی میں پھرتے ہوئے ہم پر تشریف لائے  
اور اس وقت ہم ایک قبر کھود رہے تھے، میں آپ  
علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے جاتی کہ اس کو  
دیکھ کر فرمایا: یہ کس کے لئے ہے؟ کہا گیا ایک  
جیشی آدمی کے لئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا  
”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، إِنَّ كُوزَمِنْ وَآسَمَانَ سَعَى إِلَيْكُمْ“  
کی طرف چلا گیا جس سے اس کو پیدا کیا گیا۔

(۱) آخر جمه العاکم فی المستدرک ۱/۱۳۹ (۱۲۴)، و ابن حبان فی الصحيح  
۱۹/۱۲ (۱۵۱)، والبخاری فی الأدب المفرد ۲۷۳ (۲۸۰)، واحمد فی مسنده  
۳۱۹/۳، والطیالسی فی مسنده ۱۸۸ (۱۳۲۵)، والترمذی (۲۱۵۲)، وابو عطی فی  
مسنده ۲۲۸ (۹۲۷)، والشیبانی فی الأحادیث المثانی ۲/۷ (۳۰۷)، والطبرانی فی  
الکبیر ۲۷۶/۲۲ (۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸)، وغیرہم۔ وقال الحاکم هذا حديث صحيح  
وقال العبار کفوری فی التحفة الأحوذی ۲/۳۰۰۔ وقال الترمذی: هذا حديث صحيح  
وقال شعیب الأرنؤوط: فی تحقیق صحيحة ابن حبان "استاده صحيح"  
(۲) نوادر الاصول ۱/۲۶۲، ۲۶۲، الأصل الثاني والخمسون

اس کے بعد ہر ایک باب قائم کرتے ہیں کہ: "باب ما جاءه ان کل رجل عبد  
پدر علیہ من تراب حفرتہ و فی الرزق والاجل وہیار" قوله تعالیٰ مخلقة و غير  
مخلقة .. یعنی اس بارے میں باب کہ ہر آدمی پر اس کی تخلیق کے وقت اس کی قبر کی مٹی اس پر  
چھڑ کی جاتی ہے، بندہ کا رزق اور اس کی عمر کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿مخلقة و غير  
مخلقة﴾ کی تفسیر کا بیان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
ما من مولود إلا ولد ذر علیہ من تراب      کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اسکی قبر کی مٹی سے  
حفرتہ، قال ابو عاصم النبیل : ما نجد      تھوڑی سی مقدار کو اس پر چھڑ کا جاتا ہے، ابو عامر  
لابن بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ      نبیل فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو بکر  
عنہما فضیلۃ مثل هذه لآن طیبتهما      صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی  
الله عنہ کی اس کی مٹل کوئی دوسرا فضیلت نہیں      من طینۃ رسول اللہ ﷺ۔ (۱)  
پاتے کہ ان دونوں حضرات کی مٹی وہی ہے جو  
رسول کرم کی مٹی ہے۔

یہ حدیث غریب ہے این گون کی احادیث سے، اور ہم نے اس کو نہیں لکھا مگر ابو عامر نبیل سے جو  
بصرہ کے طبلہ القدر لفظ علمائیں سے ایک ہیں۔

حکیم ترمذی ابو عبد اللہ نے، نوادر الاصول، میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، ایت کی ہے  
(۱) (آخر حصہ ابو نعیم لی حلیۃ الاولیاء ۲۳۱۹، ۳۱۸/۲۱۶۰، فی ترجمۃ ابن سیرین، وابن  
عساکر فی تاریخ مدینۃ دمشق ۳۳/۲۲۱، وذکرہ المحتفى الہمی فی کسر العمال  
۱۵/۶۰۱-۶۲۰، بعض ای ہریڑہ ملطف ماس مولود إلا ویش علیہ من سریس - حضرتہ و عربہ  
الی أبو نصر بن حاجی بن العسین فی حرثہ والراصی)

وہ بیان کرتے ہیں:

ایک فرشتہ رحم پر مقرر ہے، وہ نطفہ کورحم سے لے کر ہاتھ پر رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب! اسکو پیدا کیا جائے گا یا نہ؟ اگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیدا ہو گا تو یہ پوچھتا ہے کہ اس کا رزق کیا ہے؟ اڑ کیا ہے؟ موت کا وقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لوحِ حفظ میں دیکھو! تو وہ لوح حفظ میں دیکھتا ہے تو سب چیزیں لوحِ حفظ میں لکھی دیکھتا ہے، پھر وہ اس کے دفاترے کی جگہ کی مٹی لے کر اس میں اس کے نطفہ کو گوندھتا ہے۔

یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے قول کی: ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نَعِيْذُكُمْ﴾ (۱)

ترجمہ: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں پھر لے جائیں گے۔

علقہ نے حضرت عبد اللہ بن سعو درضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

”ایک فرشتہ رحم پر مقرر ہے، جب نطفہ رحم میں ظہرتا ہے تو فرشتہ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے: اے اللہ! یہ پیدا ہونے والا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہتا ہے کہ پیدا ہونے والا نہیں تو رحم اسے پھیک دیتا ہے، اور اگر کہتا ہے کہ پیدا ہونے والا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے کہ: اے اللہ! مرد ہے یا عورت؟ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ اسکی موت کا وقت کیا ہے؟ اڑ کیا ہے؟ رزق کیا ہے؟ کس زمین میں مرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ سب کچھ لوحِ حفظ میں دیکھو، تو نطفہ سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرارب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ، پوچھا جاتا ہے کہ تیرارازق کون ہے؟ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ۔ تو اسے پیدا کر دیا جاتا ہے، وہ اپنے گھر والوں میں زندہ رہتا ہے اور اپنے رزق کھاتا ہے اور اپنے نشانات قدم بناتا ہے اور جب موت آتی ہے تو مر جاتا ہے اور اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر میں قسم کھا کر (اور میں بغیر امکنا اور بغیر شک کے قسم

کمانے میں سچا اور نیک ہوں گا) کہوں کہ باریب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کرم ﷺ کو اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک ہی مٹی سے پیدا فرمایا اور پھر ان کو اسی زمین کی طرف لوٹایا ہے تو میں اپنے اس صفحہ میں سچا ہوں گا۔

شیخ قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام بھی اسی مٹی سے پیدا ہوئے، اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ کتاب کے آخر میں آئے گا اور یہ باب اس آہت کی تفسیر کرتا ہے کہ:

﴿بَتَّأْيَهَا النَّاسُ إِنْ كُثُرْتُمْ فِي زَيْبِ مَنْ أَلْقَيْتُ لَكُلًا خَلْقَكُمْ مَنْ تُؤْبِبُ﴾ (۱) اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن جیتنے میں کچھ مشکل ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَوْلَدَ اللَّهُ خَلْقَكُمْ مَنْ طَنِينَ﴾ (۲) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔

اور اسی طرح آہت ہے:

﴿تُمْ جَعَلْتُ نَسْلَةَ مِنْ مُلْلَةٍ مِنْ ثَآءٍ﴾ پھر اس کی نسل رکھی ایک بے تدریپانی کے مٹہنے (یعنی نطفہ سے)۔

ہم نے اپنی کتاب ”الجامع الاحکام القرآن“ میں جو کچھ بیان کیا ہے، اس سے آیات اور احادیث میں بظاہر جو تعاریف معلوم ہوتا تھا، وہ ختم ہو جاتا ہے اور یہ باب ان تمام باتوں کا جامع ہے (۴)

(۱) سورہ الحج: ۵

(۲) سورۃ الانعام: ۲

(۳) سورہ المسجدہ: ۸

(۴) (التذكرة الموتى والقبور ۹۳/۹۵)

میں کہتا ہوں ان روایات کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جس کو خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد  
میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ : ما من مولود نبی نہیں ہوتا مگر اس کی ناف میں اس زمین کی  
الا و فی سرتہ من تربتہ التي تو لد منها فذا رد إلى أرذل العمر عمرہ رد إلى تربتہ التي خلق منها حتی یدفن فيها و پس جب وہ اپنی آخری عمر کو پہنچا ہے تو اس کو  
اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے پیدا کیا گیا تھا اور میں اور ابو بکر و عرا ایک مٹی سے  
پیدا کیے گئے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے۔

اس روایت کی سند کے ایک راوی "موی بن ہل" کی امام دارقطنی نے تضعیف کی ہے۔

اس کا شاہد امام ابن عساکر نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
ما من آدمی إلا و من تربتہ في سرتہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی  
بھی آدمی نہیں، مگر اس کی تربت کی جگہ کی مٹی  
اس کی ناف میں ہوتی ہے پس جب اس کی  
موت قریب آجائے تو انہا اس کو قبض کرتا ہے  
اس مٹی سے جس سے وہ پیدا کیا گیا ہے  
جمعیا في بقعة واحدة . (2)

(1) (آخر جه الخطيب في تاريخه ۲۳۶/۱۱/۲) في ترجمة محمد بن عبد الرحمن البهدادي ، و ابن عساکر في تاريخه ۳۳/۲۰/۱۲۰ (ابطريقن)

(2) (آخر جه ابن عساکر في تاريخ مدينة دمشق ۱۲۱/۳۳)

ای میں وفن کیا جاتا ہے اور میں اور ابو بکر اور  
عمر ایک مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور ایک ہی  
جنم میں ہم اکٹھے وفن کیے جائیں گے۔

ذکورہ بالادلائی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آدمی اس جگہ وفن ہوتا ہے جہاں کی مٹی  
اس کی ہاف میں ہوتی ہے، اور نبی اسی جگہ وفن ہوتا ہے جہاں وہ فوت ہوتا ہے۔

بیساکہ موطا امام مالک میں ہے کہ:

یعنی امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ  
حدیثی یحیی، عن مالک أنه بلغه ان  
رسول اللہ ﷺ توفي يوم الاثنين،  
وفدفن يوم الثلاثاء، وصلى الناس عليه  
الله اذا لا يزورهم أحد فقال ناس يدفن  
عند المنبر وقال آخرؤن يدفن بالبيع  
فجاء أبو بكر الصديق فقال سمعت  
رسول الله ﷺ يقول ما دفن النبي قط  
إلا في مكانه الذي توفي فيه . فحضر له  
ليه... (۱)

نے کہا کہ آپ ﷺ کو منبر کے پاس وفن کیا  
جائے اور درستے حضرات نے کہا کہ حقیقی  
میں، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ  
عن آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول  
الله ﷺ کو فرماتے ہوئے سن کہ نبی جس جگہ  
فوت ہوتا ہے اسی جگہ وفن کیا جاتا ہے، پس  
ای جگہ آپ ﷺ کی قبر کھودی گئی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی سند تو بیان نہیں کی لیکن امام ابن عبد البر

(۱) موطا امام مالک ۲۱۲ کتاب الجنائز بوان مسعد فی الطبقات الکبری (۲۲۳۲)

رحمۃ اللہ علیہ نے "الحمدیہ" میں لکھا کہ:

لیکن اس حدیث کو میں نہیں جانتا کہ یہ اس وجہ  
هذا الحديث لا أعلم به بروى على  
کے علاوہ کسی وجہ سے بیان کی گئی ہو سوائے  
هذا النسق بوجه من الوجوه غير بلاغ  
مالک هذا، ولكن صحيحاً من وجوه  
مالک کے بلاع کے، لیکن وہ مختلف وجوہ کی بنا  
مختلفة وأحاديث شتى جمعها  
پڑھی ہے اور مختلف احادیث کو مالک نے جمع  
مالک. والله أعلم۔ (1)  
کیا ہے واللہ اعلم۔

اس مفہوم کی کئی روایات کتب احادیث دیر میں مردی ہیں۔

جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنہا سے مردی روایت میں ہے کہ:

قالت : لما قبض رسول الله ﷺ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال  
قالت : لما قبض رسول الله ﷺ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال  
ہوا تو آپ ﷺ کے دفن کرنے کی جگہ میں  
اختلفوا فی دفنه ، فقہاً أبو بکر :  
اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق  
سمعت رسول الله ﷺ شبنا ما  
رسیتہ . قال : ما قبض الله نبیا إلا في  
کوفرا تے ہوئے سنائے جس کو میں بھولائیں  
الموضع الذي يحب أن يدفن فيه .  
کافر کے دفن کرنے کی جگہ دفات دیتا  
ادفوہ فی مواضع فراشه ، (2)  
کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اسکی جگہ دفات دیتا  
ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرے، ان کے  
بستر کی جگہ دفن کرو۔

(1) موسوعة شروح الموطأ / ٥٦٠، والتهجد

(2) اخرجه الترمذی فی الجامع (١٠١٨) کتاب الجنائز، وابوہعلی فی مسنده  
البزار فی مسنده ١٣٠ و ١٨٢ و ٢٠ (و ٢٦) والمرزوقي فی مسنده ابنی  
البزار (٣٤)، وابن القیم فی مسنده ١ (و ٣٢)

بکر الصدیق (٩٥)

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”هذا حديث غريب، وعهد الرحمن بن عبد الرحمن بن أبي بكر  
يعدّ ثانيةً، يضعف من ملئكى، اس كا حافظة كمزور تھا، اور تحقیق اس  
روايةً كواں وجہ سے حضرت ابن عباس رضي  
الله تعالیٰ عنہما نے حضرت ابو بکر صدیق رضي  
الوجه فرواہ ابن عباس عن ابی بکر  
الصديق عن النبي ﷺ ایضاً۔  
بيان کیا ہے۔

عبد الرحمن بن ابو بکر ملکی کی سند کے علاوہ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں جس کو بعض نے مفصل اور بعض نے  
معنیر بیان کیا ہے، اس میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے  
ہوئے سنا کہ:

ما يقبض نبی إلا دفن حيث يقبض قال  
فرفعوا الفراش رسول الله ﷺ  
اسے فتن بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر  
صدیق نے فرمایا: پس رسول اللہ ﷺ کا بستر  
مبارک انھاؤ اور آپ ﷺ کے لئے قبر کھودو۔

امام شہاب الدین بوصری رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

هذا إسناد فيه الحسين بن عبد الله بن

يعني اس سند میں حسین بن عبد اللہ بن عبد اللہ  
(آخرجه ابن ماجہ فی السنن (۱۶۲۸) فی الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه ﷺ و ابو  
یعلی فی منسند (۳۱.۳۰) (۲۳.۲۲)، والبزار فی منسند (۱/۱۷) (۱۸) والمرزوقي فی  
منسند ابی بکر (۲۷.۲۶) والیہقی فی الدلائل (۲۶۰) (۲۷۰)

عبدالله بن عباس الہاشمی ترکہ  
علی بن مدینی اور نسائی نے اور بخاری نے کہا:  
کہا گیا ہے کہ یہ حضم بالزندقة تھا اور ابن عدی  
والنسانی و قال البخاری یقال انه کان  
نے اس کی تقویت بیان کی ہے اور باقی  
یتھم بالزندقة و قواہ ابن عدی و باقی  
رجال الاستاد ثقات . (1)  
لقد ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ امام تیہنی اور حافظ ابن کثیر نے واقعی کے طریق سے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک سند بیان کی ہے۔ (2)

جس میں حسین بن عبد اللہ کا متتابع داؤد بن حسین ہے جو کہ حضرت عکرمہ عن ابن عباس روایت کر رہا ہے اور داؤد بن حسین کی توثیق ابن سعد، علی، ابن حبان وغیرہم نے کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ ایک اور طریق سے بھی مردی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ :

وقال الأموي : عن أبيه عن ابن إسحاق ، عن رجل حدثه ، عن عروة ، عن عائشة : أن أبا بكر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول : انه لم يدفن النبي فقط إلا حبث قبض . (3)

جاتا ہے۔

(1) (زوائد ابن ماجہ علی الكتب الخمسة ۲۳۹ (۵۵۷))

(2) (دلائل النبوة للبيهقي ۲۲۱ / ۷، والبداية النهاية لابن كثير ۵ / ۲۸۰)

(3) (البداية والنهاية ۵ / ۲۸۹ لابن كثير)

ان مرفوع روایات کو کلی مرسل و موقوف روایات سے بھی تائید حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو مجرہ مبارکہ میں دفن کرنے کی وجہ نہیں تھی کہ لوگ اس کو عبادت گاہ بنانیں بلکہ اس کی وجہ سے تھی کہ نبی کو جہاں وقات دی جاتی ہے اُسی جگہ نبی کی قبر بنائی جاتی ہے، اور ان میں سے ایک روایت وہ ہے جس کو حافظ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق کی طریق سے محمد بن عبد الرحمن بن عبد الله بن الحصین اور محمد بن جعفر بن الزیر سے بیان کیا ہے جس میں ہے کہ:

"لما مات رسول الله ﷺ اختلفوا في" یعنی جب رسول ﷺ کی وفات ہوئی تو دفعہ، فقالوا : كيف ندفنه مع الناس آپ ﷺ کے دفن میں اختلاف پیدا ہوا، پس او فی بيته؟ فقال أبو بكر : إبني سمعت رسول الله ﷺ يقول : ما كيما جاءَ يا آپ ﷺ کے گروں میں؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبض نبیا إلا دفن حيث قبض . (1) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

ہوئے سن ہے - آپ سینے ارشاد فرمایا "الله تعالیٰ نبی کی روح کو بغض نہیں فرماتا مگر جہاں اس کو دفن کیا جانا ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ روایت عبد الرحمن بن سعید بن یربوع سے بھی مردی ہے جیسا کہ امام تہذیب اور حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے، اس میں ہے کہ:

"لما توفي النبي ﷺ اختلفوا في" یعنی جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو

(1) (دلائل النبوة للبيهقي ۷/ ۲۶۰، ۲۶۱، البداية والنهاية ۵/ ۲۸۹ لابن كثير)

موضع قبرہ، فقال قائل: في الواقع،  
هولی تو آپ ﷺ کی قبر کی جگہ میں اختلاف  
فقد کان یکثر الاستغفار لهم، وقال  
پیدا ہوا، پس کہنے والوں میں سے ایک نے کہا  
کہ بیقع میں، پس تحقیق وہ ان کے لئے بہت  
قاںل: عند مبیره، وقال قائل: في  
زیادہ استغفار کر رہے تھے، اور کہنے والوں  
صلوٰہ، فجاء ابو بکر، فقال: إن  
میں سے ایک نے کہا کہ آپ ﷺ کے نمبر  
عندي من هذا خبراً و علمـا، سمعت  
کے پاس اور کہنے والوں میں سے ایک نے کہا  
النبي ﷺ يقول: ما قبض النبي إلا  
کہ آپ ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ، پس  
دفن حیث توفی۔ (۱)  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو  
انہوں نے کہا کہ بے شک میرے پاس اس  
بارے میں خبر اور علم ہے میں نے نبی اکرم کو  
ذٰلِیٰ ۷۰ یعنی کہ نبی کی روح نہیں قبض کی

۔۔۔۔۔

اور انہی میں سے ایک وہ روایت بھی ہے کہ امام عبد الرزاق نے اپنے مسند میں...  
عن ابیہ کے طریق سے مرسل اور روایت کیا ہے جس کی سند یہ ہے:  
عبد الرزاق عن ابن جریح قال: يعني بے شک نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معلوم نہیں تھا کہ نبی اکرم  
خبر نبی ابی ... ان أصحاب النبي لم  
يدرروا این يقرون النبي ﷺ حتى قال  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
ابو بکر . سمعت رسول الله يقول:

(۱) (دلائل النبوة للبهقی ۷/ ۲۶۱، والبداية والنهاية لابن كثير ۲۸۰)

لَمْ يَقُرِنْبِي الْحِسْنَى بِمَوْتٍ  
نَّهَا فَرِيادٌ كَمْ مَنْ نَّهَا رَسُولُ اللَّهِ  
فَرِمَّاتِي هُوَ شَاكِرٌ كَمْ قَبْرُنِي كَمْ بَاتِي جَانِي  
الْحَدِيثُ (۱) ..  
مَكْرُجَاهُ وَفُوتُهُ تَاهِي

اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ مصنف عبدالرازاق میں عبد الرزاق عنده سے روایت کر رہے ہیں جبکہ منداحمد میں المام عبد الرزاق سے ماءع کی تصریح موجود ہے کیونکہ وہاں وہ ”قال اخیر لئے“ کے الفاظ کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

اور پھر اس روایت کو امام ابن البیشیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مصنف میں روایت کیا ہے جس کی سند اور الفاظ یہ ہیں:

”حدَثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَوْنَسَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُمْ شَكَوُا فِي قَبْرِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٌ  
أَبْنَى يَدَفُونَهُ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتَ النَّبِيَّ مُحَمَّدًا يَقُولُ: إِنَّ النَّبِيَّ لَا يَحُولُ عَنْ  
مَكَانِهِ، يَدْفَنُ حِسْنَهُ فَلَحُوا فَرَاشُهُ فَحَفَرُوا لَهُ مَوْضِعُ فَرَاشِهِ.“ (2)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الجامع الصغیر“ میں اس پر ”حسن“ کی رمزکشی ہے (3)  
حری المراد اش محض نے ”تحقیق“ ”الجامع الصغیر“ میں اس کے ذیل میں لکھا کہ :

”صَحِيحٌ [أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ] فِي مَسْنَدِهِ (۱/۷) عَنْ أَبِي بَكْرٍ . وَصَحِحَّهُ الْأَلْبَانِيُّ فِي  
صَحِحِ الْجَامِعِ (۵۲۰۱/۲)، وَتَحْلِيلِ السَّاجِدِ (ص ۱۰، ۱۱) (4)“

(۱) (آخر جه عبد الرزاق في المصنف ۳/۳۳۶ (۳۵۶۱) في الجنائز ، باب لا ينقل الرجل من حيث يموت ، وأحمد في مسنده ۱/۷) (۲۷)

(۲) (آخر جه ابن أبي شيبة في المصنف ۷/۳۲۸ (۳۲۸) باب ماجاء في وفاة النبي مُحَمَّدٌ

(۳) (الجامع الصغير ۳/۱۳۸۶) (۳۶۲)

(۴) (الجامع الصغير ۳/۱۳۸۶) (۳۶۲)

اور ناصر الدین البانی نے "الجامع الصیر، کی تحقیق میں اس کو صحیح کہا ہے (۱)

علوم یا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مرفوع احادیث کو ان مسائل جن میں صحیح، جسن موجود ہیں سے تقویت حاصل ہوتی ہے اور وہ ان سے تقویت سے کم از کم حسن کا درجہ پائی جیسی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی وجہ تکمیل کرنی جس مقام پر ہوتا ہے اسی میں اس کو فون کیا جاتا ہے، لہذا آپ ﷺ کو جو جرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں دفن کرنے کی بھی وجہ تھی۔

نبی اکرم ﷺ کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی مسئولہ روایت کو بیان کیا ہے لیکن سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور کسی نے کا انکھارا نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو جو جرہ میں دفن کرنے کی وجہ تکمیل کیا کہ اس کو عبادت گاہ نہ بنالیا جائے۔

صحیح اس کے علاوہ بھی ثابت ہے۔

حضرت ابو بکر ص

امام تبلیغ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ من سالم بن من اصحاب الصفة، قال: دخل ابو بکر علی رسول اللہ ﷺ حين مات، ثم خرج فقيل له: توسی رہ۔ قیل: آنه کما فیل و فقال: نعم: تو ان سے کہا گیا رسول ﷺ فوت ہو يصلی علیہ! و کیف يصلی علیہ؟

(۱) (الجامع الصیر ۹۳۲۲) (۹۳۲) بتحقيق البانی

قال : تجتىءون عصبا ، عصبا فصلون  
گئے ؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں ، پس سب کو علم  
لعلموا انه کما قال : قالوا : هل يدفن  
ہو کیا کہ ایسے ہی ہے ، کہا گیا ، اور آپ ﷺ  
نماز پر صیس اور کیسے ہم آپ ﷺ پر نماز جائز  
و این ؟ فقال : حيث قبض الله روحه ،  
فانه لم يقبض روحه إلا في مكان  
پر صیس گے ؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا  
فانہ لم يقبض روحه إلا في مکان  
کرتم کروہ درگروہ آکر نماز پر ہو گے ، پس ان کو  
طب . لعلموا انه کما قال . (۱)

معلوم ہو گیا جیسا کہ آپ نے کہا۔ انہوں نے  
کہا کہ کیا آپ ﷺ کو دفن کیا جائے گا ؟ اور  
کہاں ؟ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ  
جبکہ آپ ﷺ کی روح قبض ہوئی ہے ، پس  
آپ ﷺ کی روح نہیں قبض کی گئی مگر پا کیزہ  
مکان میں ، پس ان کو علم ہو گیا جو آپ نے کہا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں :

”إِنَّا دَعَاهُ صَحِيحًا لَكُنْهُ مَوْقُوفٌ وَالذِي قَبْلَهُ أَصْرَحَ فِي الْمَقْصُودِ“ (۲)

- (۱) (آخر جه البیهقی فی الدلائل ۷/ ۲۵۹، وفی السنن الکبری ۵/ ۳۳۸، ۷۰۰) کتاب  
الجنازہ باب الجماعة يصلون علی الجنائز فافذاذہ، والسائلی فی السنن الکبری ۶/ ۳۹۵.
- (۲) (مختصر البیهقی فی الشهادت ۳۹۶، ۳۹۸) باب این حفر له  
کیف صلی علی رسول اللہ ﷺ (۳۹۸) (۳۹۶)، وابن حمید فی مسندہ  
الترمذی فی الشهادت المحمدیہ (۳۳۸)، وعبد بن حمید فی مسندہ  
الطبرانی فی الکیر ۷/ ۵۶ (۵۶)، وابن ابی عاصم فی الأحادیث والمنانی  
۳/ ۱۲۹ (۱۲۹)، وابن حمید فی ترجمة سالم بن عبد رضی اللہ عنہ
- (۳) (فتح الباری شرح صحیح بخاری ۲/ ۱۹۷، کتاب الصلاۃ باب کراہیة الصلاۃ فی المقابر)

امام بدر الدین یعنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وَهَذَا الْأَسْنَادُ صَحِيحٌ وَلَكِنْ مُوقَفٌ  
وَحَدِيثُ أَبْنِ مَاجِهِ أَكْثَرُ تَصْرِيحاً فِي الْمَقْصُودِ" . (۱)  
غیر مقلدین کے شیخ ناصر الدین البانی نے بھی امام ترقی کی "شامل" کی تحقیق میں اس روایت کو  
صحیح قرار دیا ہے (۲)

وفي روایة : قالوا يا صاحب رسول  
الله ﷺ فلاین تدفعه ، قال : ادقنوه  
تعالی عنہم نے کہا : اے رسول اللہ ﷺ کے  
صاحب ! تم کہاں آپ ﷺ کو فن کرو گے ؟  
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ آپ ﷺ  
کو وہاں فن کرو جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی  
روح کو بیٹھ کیا ہے ، آپ ﷺ کی روح نہیں  
بیٹھ کی گئی مگر اس جگہ جو (اللہ تعالیٰ کو) سب  
سے زیادہ محبوب تھی۔

اور بھی کئی آثار موجود ہیں لیکن ہم انہیں پر احتفاء کرتے ہوئے اس کو ختم کرتے ہیں  
مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اصل وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی جہاں  
وفات پاتے ہیں اسی جگہ فن کیے جاتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے فن کے لئے اللہ تعالیٰ کو بھی  
جگہ پسند تھی۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول پر حضرت سیدنا مصطفیٰ اکرم رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو ترجیح بھی حاصل ہو گی جس سے اہل علم ناواقف نہیں ہیں واللہ اعلم۔

(۱) (عمدة القاري شرح البخاري ۲/۲۷۷ کتاب الصلاة، باب كراهة الصلاة في المقابر)

(۲) (مختصر الشمائل المحمدية ۳۳۳/۴۰۰، اختصره و حققه ناصر الدين البانی)

(۳) (سنن الكبرى للبيهقي ۵/۲۵۳، ۲۵۵ کتاب الجائز بباب من يكون أولى بفضل الموت )

## ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

نی اک رہبگان کا فرمان عالی شان ہے کہ:

نهیکم عن زیارة القبور فلزوروها .  
یعنی میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرنا  
تما، پس اب زیارت کیا کرو۔

اس حدیث مبارک کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ قبروں کی زیارت سے منع کرنے کی وجہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں زمانہ جاہلیت قریب تھا جس میں لوگ بتوں کے پیچاری تھے، تو خدا شیرخا کہ کہیں یہ لوگ قبروں پر جا کر قبر والوں کی پوجا شروع نہ کر دیں، لہذا اس خدا کے پیش نظر قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا گیا۔

پس جب بھی وہ خدا شیرخا کو منانت کا جواز ثابت ہو جائے گا، اس لئے آج کل کے دور میں بھی جہالت عام ہو چکی ہے، لوگ قبروں اور قبر والوں کی تعلیم میں اتنے آگے گزر چکے ہیں کہ قبروں کو بجدے کرتے ہیں اور قبر والوں کو معبد بنالیا گیا ہے، لہذا اس دور میں بھی قبروں پر زیارت قبور کے لئے جانے والوں کو منع کرنا چاہئے کیونکہ ان سے بھی شرک شروع ہو رہا ہے۔

الله تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ: يقول ميرے علم کے مطابق مهلب کا ہے حس کو ابن بطال نے شرح صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے اور اس کے بعد بعض نے ان سے نقل کیا ہے۔

**قال المهلب :** ومعنى النهي عن زيارة القبور، إنما كان في أول الإسلام عند قربهم بعبادة الأولان ، واتخاذ القبور مساجد ، والله أعلم ، فلما استحکم الإسلام ، وقوى في قلوب الناس ، وأمنت عبادة القبور والصلوة إليها ، نسخ النهي عن زيارتها ، لأنها تذكر الآخرة وتزهد في الدنيا . (1)

(1) (شرح ابن بطال على صحیح البخاری ۲۷۳/۳ فی الجنان

اولاً:

یہ مہلب بن ابو صفرہ کون ہے اس بارے میں مجھے اپنے سائل کی حد تک کوئی علم نہیں ہوا کا.

ثانیاً:

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مہلب بن ابو صفرہ وہ ہے جس کا ترجمہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب اور تحدیب اور مزدی نے تحدیب الکمال اور دوسروں نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے، تو عرض یہ ہے کہ یہ وہ مہلب نہیں ہے بلکہ یہ کوئی اور ہے کیونکہ وہ مہلب توانابی ہے اور ابن بطال کے اور اس کے درمیان صدیوں کا فرق ہے اور ابن بطال نے کوئی سند بیان نہیں کی بلکہ ابن بطال کی شرح صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے تحت بیان کردہ بات بھی اس کا رد کرتی ہے کہ یہ مہلب بن ابو صفرہ وہ نہیں کیونکہ امام ابن بطال شروع میں کہتے ہیں۔

قال لی : أبو القاسم المهلب بن أبي صفرة .

ثالثاً :

اگر بالفرض مجال اس قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے جب بھی اس کی آڑ میں زیارت قبور سے منع نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان افعال کو منع کریں گے جو کہ خلاف شرع ہیں۔ اگر اس بات کو باعث بنا کر زیارت قبور سے روکا جائے گا تو پھر ایک دو نہیں بلکہ کئی ایسے سائل ہیں جن میں غیر شرعی افعال رونما ہو رہے ہیں تو کیا ان غیر شرعی افعال کی وجہ سے مطلوب شرع یا توان سے ہی روک دیا جائے گا؟

نہیں، ایسا کسی صورت میں بھی جائز نہیں بلکہ ان غیر شرعی افعال کو روکا جائے گا۔

اس کی مزید تائید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے اپنی صحیح میں بیان کی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں :

عن أنس بن مالك رضي الله تعالى  
حَدَّثَنَا مَالِكٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
عَنْهُ قَالَ مَرْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَمْرِهِ تَبَكَّى  
رَوَاهُتْ بَعْدَهُ أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ أَيْكَ عُورَتْ كَعَنْهُ  
قَرِيبَ سَعَى إِلَيْهِ جَوْبَرَ كَعَنْهُ بَاسَ يَمْجُدُ رَوَاهُتْ  
رَوَاهُتْ تَبَكَّى أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَاصْبَرَ  
قَالَتْ إِلَيْهِ أَنْكَ عَنْهُ فَلَمْ تَصْبَرْ  
بِعَصْبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقَبَلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ  
كَيْا جَانُوا كَمْ جَهَّزْتِي مَصِبَتِي ثُوَّبَتِي هِيَ  
جَبَ اسَسَتْ كَهَاجِيَا كَهَوَهُ تَوَنِي أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى تَحَتَهُ  
عَنْهُ بَوَابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفَكَ فَقَالَ  
تَوَهُ تَوَنِي أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَهَدَسَسَ پَرَ حَاضِرَهُوَيَ  
إِنَّمَا الصَّبْرُ عَنِ الْصَّدْمَةِ الْأُولَىٰ . (۱)  
او اس پر کوئی دربان نہ پایا تو عرض کرنے لگی:  
میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے  
ارشاد فرمایا کہ صبر صمد مکے شروع میں ہوتا

—

رسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عورت کو قبر کے پاس غیر شرعی حرکت کرتے دیکھاتو آتا کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کو زیارت قبور سے منع نہیں کیا کی خیر دار قبروں کی زیارت نہ کرنا بلکہ اس غیر شرعی حرکت پر  
(۱) أَخْرَجَهُ الْبَخَارِيُّ فِي الصَّبْرِ ۱/۱۷۱، فِي الْجَنَاحِ ۱/۱۷۲، فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ، الْفَظَّالَهُ  
وَ۱/۱۶۷، فِي الْجَنَاحِ ۱/۲۴۵، فِي الْأَحْكَامِ، وَمُسْلِمٌ فِي الصَّبْرِ ۳۱۶ (۲۱۳۶).  
۲۱۳۶ (۳۸۸) فِي الْجَنَاحِ، بَابُ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْمُصِبَّةِ عَنِ الْأُولَى الصَّدْمَةِ، وَأَبُو دَادِ فِي  
السَّنَنِ ۱/۲۲۳ (۳۱۲۳)، فِي الْجَنَاحِ، وَالسَّنَنِ فِي السَّنَنِ الْكَبِيرِ فِي كِتَابِ عَمَلِ الْيَوْمِ  
وَاللَّيْلَةِ ۳/۲۰۵ (۱۰۸۳۰)، وَأَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ ۳/۱۳۳، وَأَبُو يَعْلَى فِي مُسْنَدِهِ  
۲/۲۲۲ (۳۵۰۲) وَالْبَيْهَقِيُّ فِي السَّنَنِ الْكَبِيرِ ۶۵/۳.

حیرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”فَقَالَ أَنْقِي اللَّهُ وَاصْبِرِي“، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈراور مبرکر، اگر کسی غیر شرعی فعل کے روپ میا ہونے کی وجہ سے کسی مطلوب شرع کام سے روکنا درست ہوتا تو آقا کریم ﷺ اس عورت کو زیارت قبور سے منع کرتے، لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا لیکن آج کے دور کے کچھ بزرگ خوبیں محققین قبرستان میں ہونے والے غیر شرعی افعال کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک مطلوب شرع فعل سے منع کر کے نہ جانے کیا دین کی خدمت سرانجام دینے کی کوششوں میں صرف ہیں، ان کا ایسا کرنا خدمت دین نہیں بلکہ دین میں رخنہ اندازی ہے۔  
نبی اکرم ﷺ کی سنت تو یہ ہے کہ غیر شرعی افعال کو روکا جائے لیکن یہ لوگ ہیں کہ مطلوب شرعی ہی کو منع کرتے ہیں۔

اب ہم اس حدیث مبارکہ کی طرف آتے ہیں، اس حدیث مبارکہ کو کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان کیا ہے۔

امام سلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصحیح میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ حضرت بریہ رضی اللہ تعالیٰ عن سے روایت کی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عن نے فرمایا کہ:

قال رسول اللہ ﷺ نهیتكم عن یعنی رسول اللہ ﷺ نهیتكم عن ارشاد فرمایا کہ میں زیارة القبور فزو روها و نهیتكم عن تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرنا تھا ہیں اب تم ان کی زیارت کیا کرو اور میں نے لحوم الأضحى هرق تلث فامسکوا تمہیں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ ما بدالکم و نهیتكم عن النبید إلا في رکھنے سے منع کیا تھا اب تم اس کو رکھ کر کے ہو سقاء فاشربوا في الأسفية كلها ولا میں نے تمہیں ملکیزدین کے علاوہ اور جیزوں تشربوا مسکرا۔ (۱)

(۱) (آخرجه مسلم في الصحيح ۳۳۶ (۲۲۵۷) في الجنائز ۹۳۳ (۹۰۸۶))

میں نہیں پہنچ سے منع کیا تھا اب تم سب تم کے  
برخواں میں نہیں لی سکتے ہو اور نشا اور چیز نہ پہنا  
اس حدیث مبارک میں بیان کئے جانے والے مسائل ان مسائل میں سے ہیں جن کا  
تعلیم رائج و مسروخ کے ساتھ ہے جیسا کہ الفاظ حدیث سے یہ بات واضح ہے اور اس میں بھی کوئی  
تفک فہیں کہ ابتدائے اسلام میں کتنی الکریات توں کی اجازت تھی جن کو بعد میں منع کر دیا گیا اور کتنی  
ایسے مسائل تھے کہ جو ابتدائے اسلام میں منع تھے لیکن بعد میں ان سے رخصت دے دی گئی،  
زیارت قبور کا مسئلہ بھی انہی مسائل میں سے ایک ہے کہ جس کی ابتدائے اسلام میں ممانعت تھی  
لیکن بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی، لیکن یہ کہنا قطعی نہیں ہے کہ اس کی ممانعت کی وجہ یہ تھی  
کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام ابھی رائج نہیں ہوا تھا اس لئے خدا تعالیٰ کہ زیارت قبور کی وجہ سے  
لوگ بت پرستی میں شذوذ ب جائیں۔

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اسلام کا ابتدائی دور تو مکہ کریمہ کی سر زمین میں تھا اور  
احادیث و تاریخ اس بات سے خالی ہیں کہ مکہ کریمہ میں کوئی قبروں کی تعلیم کرتا ہو یا کوئی کسی قبر  
والے کو وجودہ کرتا ہو، میرے علم میں الکریات ایک صحیح روایت بھی نہیں آئی جس سے یہ بات معلوم  
ہوتی ہو بلکہ ان لوگوں کا عقیدہ تو مرنے کے بعد یہ تعالیٰ کہ انسان مٹی میں جا کر مٹی ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حید میں ارشاد فرمایا ہے:

**﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَبَيَّ خَلْقَةَ قَانُونَ** اور ہمارے لئے کہا وات کہتا ہے اور اپنی  
**مِنْ يُخْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ زِيْمَمْ قُلْ يُخْبِيْهَا** پیدائش بھول گیا، بولا ایسا کون ہے کہ ہم یوں  
= فِي الْأَصْحَاحِ، وَالسَّابِقُ فِي السِّنَنِ ۝۰۵ (۲۰۳۲) هَلِيَ الْجَاهَزُ ۷۹ (۵۶۵۳)  
فِي الْأَشْرِبَةِ وَأَبُو دَاوُدُ فِي السِّنَنِ ۝۶۸ (۳۶۹۸) فِي الْأَشْرِبَةِ، وَأَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ  
۳۵۰/۵ مَا وَاهِنَ حَاجَنَ فِي الصَّحِيحِ ۱۲/۲۱۳ (۵۳۹۱) وَ ۲۲۲ (۵۳۰۰) وَغَيْرَهُمْ.

الَّذِي أَنْشَأَهَا أُولَئِكُمْ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ كُوْزَنَدَهُ كَرَے جَب وہ باکل گل گئیں۔  
عَلِيُّمْ ﴿۱﴾ تم فرمادا انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی  
بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:  
جاء العاص بن واٹلٰی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ  
یعنی عاص بن واٹلٰی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک بو سیدہ ہبڑی لے کر آیا پس اس نے  
اس کے گھر سے کئے تو کہا: اے محمد ﷺ! کیا  
یعنی اللہ هذا بعد ما ارم؟ قال نعم  
الله اس کو دو بارہ زندہ کرے گا جب کہ یہ  
بو سیدہ ہو جکی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا  
کہ ہاں، اللہ تعالیٰ اس کو دو بارہ زندہ کرے گا،  
وہ تمہیں موت دے گا۔ پھر زندہ کرے گا پھر تم  
کو جہنم میں داخل کرے گا۔ فرمایا: اس پر یہ  
آیات نازل ہوئیں "کیا انسان نہیں جانتا کہ  
ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا، پس اب وہ  
(ہمارا) کھلا دشمن بن بیٹھا ہے"، سورت کے  
آخر تک۔

[سورۃ ۷۸: ۷۹]

(۱) [سورۃ ۷۸: ۷۸] (۳۶۵۷/۳) فی کتاب التفسیر، وابن ابی حاتم  
(آخر جه الحاکم فی المستدرک فی المستدرک ۳۲۰۳/۱۰) فی تفسیره ۳۲۰۳ سورۃ ۸۰، وفتح القدیر للشوکانی فی تفسیره ۳۶۵۷/۳ سورۃ ۸۰ آیت  
وعزاءٌ إلی ابن جریر وابن المتن وابن ابی حاتم والحاکم وابن مردویه == =

امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں کہا کہ:

”هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

امام ذمی رحمۃ اللہ علیہ نے تخفیف میں ان کی موافقت کی ہے:

”على شرط البخاري و مسلم.

اللہ تعالیٰ کے فرمان اور عاصِ بن واللہ کی گفتگو سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ تو عقیدہ ہی یہ رکھتے تھے کہ انسان مر کر مٹی ہو جاتا ہے تو پھر ان کے دلوں میں قبروں کی تعلیم اور قبروں والوں کی عزت کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ لہذا جس چیز کے بارے میں کوئی آثاری نہیں پائے جاتے تھے اس کی وجہ سے منع کرنا یہ بعد از تیاس بات ہے۔

پھر یہ ممانعت مدینہ منورہ میں بھی کافی عرصہ تک برقرار رہی تو لازم ہے کہ کوئی اسکی وجہ تھی جو مکہ اور مدینہ والوں میں مشترک تھی کہ جس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں بھی ابتداءً ممانعت کو برقرار کھا گیا اور بعد میں اس کی رخصت دی گئی۔

توجہ ہم غور و فکر کرتے ہیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں اس معاملہ میں جو ایک رواج مشترک تھا وہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کا کوئی قریبی مر جاتا تو وہ آہ و فقاں کرتے اور اس پر توحید کھاں ہوتے۔

جیسا کہ حضرت امام علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ:

لما نزلت هذه الآية يَأْتِكَ عَلَى أَنْ يعني جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ ”

لَا يَشْرِكُنَّ بِاللَّهِ شَيْئًا (إِلَى) وَلَا عمر میں آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ

= واليهم في البعث والحياة في المختارة عن ابن عباس، والسيطرة في الدر المعمور ٢/٣ صورة میں آیت کے وزاد عزاء إلى الأصحاب على .

**يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوفٍ**) قالت: كان  
وَهُوَ اللَّهُ تَعَالَى كَمْ مِنْ  
مِنْهُ النِّيَاحَةُ قَالَتْ: قَلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ  
كَرِيمُكَ (أَلِيْ) أَوْ رَسُولَكَ كَمْ كَامْ مِنْ  
كَارِيْمَةُ كَرِيمَةُ (أَلِيْ) فَرَبَّتِيْ جِئْنَ كَمْ مِنْ  
مِنْهُ إِلَّا آلَ فَلَانَ فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَسْعَدُونِي  
فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَا بَدْلَى مِنْ أَنْ أَسْعَدُهُمْ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا آلَ فَلَانَ .

(۱)

کروں گی کیونکہ انہوں نے زمانہ جالمیت میں  
میرے ساتھ نوح کرنے میں تعاون کیا تھا،  
پس میرے لئے ضروری ہے کہ میں بھی ان  
کے ساتھ تعاون کروں تو رسول اللہ ﷺ نے  
ارشاد فرمایا کہ سوا اس قبیلہ کے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زمانہ جالمیت میں جب  
کوئی مر جاتا تو اس کے قریبی اور ان کے ساتھ رام رکھنے والے اس پر نوح کھاں ہوتے اور اس  
حالت میں وہ اس کے بارے میں بہت ہی غلط قلم کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔  
جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جس کے راوی حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

ان رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مَيْتٍ  
يُعْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب  
(۱) اخْرَجَهُ مُسْلِمُ فِي الصَّحِيفَةِ (۹۳۶) فِي الْجَنَاحَزِ، بَابُ الشَّدِيدِ فِي النِّيَاحَةِ، وَأَحْمَدُ  
فِي مُسْنَدِهِ (۸۵/۵)، وَابْنُ حِيَانَ فِي الصَّحِيفَةِ (۷/۱۳۵) (۳۱۳۵)، وَالسَّالِي فِي السِّنَنِ  
الْكَبِيرِي (۳۳۸/۶) (۱۱۵۸۷)، وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ فِي الْأَحَادِيدِ وَالْمَثَانِي (۶/۱۱۳) (۳۳۳۳)

یہ موت فی قوم ہا کیہ فی قول واجبلا ۱) کوئی مر نے والا مر جاتا ہے اور اس پر رونے  
واسیدا ہے اور سو ڈلک الا وکل بہ والا کفر ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے پھر ۲)  
مکان پلہز الله اهکدا کہت . (۱) اے میرے سردار! یا اسی قسم کے کوئی الفاظ کہتا  
ہے تو اس پر دفتر شہ مقرر کئے جاتے ہیں جو  
اس کے سینے میں کئے مارتے ہیں اور کہتے  
ہیں: کیا تو ایسا ہی تھا؟

یعنی وہ اس مر نے والے کے بارے میں ہر فضول قسم کے کلام کے ساتھ وادیا کرتے  
تھے اور پھر جب قبروں پر جاتے تو بھی توحہ اور اسکی فضول باتیں کرتے جن کی وجہ سے زیارت  
قبور سے ابتداء میں منع کیا گیا تھا۔

جیسا کہ رسول ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

عن بریمة أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِي  
حَفْرَتِ بَرِيدٍ وَرَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ رِوَايَةِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي كَنْتُ  
نَهَاكُمْ أَنْ تَأْكِلُوا الْحُومَ الْأَضَاحِي  
إِلَّا تَنْسَافُكُلُوا وَأَطْعُمُوا وَادْخُرُوا  
مَا بَدَلَكُمْ وَذَكَرْتُ لَكُمْ أَنْ لَا تَنْجِلُوا  
فِي الظَّرُوفِ الدَّبَابَةِ وَالْمَزْفَتِ وَالنَّقِيرِ  
وَالْحَعْتَمِ النَّبْلَوَا فِيمَا أَيْمَ وَاجْتَبَوا  
جَمْرَكُو۔ اور میں نے تمہیں سمجھو یا انکو کی  
(۱) أَخْرَجَهُ التَّرْمِذِيُّ فِي الْجَامِعِ (۱۰۰۳) فِي الْجَنَاحِ، بَابِ مَاجَاءَ فِي كِرَاهِيَّةِ الْكَاءِ  
عَلَى الْعِتَّ. وَقَالَ التَّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ حَسْنٌ غَرِيبٌ. وَقَالَ الْأَلْبَانِيُّ فِي الْجَامِعِ الصَّفِيرِ  
وَزِيَادَتِهِ (۱۰۷۴) حَسْنٌ انْظُرْ حَدِيثَ رقم ۵۴۸۸، فِي صَحِيحِ الْجَامِعِ.

کل مسکر و نهیتكم عن زیارة القبور شراب، چند برخون مرجان، سمجھو کی تکڑی کا  
 فمن اراد ان بزور فلیزر ولا تقولوا برتن اور سبز رونگنی برتن میں بنانے سے منع کیا  
 تھا اب جس برتن میں چاہو انہید بناوے لیکن بر  
 هجرا۔ (۱)  
 نشر لانے والی چیز سے بچو، اور میں نے تمہیں  
 زیارت قبور سے منع فرمایا تھا اب جس کا دل  
 چاہے زیارت کرے لیکن تم باطل کلام نہ کرنا۔  
 اس حدیث مبارکہ میں یہ بات اجازت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ زیارت کرنے کی تو  
 اجازت ہے لیکن وہاں کوئی باطل کلام نہ کرنا۔

جس خدش کے باعث دوسرا برتخون سے منع کیا تھا جب ان کی اجازت دی جائی  
 ہے تو ساتھ وجہ ممانعت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ ہر نہ آور چیز سے بچا لیجنی اس کی  
 وجہ یعنی کہ کہیں یہ لوگ ان برخون کے استعمال میں دوبارہ شراب کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔  
 تو جب قبروں کی زیارت کی اجازت دی جائی ہے تو ساتھ بیان یہ کیا جا رہا ہے کہ تم وہاں باطل  
 کلام نہ کرنا یعنی اس کی وجہ بھی تھی کہ وہ لوگ جب کوئی مر جاتا تو بے صبری کا مظاہرہ کرتے اور  
 جب کوئی کسی کی قبر پر جاتا تو بے صبری کا مظاہرہ کرتا تو اس بے صبری کے بارے میں جب نبی  
 اکرم ﷺ نے احکامات کی تفصیل اور قبروں کی زیارت کے بارے میں احکامات و آداب کو بیان  
 کر دیا تو قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی۔

لیکن اس وجہ کو ساتھ بیان کر دیا کر وہ زمانہ جاہلیت و الی بائیں نہ کرنا کہ قبر پر جا کر تم واویا  
 (۱) (احرجه النافی فی السنن (۲۰۳۳)، فی الجنائز باب زیارة القبور، وفي السنن  
 الکبری ۱/۶۵۳، ۲۱۶۰)، وقال الألباني في صحيح سنن النافی: صحيح. وقال أيضا  
 في الجامع الصغير وزبادته (۳۴۳۹).

کرو یا فضول حرم کی برا بیان ہیاں کرنے لگو یا نوحہ خوانی کرنے لگو، پس ہر لحاظ سے بے صبری کا مظاہرہ نہ کرنا لیکن قبروں کی زیارت کر سکتے ہو۔

ابتدائے اسلام میں زیارت قبور کی ممانعت کی سبھی وجہی کردہ لوگ گریبان پھاڑتے بلند آواز سے روتے، چہروں کو نوچتے اور ہلاکت و بر بادی کی دعا میں کرتے جس میں بے صبری کا انتہائی مظاہرہ کرتے تھے جس پر تاریخ شاہد ہے کہ جب ان میں سے کوئی مرنا تو اس کی میت پر وہ کیسے بے صبری کا مظاہرہ کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وكان معروفاً للقدماء حتى قال طرفة بن العبد :  
فإن مت فانعيوني بما أنا أهله

وشقى على الجيب يا ابنة معبد . (۱)

یعنی ان کے پیلوں میں یہ معروف تھا حتیٰ کہ طرفہ بن عبد نے کہا (یہ عرب کا ایک مشہور شاعر تھا اور اس شعر میں وہ اپنی بیٹی کو دعست کر رہا ہے)

اے معبد کی بیٹی! جب میں مر جاؤں تو میری موت پر میری شایان شان میری موت کا اعلان کرنا اور میرے لئے اپنا گریبان چاک کر دینا۔

یہ باتیں ان میں ایک دو دونوں نہیں بلکہ مہینوں اور سالوں تک باقی رہتیں کہ وہ کئی کئی ماہ تک ایسی ہی (فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱۹۸/۳ فی الجنائز باب قول النبی ﷺ بعد بیعت ببعض بكاء أهله عليه ... والنروی فی شرح صحیح مسلم ۱/۳۰۲ فی الجنائز درسی والقرطیسی فی تفسیره سورۃ الاسراء آیت ۱۵ و عنون المعمود مع شرح ابن فیہم ۸/۲۴۹ فی الجنائز ، وعدة الصابرين لابن قیم الباب الثامن عشرة ۳۰ و تعلیف الأحوذی ۲/۲۷ معرف الشذی ۲/۳۱۳ فی الجنائز

حرکات کا ارتکاب کرتے رہتے یعنی مرنے والوں پر نوحہ کتعال، اپنے چہرے نوچتا، اپنے بالوں کو  
منڈوا دینا وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ ابن قیم الجوزیہ نے لکھا کہ:  
اور بید کا قول (یعنی جو اس نے وصیت کی اپنی دونوں بنیوں کو)  
فقوما فقولا بالذی قد علمتما

ولات حمسا وجها ولا تحفاص عزرا

وقولا هو المرء الذي لا صديقه

اضاع ولا خان الامين ولا غدر

إلى الحول ثم السلام عليكما

ومن يك حولا كاما لا فقد اعتذر. (۱)

پس (میرے مرنے کے بعد) تم دونوں کھڑی ہو جانا اور میرے بارے میں جو تم جانتی ہو کہنا نہ  
اپنے چہروں کو نوچنا اور نہ سر کے بالوں کو منڈانا۔

اور دونوں کہنا کہ وہ (یعنی ہمارا باپ) وہ تھا جس نے اپنے دوست کو کبھی ضائع نہ ہونے دیا اور نہ  
کبھی کسی امین کی خیانت کی اور نہ کسی کے ساتھ بد عہدی کی۔

گریہ زاری کا یہ سلسلہ تم ایک سال تک جاری رکھنا پھر تم پر سلامتی ہو اور جو مرنے والے پر پورا  
سال روئے پھر اگر وہ روتا چھوڑ دے تو اسے مخدود کر جا جائے گا۔

یہی وجہ تھی جس کے باعث ابتداءِ اسلام میں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا بعد میں  
جب مسلمانوں میں صبر و حمل کا نبی اکرم ﷺ نے مظاہرہ فرمایا اور وہ دور بھی کچھ بعد ہو گیا تو اس کی  
اجازت دے دی گئی و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) (عدد الصابرين ۳۰، ومعجم البلدان للحموي جزء ۲/ ۲۸۷ حرف عاقل)

## تقریظ

مناظر الال منت، محقق الحصر، فاضل جلیل

حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نوری صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وعلی الک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

حاماً و مصلیاً !

فاضل جلیل، عالم نبیل، مناظر الال منت، محقق الحصر، علامہ مولا ناذ اکنڑ قاری محمد ارشد مسعود اشرف صاحب زید مجده الکریم کی کتاب لا جواب پڑھی ہے۔

الحمد لله! کتاب کیا ہے، دلائل قاہرہ کا انبار، نجدیوں کیلئے روشن تیر تکوار، تحقیق کی بلندیوں پر سوار ہو کر صحیح منزل مقصود کو واضح کیا گیا ہے، یہ کتاب اپنی حیثیت میں منفرد اور بے مثال کتاب ہے، حضرت علامہ موصوف نے نجدیوں، دہبیوں کے اعتراضات کے مقابلہ جوابات دیکھ رکھ دیے گئے ہیں اور صحیح عقیدہ الال منت و جماعت کا ہے۔

موصوف نے مفہوم حوالہ جات، اعتراضات کے جوابات، الال منت کے دلائل کی معنویتی کے ساتھ ساتھ اسماہ الرجال پر بھی بڑا تحقیقات کام کیا ہے۔

اس موضوع پر کامل کتاب اس سے پہلے اس بندہ ناجیز کی نظر سے نہیں گزری، اگرچہ جزوی طور پر علامہ الال منت نے باطل کے درمیں کوئی کسر نہیں تجوہی۔

مذکورہ کتاب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوف اسماء الرجال میں مہارت تمنہ رکھتے ہیں، آپ نے یہ کتاب لکھ کر اہل سنت پر احسان کیا ہے، اور اللہ عز و جل وحدہ لا شریک کے مقربین محبوبین کی خدمت کی ہے۔

اللہ عز و جل اس کتاب کو درجہ قبولیت عامہ و خاصہ عطا فرمائے اور اس کے مؤلف کو دارین میں احسن جزا عطا فرمائے۔

آمین و صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وسلم۔

حرره: أحقر العباد العبد المذنب :

غلام مصطفیٰ نوری قادری عقی عنہ

خطیب جامع شریقہ رضوی، بیرون غدر منڈی، ساہیوال۔

10.8.2008

## تقریظ

مناظر الست، محقق ا忽صر، فاضل جلیل، عالم نبیل حضرت علامہ مولانا پروفیسر مفتی

### محمد انوار حنفی صاحب مدخل العالم

بسم اللہ الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔

اما بعد :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا کہ وَلَقَدْ كَرِمَنَا بَنَى آدَمَ ﷺ کا تاج اس کے سر پر سجا یا اور اس کی ہدایت کیلئے انہیاء کرام کو بھیجا یا لیکن دوسری طرف الکی شیطانی تو تمیں بھی ظہور میں آگئیں جنہوں نے اس ہدایت کی نورانیت کو قتل میں بدلتے کی کاوش جلیل کی، لیکن حق غالب آیا اور ہر دور میں غالب ہی رہا، اور قیامت تک غالب ہی رہے گا، حق و باطل کی یہ تکشیب بھی تو میدان کا رزار میں ہوتی ہے اور کبھی علمی اور فکری مجازوں پر اہل حق نے ہر میدان میں باطل و قوتوں کا مقابلہ کیا ہے اور کہ رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

دین اسلام جس کی حفاظت کی ڈسداری خود خداوند قدوس نے لی ہے اور اس کی حفاظت خواہ نظری و فکری اعتبار سے ہو یا عملی اور فعلی اعتبار سے ہو کے لئے ایسے مردان خدا پیدا فرمادیے جو کہ صبح و شام، رات اور دن سکیں اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں ان مردان خدا میں ایک محدث بزرگ، محقق عظیم، حضرت علامہ مفتی محمد عباس رضوی مدخل العالمی کے شاگرد ورشید، محدث وقت، علم جرح و تحدیل کے عظیم سکار، علم حدیث اور اصول حدیث کے مایدہ تاز ماہر، حضرت علامہ قاری محمد ارشد سعید اشرف، مفتی صاحب مدخل العالمی اطال اللہ عزوجلہ کی ذات ستورہ صفات ہے۔

آپ جس موضوع پر قلم اخھاتے ہیں اس موضوع پر ایسی ایسی تحقیقات، نئے حوالہ جات، نئی کتابوں کے مأخذ، تجزیہ کا اس قدر سنبھری کام جو شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے، آپ تحقیق کا حق ادا کر دیتے ہیں۔

میرا یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ آپ کب کے مطابع سے ہر ایک کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہو گا۔ آپ کی حالیہ تحقیقی تحریر تقطیم اور عبادت کے درمیان فرق پر معرف و وجود میں آتی ہے آپ کی یہ کتاب تحقیق کی دنیا میں ایک نیا باب ہے اس کتاب میں آپ نے بد عقیدہ حضرات کے اس نظری کی علمی اور تحقیقی لحاظ سے دجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں کہ ”بت پرستی کا آغاز تقطیم سے شروع ہوا ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں بد عقیدہ وہابی، دیوبندی حضرات کے مجموعہ قرآن و حدیث سے؛ لائل کار دنہایت بلیغ و شستہ، مدلل اور شیریں زبان میں کیا ہے۔

یہ کتاب کیا ہے؟

یہ تو پی انج ڈی کی سٹچ کا ایک عظیم مقالہ ہے جو شخص ہمیں اس عظیم تحقیقی مقالہ کو انصاف کی نظر سے پڑھنے گا مجھے یقین کامل ہے کہ اس کو اس موضوع پر کسی اور کتاب کو پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، لیکن شرط بہ نظر انصاف پڑھنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَنْهَا فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ هُنَّ بَنِي إِنَّ اللَّهَ عَلَى النَّاسِ بِالْأَنْصَافِ قَوْمٌ كَوَدَّا يَتَّبِعُونَ

الغرض: محمد انصار، حق انصار، حضرت علامہ قاری محمد ارشد سعید کی اس تصنیف کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمایا کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کے علمی اور فکری محاذوں پر زیادہ سے زیادہ مستعدی سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمن)

پروفیسر مفتی محمد انوار حنفی

خدمات العلم والعلماء:

دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ نزد جامع مسجد نہروالی کوٹ راہ باشن مطلع قصور۔ 15.10.2009

# فهرست آيات

آیت	صفر	سورت
﴿كُنْتُ تَكْفُرُنَّ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَنْوَاعًا...﴾		206, 8 [٢٨]
﴿وَأَخْرِبُوكُلِّ الْفَوْبِهِمُ الْمُسْكُلَ...﴾		148. [٤٣]
﴿وَلَا تَقْرُبُوا الْمَنْ يَقْتَلُ لِي سَبِيلَ اللَّهِ أَنْوَاتٍ...﴾		214. [١٥٣]
﴿وَإِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ دُخَانِرِ اللَّهِ...﴾		١٣٩, ١٥٣ [١٥٨]
﴿فَإِنَّمَا الَّذِينَ أَنْوَاعُوكُلِّ غَلِيقُكُمُ الصِّيَامُ...﴾		١٩٨. [١٨٣]
﴿وَكَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعْثَتِ اللَّهُ الْبَيْنَ مُسْتَرِينَ...﴾		١٢٥. [٢١٣]
﴿وَلَا تَنْعِشِنَّ الْمَنِّيْنَ فَلَيْلًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَنْوَاتٍ...﴾		٢١٤. [١٦٩]
﴿الَّذِينَ قَاتَلُوكُلِّ اللَّهُ عَاهَدَ إِلَيْنَا...﴾		١١٣. [١٨٣]
﴿أَلَمْ تَرِ إِلَيْكُوكُلِّ الْمُنْأَوْنَ أَوْتَوْنَ اتَّصِيَّا مِنَ الْكِتَابِ...﴾		١٨٧. [٥١]
﴿إِنْ يَدْعُوكُلِّ مِنْ فَوْنِهِ إِلَّا إِنَّا...﴾		١٧٥. [١١٤]
﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ...﴾		٢١٥. [٦٩]
﴿وَرَأَلَلَ عَلَيْهِمْ كَيْا ائِنَّى آدَمَ بِالْحَقِّ...﴾		١١٠. [٢٤]
﴿فَلَطَرُعَتْ لَهُ نَفْسَهُ قَلَ أَجَنِي...﴾		١١٥. [٣٠]
﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ...﴾		٢٧٨. [٢]
﴿وَمَا مِنْ ذَائِبَةٍ فِي الْأَرْضِ...﴾		١٩٦. [٣٨]
﴿وَرَأَلَلَ إِبْرَاهِيمَ لَأَبِيهِ إِلَزَ اتَّجَدَ أَسْنَانَهُ اللَّهَ...﴾		١٢٠. [٤٣]
﴿فَالَّذِي أَبْتَأَتْ لِنَعْدَ اللَّهُ وَحْدَهُ...﴾		١١٨. [٤٠]
﴿وَإِلَى قَمَرَدَ أَخَافِمَ صَالِحًا...﴾		١١٩. [٤٣]
﴿هُوَ ذَكَرُوكُلِّ إِذْ جَعَلَكُمْ خَلَقَاءَ مِنْ بَعْدِ غَادِ...﴾		١١٩. [٤٣]

# فهرست آيات

آیت	صفحه	سورت
﴿وَقَالَ الْمَلَائِكَةُ مِنْ قَوْمٍ فِرْعَوْنَ .....﴾		149. [١٢٨] الأعراف
﴿وَجَوَرَنَا بَيْنَ إِسْرَائِيلَ الْبَحْرِ .....﴾		87. [١٣٨] الأعراف
﴿جَسَدًا لَهُ خُوازٌ ...﴾		148. [١٣٨] الأعراف
﴿هُنَّ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أُنْتَكُمْ ...﴾		192. [١٩٣] الأعراف
﴿وَإِلَىٰ عِادٍ أَخَافُمْ هُوَذَا ...﴾		118 [٥٠] هود
﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَحْكُمُونَ فَبِئْنَا ...﴾		206. [٢٠] الحـل
﴿إِنَّ كُلًّا مِنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ...﴾		195. [٩٣] مرـيم
﴿بَيْنَهَا خَلَقْنَاكُمْ وَبَيْنَهَا نَعِيذُكُمْ ...﴾		277. [٥٥] طه
﴿وَقَالُوا اتَّخَذْ الرَّحْمَنَ وَلَدًا سُبْحَانَهُ ...﴾		194. [٢٦] الأنـبياء
﴿بِأَيْمَانِهِ النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَبِّ مِنَ الْبَث ...﴾		278. [٥] الحـج
﴿وَزَمْنٌ يَعْظَمُ فَعَابِرُ اللَّهِ ...﴾		140.174 [٣٢] الحـج
﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ .....﴾		132. [٢٣] المؤمنـون
﴿وَزَعْبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُوَنَا ...﴾ (الفرقـان: ٦٣)		192. [٦٣] الفرقـان
﴿وَزَجَدْنَاهُ وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّفَعِيِّ ...﴾		173. [٢٣] الحـل
﴿وَقَالَ فِرْعَوْنٌ يَا أَيُّهَا الْمَلَائِكَةُ ...﴾		148. [٣٨] القصـص
﴿وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أُنْتَنَا ...﴾		212. [٢٥] العنكـبوت
﴿نَّمْ جَعَلْتُكُمْ مِنْ سُلْطَةٍ مِنْ مَا بِهِنِّ ...﴾		278. [٨] السـجدة
﴿وَرَأْيَةُ لَهُمُ الْأَرْضُ الْغَيْثَةُ أَخْيَنَهَا ...﴾		207. [٣٣] يـس
﴿وَضَرَبْتُ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْفَهُ ...﴾		294. [٧٨] يـس

## فهرست آيات

- |                         |   |
|-------------------------|---|
| 167. [١٢٣] (الصالات:    | ﴿وَإِنَّ إِلَيْسَ لِمَنِ الْمُرْسَلُونَ...﴾                             |
| 147.194 [١٥٨] (الصالات: | ﴿وَجَعَلُوا أَهْنَاءَ وَتَنَّ الْجَهَنَّمَ...﴾                          |
| 193. [١٠] (المرد:       | ﴿فَلَمْ يَرِدِ الْمُنْكَرُ إِذْنُوا أَقْوَارَ بَيْنَمَا...﴾             |
| 195. [١٩] (الزخرف:      | ﴿وَجَعَلُوا الْمُلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِنْدَ الرَّحْمَنِ إِنَّا...﴾ |
| 193. [٢٤] (الزخرف:      | ﴿يَا عَبْدَنَا لَا خَرَقْ غَلَبَتُكُمُ الْيَوْمَ...﴾                    |
| 193. [١٧] (الدخان:      | ﴿وَلَقَدْ كَثُرَتْ لَهُمْ قَوْمٌ بِرٌّ عَوْنَ...﴾                       |
| 141. [٢٠، ١٩] (الحج:    | ﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْأَلَاثَ وَالْعَرَى...﴾                               |
| 145.226 [٢٣، ٢١] (الحج: | ﴿أَكُمُ الدُّكَرُ وَلَهُ الْأَنْقَى...﴾                                 |
| 7.84. [٢٣] (سورة نوح:   | ﴿هَرْ قَالُوا لَا تَلْرُنَ الْهِكْمَ وَلَا تَلْرُنَ...﴾                 |
| 153. [٢٣] (النازعات:    | ﴿لَمْ يَعْشُرْ فَنَادِيَ فَقَالَ أَنَا زَيْكُمُ الْأَغْلَى...﴾          |

## فهرست احاديث وآثار

صفحة	حديث و آثار
8	صارت الأولان التي كانت في قوم نوح.....
29	﴿و يعوق و نسرا ﴾ يقال: كانوا قوما صالحين من بني آدم.....
36	ذكرتم يزيد بن المهلب أما إنه قتل في أول أرض عبد فيها غير الله.....
40	قال ولد آدم أربعون ولدا : عشرون غلاما وعشرون جارية ،.....
49	كان لآدم عليه السلام : بنون ود وساع وبقوت.....
55	عن أول عبادة الأصان أن آدم عليه السلام لعامت.....
74	كان آدم عليه السلام خمسة بينن ود ، وساع.....
114	إن الخيمة لا تحل لأحد سود الرؤوس غيركم .....
125	كان بين آدم ونوح عشرة قرون كلهم على السلام.....
128	قلت : يا رسول الله ﷺ كم كتاب أنزله الله تعالى ؟ .....
130	يا رسول الله ﷺ أيني كان آدم ؟ .....
130	قال بين آدم ونوح عليهما السلام .....
154	ما زلنا نسمع أن أسالا وناتلة .....
158	قال : هتف هاتف من الجن على أبي قيس .....
159	هذا شيطان يكلم الناس في الأولان .....
161	ان رسول الله ﷺ لما أمر بكسر ناتلة يوم الفتح .....
162	كما أنتخ رسول الله ﷺ مكة جاءت عجوز جشية .....
167.168	ان إلياس هو إدريس .....
181	إن مما دعانا إلى الإسلام .....

# فهرست احاديث وآثار

صفحة	حديث و آثار
184	ما سمعت عمر لشى فط يقول إلى لاظه كذا.....
187.188	و سئل عن الطواغيت التي كانوا يتحاكمون إليها..... و كان أول من دعا إلى عبادتها .....
191	الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون.....
216	إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء.....
219	إن أولك إذا كان لهم الرجل الصالح طمات.....
228	الا وإن من كان لكم ، كانوا يدخلون قبور أنبيائهم .....
228	لما نزل برسول الله ﷺ ، طرق بطرح خميسة له على وجهه ، لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها.....
230	لا تصلوا إلى قبر ولا تصلوا على قبر.....
230	ان النبي ﷺ عن الصلة إلى القبور.....
231	نهى النبي ﷺ عن لعن الكلب ولعن النم .....
232	إن أحد الناس عذابا عند الله يوم القيمة المصوروون.....
233	أميط عنك فإنه لا تزال تصاويره تعرض لي في صلحي .....
233	إنا لا ندخل كتابكم من أجل التعامل ..... إن البيت الذي فيه الصور .....
234	كان ابن عباس يصلى في اليمعة .....
235	لعن الله السارق .....
235	لعن الله الواسلة والمستوصلة .....

## فهرست احاديث وآثار

صفحة	حديث و آثار
237	اللهم لا تجعل قبرى وثنا يعبد ..... اللهم لا تجعل قبرى وثنا ، لعن الله فوما .....
252	قاتل الله اليهود اخذوا قبور انبائهم مساجد.....
260	لعن الله اليهود والنصارى ..... لعن الله اليهود اخذوا قبور انبائهم مساجد.....
261	لعن الله اليهود والنصارى ..... اللهم لا تجعل قبرى وثنا يصلى له .....
262	مر النبي ﷺ بجنازة عند قبر فقال قبر من هذا ؟ ..... دفن في الطيبة التي خلق منها .....
269	إذا قضى الله لعبد أن يموت ..... إذا أراد الله قبض عبد بارض .....
271	لا إله إلا الله سبق من أرضه و سماه .....
274	ما من مولود إلا وقد ذر عليه من تراب حفرته .....
274	ما من مولود إلا وفي سرتة من تربة التي تولد منها .....
275	ما من آدمي إلا ومن تربته في سرتة .....
280	ما دفن النبي قط إلا في مكانه الذي توفي فيه .....
281	ما قبض الله نبي إلا في الموضع الذي يحب أن يدفن فيه .....
282	ما قبض النبي إلا دفن حيث يقضى .....
283	انه لم يدفن النبي قط إلا حيث قبض .....
284	ما قبض النبي إلا دفن حيث قضى .....

## فهرست احاديث وآثار

صفحة	الحديث و آثار
285	ما فين نبي الا دفن حيث توفي .....
286	لم يغير نبي الا حيث يموت .....
286	ان النبي لا يحول عن مكانه ، يدفن حيث يموت .....
287	دخل ابو بكر على رسول الله ﷺ حين مات ، .....
289	ادخلوه في البقعة التي قبضه الله فيها .....
290	نهيكم عن زيارة القبور فزوروها .....
292	مر النبي ﷺ بامراة تبكي عند قبر فقال النبي الله واصبرى .....
295	نعم يبعث الله هذا يبعثك ثم يحييك .....
296	لما نزلت هذه الآية ﴿تَبَعَّكُ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشَرِّكَنَّ بِاللَّوْحِيَّةِ﴾ .....
298	ما من ميت يموت ليقوم به اكبه .....
298	إلى كثي نهياكم ان تأكلوا الحرم الأصحي .....

## فہرست مضمونیں

30	راوی نمبر(۱) محمد بن حمید بن حیان	1	آپ کے سوال
32	راوی نمبر(۲) مہران بن أبي عمرو	1	سوال نمبر(۱)
34	راوی نمبر(۳) موسیٰ بن عبید بن خلیط	2	سوال نمبر(2.3)
36	روایت نمبر(۲) تفسیر ابن ابی حاتم کیا ”ود، سواع، بیخوت وغیرہ حضرت	3	سوال نمبر(4.5)
39	آدم یا شیش علیہ السلام کے میٹے تھے؟	7	جواب سوال نمبر(۱)
	روایت نمبر(۳)	8	صحیح بخاری کی روایت
40	راوی نمبر(۱) اسحاق بن پیر، ابو حذیفہ	9	امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں
47	راوی نمبر(۲) اسماعیل بن عیسیٰ	10	امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ...
	روایت نمبر(۳) علی بن برکات	12	امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ...
48	روایت نمبر(۴)	17	امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ...
50	راوی نمبر(۱) عبدالغفار بن سلم بن ہرثر	18	امام شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ...
51	راوی نمبر(۲) عبد الرحمن بن مالک	19	امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ ...
55	روایت نمبر(۵)	22	غیر مقلد و حیدر الزمان حیدر آبادی نے لکھا
58	ہشام بن محمد بن سائب کلبی	23	امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ ... لکھتے ہیں
61	محمد بن سائب کلبی		عطاہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
74	روایت نمبر(۶)	25	جنہا سے نہیں تنا
75	راوی نمبر(۱) ابو مهر السندی	29	صحیح بخاری کے علاوہ روایات
81	راوی نمبر(۲) محمد بن ابو مهر		روایت نمبر(۱)

## فہرست مضمونیں

- |     |   |   |
|-----|---|---|
| 82  | فرشتوں کو اللہ عز وجل کی بیٹیاں سمجھ کر   | رواہت نمبر (۷)                              |
| 176 | ان کے خیالی عجسروں کی پوچاہوتی تھی        | رواہی نمبر (۱)                              |
| 181 | عجسروں میں شیاطین جن بولتے تھے            | رواہی نمبر (۲-۲)                            |
| 192 | دوسرے سوال اور اس کا جواب                 | رواہی نمبر (۲)                              |
| 197 | مثال "من کل وجہہ نہیں ہوتی                | ایک شبہ اور اس کا ازالہ                     |
| 206 | تمیر اسوال اور اس کا جواب                 | سمم کیا ہے؟                                 |
| 102 | دوسرا سوال، بیوٹ، بیوی اور نمر کی شکلیں   | دوسرا سوال، بیوٹ، بیوی اور نمر کی شکلیں     |
| 214 | بت پرستی کی ابتداء                        | بت پرستی کی ابتداء                          |
| 228 | صداء، صود اور ہر را کی حقیقت              | صداء، صود اور ہر را کی حقیقت                |
| 237 | ایک شبہ اور اس کا ازالہ                   | ایک شبہ اور اس کا ازالہ                     |
| 238 | حضرت آدم و نوح طیہا السلام کے درمیانی     | حضرت آدم و نوح طیہا السلام کے درمیانی       |
| 239 | مرصد کے سب لوگ اسلام پر تھے؟              | اس کی سنکا ایک راوی                         |
| 240 | پرستی کا باعث تھی؟                        | کیا انہیاء، اولیاء اور صالحین کی تعلیم بت   |
| 139 | امام ابن عبد البر حضرۃ اللہ علیہ کا وہ تم | امام پیغمبر اور ابن رجب رحمۃ اللہ علیہما کی |
| 156 | عبادت کرتے اور کس وجہ سے کرتے تھے         | شرکیں کے اور اکثر اہل عرب کس کی             |
| 241 | مرد بن حمی اور اہل بات                    | نشاندہی اور غیر مقلد الابانی                |
| 166 | تعظیم حرم (بیت اللہ) کی وجہ سے پتھر       | تعظیم حرم (بیت اللہ) کی وجہ سے پتھر         |
| 269 | ایک شبہ اور اس کا ازالہ                   | پرستی شروع ہوئی                             |
| 290 | پانچواں سوال اور اس کا جواب               | پانچواں سوال اور اس کا جواب                 |

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# حَلْبَجَہ

اور  
مسکِ اہل سنت

اُنْزَال

ابوالحقائق غلام مرتضی ساقی مجددی  
حضرت مولانا



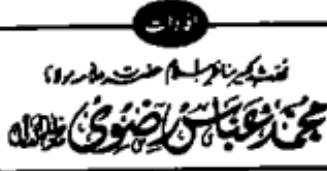
دارالعلم اسلامک نشر پاکستان

055-6409777  
0300-6522335

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# ہدیت مسلمہ



ترتیب و تدوین و اضافہ  
فاری محمد ارشاد مسعود اشرف چشتی



دارالعلوم اسلامک سنٹر پاکستان

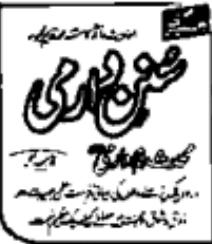
055-6409777  
0300-6522335

Marfat.com

ابوالعلاء مجعع الدين جمال الدين



دیارِ افتخار میں  
دینی و فلسفی کتب  
و مقالات



سید برادر

بیرونی نشر بہ انتہا

نون: 946006



وارثتہ اسلام کنسٹرپٹن

055-6409777

Marfat.com